

رفیق الوراثت

شرح سراپی

شکریہ

استاذ الکتابہ شیخ الشیخ

حضرت علامہ ابو الفضل محمد شفیع الرحمن
تالیفی فرمائی



رفیق الوراث

شرح سراچی

شارح

استاذ العلماء شیخ الفضلاء
حضرت علامہ ابو الفضل محمد شفیق الرحمان
قادری رضوی



نئیہ سنٹر، اردو بازار لاہور

فون: 042-7246006

شبیر برادر

الہدایۃ فی التفسیر

جلد چہارم

شرح سراجی

ناشر ملک شبیر حسین

بن اشاعت جون 2008ء، ارجی 01/428ھ

کپڑا گاہک ویلز میکر

سروق لے ایف ایس ایچ ڈی 0345-4653373

قیمت روپے



انتساب



مادر علمی

جامعہ نظامیہ رضویہ

کے نام

نمبر شمار	فہرست عنوان	صفحہ نمبر
	خطبۃ الکتاب	31
	دروہ پاک کا شرعی حکم	33
	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر لفظ خیر البویۃ کا اطلاق	36
	فرائض کی تعریف، موضوع، غرض و غایت اور فضیلت	38
	خطبہ کتاب میں وراثت سے متعلق حدیث شریف ذکر کرنے کا مقصد	39
	علم الفرائض کو ”نصف العلم“ کہنے کی وجہ	39
	وراثت کے ارکان	41
	وراثت کے اسباب	42
	وراثت کی شرائط	44
	ترکہ میت سے متعلق چار قسم کے حقوق	46
	اموار اربعہ کی وجہ حصر اور نقشہ	46
	سب سے پہلا حق تجھیز و تکفین	47
	تجھیز و تکفین قرضوں کی ادائیگی سے پہلے کیوں ضروری ہے؟	47
	کفن دینے میں میانہ روی کے دو اعتبار۔	48
	قیمت میں میانہ روی	48
	عدد میں میانہ روی	49
	غرماء کا حق	49
	کفن کی اقسام	49
	کفن سنت	50
	کفن کفائیہ	50

- 51 کفن ضرورت
- 51 افضل کفن
- 52 دوسرا حق ”قرضہ جات کی ادائیگی“
- 53 قرضہ جات کی ادائیگی کا طریقہ اور اس سے متعلق نقشہ
- 54 حقوق اللہ کا حقوق العباد سے تقابل
- 57 آیت میں وصیت کا ذکر دین سے پہلے کرنے کی حکمت
- 58 تیسرا حق ”نفاذ وصیت“
- 58 وصیت کی تعریف
- 58 وصیت کی شرائط
- 59 وصیت کی مشروعیت
- 60 وصیت کا شرعی حکم
- 61 وصیت سے متعلق نقشہ
- 62 چوتھا حق ”تقسیم بین الورثہ“
- 63 وارث کی تعریف
- 63 ثبوت وراثت کے ماخذ
- 63 پہلا ماخذ کتاب اللہ
- 63 دوسرا ماخذ سنت
- 63 تیسرا ماخذ اجماع امت
- 65 ترکہ میت کے مستحقین
- 66 اصحاب فرائض
- 66 اصحاب فرائض کو عصبات پر مقدم کرنے کی وجہ
- 67 عصبات نسبیہ

- 67 عصبات سیہ
- 68 عصبہ سیہ کے مذکر عصبات
- 69 ذوی القروض کو دوبارہ ادائیگی
- 70 ذوی الارحام
- 70 مولیٰ الموالاة
- 71 مولیٰ الموالاة کی وراثت کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک
- 71 مولیٰ الموالاة کی وراثت سے متعلق احناف کا مسلک
- 72 ولاء الموالاة کی شرط
- 72 ذوی الارحام کو "مولیٰ الموالاة" پر مقدم کرنے کی وجہ
- 72 مقررہ بالنسب علی الغیر
- 73 مقررہ بالنسب علی الغیر کے مستحق وراثت ہونے کی شرائط
- 74 موصیٰ له بجميع ماله
- 74 بیت المال
- 75 موانع ارث
- 76 نمبر (۱).....رقیت (کسی کا مملوک یعنی غلام ہونا)
- 76 رقیۃ کی اقسام
- 76 رقیۃ تامہ
- 77 رقیۃ ناقصہ
- 77 مدبر
- 77 مدبر مطلق
- 77 مدبر مقید
- 78 مکاتب

- 78 ام ولد
- 78 رقیق کے مانع ارث ہونے کی علت
- 79 نمبر (۲)..... قتل
- 79 قتل کی اقسام
- 79 نمبر (۱)..... قتل عمد
- 80 نمبر (۲)..... قتل شبہ عمد
- 80 نمبر (۳)..... قتل خطاء
- 81 نمبر (۴)..... قائم مقام خطاء
- 81 نمبر (۵)..... قتل بالسبب
- 82 نمبر (۳)..... اختلاف دینین
- 83 کوئی کافر کسی مسلمان کا بالاتفاق وارث نہیں ہو سکتا
- 83 کوئی مسلمان کسی کافر کی وراثت پاسکتا ہے یا نہیں؟
- 84 جمہور کا مذہب اور ان کی طرف سے پیش کی جانے والی حدیث کا جواب
- 85 کفار کی آپس میں وراثت کے سلسلے میں مذاہب
- 85 ابن ابی لیلیٰ کا مذہب
- 85 نمبر (۴)..... اختلاف دارین
- 86 اختلاف مملکت کی ممکنہ صورتیں
- 88 اختلاف دارین کے مانع ارث ہونے یا نہ ہونے میں شوافع کا مذہب
- 88 اختلاف دارین کے مانع ارث ہونے یا نہ ہونے میں احناف کا مذہب
- 93 فروض
- 94 قرآن پاک کے مقرر کردہ حصص کی تفصیل
- 94 (۱)..... نصف اور اس کے مستحقین
- 94 قرآن کریم میں نصف کا ذکر

95	(۲).....ربیع اور اس کے مستحقین
95	قرآن کریم میں ربیع کا ذکر
95	(۳).....ثمن اور اس کے مستحقین
95	قرآن کریم میں ثمن کا ذکر
96	(۴).....ثلثان اور اس کے مستحقین
96	قرآن کریم میں ثلثان کا ذکر
96	(۵).....ثلث اور اس کے مستحقین
96	قرآن کریم میں ثلث کا ذکر
97	(۶).....سدس اور اس کے مستحقین
97	قرآن کریم میں سدس کا ذکر
98	فرضی حصہ پانے والوں کی فہرست
99	ذوی الفروض کی تقسیم
99	ذوی الفروض نسبی
99	ذوی الفروض سببی
99	جدہ صحیحہ
100	جد فاسد
101	وراثت میں رشتہ داریاں بیان کرنے کا اسلوب
102	باپ کے ۱۳ احوال
102	نمبر (۱).....فرض مطلق
102	نمبر (۲).....فرض مع التصیب
104	نمبر (۳).....عصب مطلق
105	دادا کے ۱۴ احوال

- 105 نمبر (۱)..... ذوفرض محض
- 105 نمبر (۲)..... ذوفرض مع العصب
- 105 نمبر (۳)..... عصبہ محض
- 106 نمبر (۴)..... محرومیت
- 106 باپ اور دادا کا فرق
- 109 اخیانی بھائی کے 3 احوال
- 109 نمبر (۱)..... سدس
- 109 نمبر (۲)..... ثلث
- 110 نمبر (۳)..... محرومیت
- 110 شوہر کے 2 احوال
- 110 نمبر (۱)..... نصف
- 111 نمبر (۲)..... ربع
- 116 عورتوں کے متعلق احکام
- 116 زوجہ کے 2 احوال
- 116 نمبر (۱)..... ربع
- 117 نمبر (۲)..... ثمن
- 117 بیٹی کے 3 احوال
- 118 نمبر (۱)..... نصف
- 118 نمبر (۲)..... ثلثان
- 119 دو بیٹیوں کی وراثت میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور جمہور کا اختلاف
- 119 حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب
- 120 جمہور کا موقف

- 120 پہلی دلیل
- 120 دوسری دلیل
- 121 تیسری دلیل
- 122 چوتھی دلیل
- 123 جمہور کی طرف سے جواب
- 123 نمبر (۳).....عصبہ
- 124 پوتیوں کے 6 احوال
- 124 نمبر (۱).....نصف
- 124 نمبر (۲).....ثلثان
- 125 نمبر (۳).....سدس
- 125 بیٹی کے ساتھ پوتی کے سدس پانے کی دلیل
- 126 نمبر (۴).....محروم
- 126 نمبر (۵).....باقی ماندہ تمام مال
- 127 حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف
- 127 پہلی دلیل
- 127 جمہور کا جواب
- 128 دوسری دلیل
- 128 جمہور کی طرف سے جواب
- 129 قیاس کا جواب
- 129 نمبر (۶).....محروم
- 129 مسئلہ تشبیہ
- 130 مسئلہ تشبیہ کا احتمال نمبر 1

- 131 مسئلہ تشبیہ کا احتمال نمبر 2
- 131 مسئلہ تشبیہ کا احتمال نمبر 3
- 132 مسئلہ تشبیہ کا احتمال نمبر 4
- 133 مسئلہ تشبیہ کا احتمال نمبر 5
- 133 مسئلہ تشبیہ کا احتمال نمبر 6
- 135 مسئلہ تشبیہ کے متعلق نقشہ
- 139 عینی بہنوں کے 5 احوال
- 139 نمبر (۱)..... نصف
- 139 نمبر (۲)..... ثلثان
- 140 نمبر (۳)..... عصبہ بالغیر
- 143 حدیث شریف کا جواب
- 143 نمبر (۴)..... عصبہ مع الغیر
- 144 حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف
- 145 جہور کا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواب
- 146 مزید تائید
- 147 نمبر (۵)..... محرومیت
- 148 علائی بہنوں کے ۱۷ احوال
- 148 نمبر (۱)..... نصف
- 148 نمبر (۲)..... ثلثان
- 148 نمبر (۳)..... سدس
- 148 نمبر (۴)..... محرومیت
- 149 نمبر (۵)..... عصبہ بالغیر

- 150 نمبر (۶).....عصبہ مع الغیر
- 150 نمبر (۷).....محرومت
- 152 ماں کے 3 احوال
- 152 نمبر (۱).....سبس
- 153 حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف
- 153 استحقاق سبس
- 154 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب
- 154 جمہور فقہاء کرام کا مذہب
- 154 جمہور کی دلیل
- 155 شرط حجب کا جواب
- 156 حدیث کا جواب
- 156 فائدہ
- 157 نمبر (۲).....جمع مال کا ٹکٹ
- 157 نمبر (۳).....زوجین سے بچے ہوئے کا ٹکٹ
- 158 حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف
- 159 ابوبکر اصم کا مذہب
- 160 جمہور کی طرف سے جواب
- 163 ایک مسئلہ میں دو ربح
- 163 اگر باپ کی جگہ دادا ہو
- 164 پہلی روایت کی وجہ
- 165 دادا کے ساتھ ماں کو ”کل کا ٹکٹ“ ملنے کی وجہ
- 166 دادی کے 2 احوال

- 166 نمبر (۱)..... فرضی حصہ
- 167 حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف
- 168 حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل
- 168 جمہور کا جواب
- 168 نمبر (۲)..... محرومیت
- 169 کسی وارث کے دوسرے سے محروم ہونے کے متعلق ایک ضابطہ
- 170 متعدد قریبوں والی دادیوں کی وراثت سے متعلق ائمہ احناف کا اختلاف
- 170 امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا موقف
- 170 امام محمد علیہ الرحمہ کا موقف
- 171 مختلف قریبوں رکھنے والی دادیوں کی وراثت سے متعلق دو نقشے
- 176 باب العصبات
- 176 عصبہ کی اقسام
- 176 عصبہ بالنسب کی اقسام
- 176 عصبہ بنفسہ کی تعریف
- 177 عصبہ بغيرہ کی تعریف
- 177 عصبہ مع غیرہ کی تعریف
- 177 عصبہ بالسبب کی اقسام
- 178 عصبہ بنفسہ کی اقسام
- 179 عصبات نسبیہ کی ترتیب
- 180 قوت قرابت کی وجہ ترجیح
- 181 دو قریبوں والا مذکر ایک قرابت والے مذکر سے اولیٰ ہے
- 182 دو قریبوں والی مؤنث ایک قرابت والے مذکر سے اولیٰ ہے

- 182 دو قرابتوں والا مذکر ایک قرابت والی مؤنث سے اولیٰ ہے
- 182 دو قرابتوں والی مؤنث ایک قرابت والی مؤنث سے اولیٰ ہے
- 184 عصبہ بغیرہ
- 185 جو ذی فرض نہیں ہے بھائی اس کو عصبہ کیوں نہیں بنا سکتا (ایک نوٹ)
- 186 عصبہ مع غیرہ
- 187 عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ میں فرق
- 187 عصبات کی آخری قسم ”مولیٰ العتاقہ“
- 188 مولیٰ العتاقہ کے وارث ہونے کی دلیل
- 189 لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الخ حدیث کا مطلب
- 189 آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی ولاء
- 190 مکاتب کی ولاء کی مثال
- 190 مکاتب کے مکاتب کی ولاء کی مثال
- 190 مدبر کی ولاء کی مثال
- 190 مدبر کے مدبر کی ولاء کی مثال
- 191 آزاد کردہ کے ولاء کو کھینچ کر لانے کی مثال
- 191 آزاد کردہ کا آزاد کردہ ولاء کو کھینچ لائے، اس کی مثال
- 192 ولاء کھینچ کر لانے پر ایک اور بھی دلیل موجود ہے
- 192 امام ابو یوسف کی دلیل
- 193 احتاف کی طرف سے جواب
- 197 قرابت کی اقسام اور ان کے احکام کی تفصیل
- 197 قرابت قریبہ
- 197 قرابت قریبہ کا حکم

- 197 قرابت متوسطہ
- 197 قرابت متوسطہ کا حکم
- 197 قرابت بعیدہ
- 197 قرابت بعیدہ کا حکم
- 198 مولیٰ العتاقہ کے ذوی الارحام سے مقدم یا موخر ہونے میں اختلاف ائمہ
- 198 حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف
- 198 حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پہلی دلیل
- 198 حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری دلیل
- 199 احناف کا موقف
- 199 احناف کی دلیل
- 199 آیت کا جواب
- 199 حدیث کا جواب
- 200 گناہ کے لئے آزاد کیا تو آزاد کنندہ کو اس کی ولاء حاصل ہوگی یا نہیں؟
- 200 امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف
- 200 امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل
- 200 احناف کا موقف
- 201 احناف کی دلیل
- 204 باب الحجب
- 204 حجب کا معنی
- 204 حجب کی اقسام
- 204 حجب نقصان
- 205 حجب حرمان

- 205 . محبوب بحجب حرمان نہ ہونے والے ورثاء .
- 206 علت نمبر 1
- 206 واسطہ اور ذی واسطہ کب مستحق وراثت ہوتے ہیں اور کب نہیں
- 208 علت نمبر 2
- 209 احناف کا مذہب
- 209 حضرت عبداللہ ابن عباس مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف
- 210 محروم کے حاجب نقصان ہونے پر دلیل
- 210 محروم عن الوراثت کے حاجب حرمان نہ ہونے کی دلیل
- 210 جمہور کا مذہب
- 210 جمہور کی دلیل
- 213 باب الحجب کا نقشہ
- 215 باب مخارج الفروض
- 215 مخرج کی تعریف
- 216 مخرج نکالنے کے قواعد
- 216 قاعدہ نمبر 1
- 218 قاعدہ نمبر 2
- 218 مسئلہ میں ”نصف اور ربع“ جمع ہونے کی مثال
- 219 مسئلہ میں ”نصف اور ثمن“ جمع ہونے کی مثال
- 219 مسئلہ میں ”سدس اور ثلث“ جمع ہونے کی مثال
- 220 مسئلہ میں ”سدس“ اور ”ثلثان“ جمع ہونے کی مثال
- 220 مسئلہ میں ”ثلث“ اور ”ثلثان“ جمع ہونے کی مثال
- 221 مسئلہ میں ”سدس، ثلث اور ثلثان“ جمع ہونے کی مثال

222

قاعدہ نمبر 3

222

مسئلہ میں نصف، تمام نوع ثانی کے ساتھ جمع ہونے کی مثال

222

مسئلہ میں نصف اور ثلث جمع ہونے کی مثال

223

مسئلہ میں نصف اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

223

مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہونے کی مثال

224

مسئلہ میں نصف، ثلث اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

224

مسئلہ میں نصف، ثلثان اور سدس جمع ہونے کی مثال

224

مسئلہ میں نصف، ثلث اور سدس جمع ہونے کی مثال

225

قاعدہ نمبر 4

225

مسئلہ میں ربع اور نوع ثانی کے تمام فروض جمع ہونے کی مثال

226

مسئلہ میں ربع اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

226

مسئلہ میں ربع اور ثلث جمع ہونے کی مثال

226

مسئلہ میں ربع اور سدس جمع ہونے کی مثال

227

مسئلہ میں ربع، ثلثان اور سدس جمع ہونے کی مثال

227

مسئلہ میں ربع، ثلث اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

228

مسئلہ میں ربع، ثلث اور سدس جمع ہونے کی مثال

228

قاعدہ نمبر 5

231

مخارج کے متعلق نقشہ

233

باب ماعول

233

عول کی تعریف

233

”6“ کا عول

233

”6“ کا ”7“ کی طرف عول

- 235 "6" کا "8" کی طرف عول
- 236 جناب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ
- 236 حضرت عبداللہ ابن عباس کا اس مسئلہ سے اختلاف
- 237 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دلیل کی وضاحت
- 237 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی دلیل
- 237 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری دلیل
- 238 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیسری دلیل
- 239 جمہور کا مذہب اور ان کی دلیل
- 239 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواب
- 240 حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قیاس کا جواب
- 240 ذی فرض مطلق کو ذی فرض و عصبہ پر تقدیم کے اعتراض کا جواب
- 240 جب عصبیت کا سبب اقویٰ ہے تو ذی الفروض کو مقدم کیوں کرتے ہیں؟
- 241 "6" کا "9" کی طرف عول
- 242 "6" کا "10" کی طرف عول
- 242 12 کا عول
- 243 "12" کا "13" کی طرف عول
- 243 "12" کا "15" کی طرف عول
- 244 "12" کا "17" کی طرف عول
- 245 24 کا عول
- 245 مسئلہ منبریہ
- 246 عول سے متعلق نقشہ
- 249 دو عددوں کے درمیان نسبت کی پہچان

250	تمثل
250	تداخل
250	توافق
251	تباين
251	نسبتوں کی پہچان کا طریقہ
252	توافق کا قانون
257	باب التصحيح
257	قاعدہ نمبر (1)
258	قاعدہ نمبر (2)
259	مسئلہ غیر عائکہ کی مثال
259	مسئلہ عائکہ کی مثال
261	قاعدہ نمبر (3)
261	مسئلہ غیر عائکہ کی مثال
262	مسئلہ عائکہ کی مثال
263	قاعدہ نمبر (4)
265	قاعدہ نمبر (5)
266	قاعدہ نمبر (6)
269	قاعدہ نمبر (7)
272	تصحیح کے ساتوں قواعد پر مشتمل نقشہ
274	تصحیح میں سے ہر فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ
274	ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ
274	فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

- 275 قاعدہ نمبر (1)
- 275 قاعدہ نمبر (2)
- 276 قاعدہ نمبر (3)
- 279 وراثہ اور قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم
- 279 تصحیح اور ترکہ کے درمیان بتائیں کا قانون
- 280 تصحیح اور ترکہ کے درمیان توفیق کا بیان اور یہی مدخل کا بھی ہے
- 281 توفیق کی مثال
- 282 مدخل کی مثال
- 283 وہ رقیس جن میں کسر آتی ہے ان کو حل کرنے کی طریقہ
- 284 کسر والی رقم حل کرنے کی مثال
- 285 تصحیح میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ
- 285 تصحیح اور ترکہ میں نسبت توفیق ہو تو ہر فریق کا حصہ کیسے معلوم کیا جائے گا
- 286 تصحیح اور ترکہ میں نسبت بتائیں ہو تو ہر فریق کا حصہ کیسے معلوم کیا جائے گا
- 286 قرض خواہوں کے درمیان وراثت تقسیم کرنے کا طریقہ
- 290 تخارج کا بیان
- 295 باب الرد
- 295 رد کے متعلق حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب
- 295 حضرت زید رضی اللہ عنہ کی پہلی دلیل
- 295 حضرت زید رضی اللہ عنہ کی دوسری دلیل
- 296 احناف اور جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب
- 296 احناف کی پہلی دلیل
- 297 احناف کی دوسری دلیل

- 297 احناف کی تیسری دلیل
- 298 احناف کی چوتھی دلیل
- 298 حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب
- 298 حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب
- 298 باب الرد کے کل مسائل
- 299 پہلا مسئلہ (مسئلہ میں جنس ایک ہو اور کوئی من لا یرد علیہ نہ ہو)
- 299 دوسرا مسئلہ (مسئلہ میں اجناس مختلف ہوں اور کوئی من لا یرد علیہ نہ ہو)
- 300 مسئلہ میں سدس اور ثلث جمع ہونے کی مثال
- 301 مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہونے کی مثال
- 301 مسئلہ میں ثلثان اور سدس جمع ہونے کی مثال
- 302 مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہونے کی مثال
- 302 مسئلہ میں نصف اور ثلث جمع ہونے کی مثال
- 304 تیسرا مسئلہ (مسئلہ میں جنس ایک ہو اور ساتھ کوئی من لا یرد علیہ بھی ہو)
- 305 پہلی مثال
- 305 دوسری مثال
- 306 تیسری مثال
- 307 چوتھا مسئلہ (مسئلہ میں اجناس مختلف ہوں اور ساتھ کوئی من لا یرد علیہ بھی ہو)
- 307 پہلی مثال
- 309 دوسری مثال
- 315 مقاسمۃ الجید
- 315 مقاسمۃ الجید میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف۔
- 316 امام اعظم کی دلیل

- 316 صاحبین کا موقف
- 317 صاحبین کی دلیل
- 317 دادا کے مسئلہ میں اختلاف کی وجہ دراصل اس کی دو طرح کی مشابہتیں ہیں
- 317 دادا کی باپ کے ساتھ مشابہت
- 318 بھائی کے ساتھ مشابہت
- 321 دادا کے متعلق تقسیم حصص کی وجہ حصر
- 321 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف
- 322 حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف
- 323 حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف
- 324 مقاسمہ کی تفصیل
- 324 مقاسمہ اور ثلث میں سے بہتر دادا کا حصہ ہے
- 326 بنو اعیان کے ہوتے ہوئے بنوعات کے حصہ پانے کی ایک صورت
- 328 بنو اعیان کے ساتھ بنوعات کے محروم ہونے کی مثال
- 328 مقاسمہ کے بہتر ہونے کی مثال
- 329 ثلث ماقبی کے بہتر ہونے کی مثال
- 330 سدس جمیع مال بہتر ہونے کی مثال
- 331 ایک اور مثال
- 333 مسئلہ اکدریہ
- 336 مسئلہ اکدریہ میں اکدریت ختم کرنے کی ایک تاویل (ایک نوٹ)
- 336 مسئلہ اکدریہ کی وجہ تسمیہ
- 338 مقاسمۃ الجہد کے متعلق نقشہ
- 341 باب البناخہ

- 341 مناسخہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی
- 341 مناسخہ کی تفصیل
- 342 میت اول و ثانی کے ورثاء اور ان کے سہام ایک ہونے کی مثال
- 342 میت اول اور ثانی کے ورثاء ایک لیکن ان کے سہام الگ ہونے کی مثال
- 343 میت اول اور ثانی کے ورثاء الگ الگ ہونے کی مثال
- 343 تصحیح اول اور ثانی میں نسبت تماثل کی مثال
- 345 تصحیح اول اور ثانی میں نسبت توافق کی مثال
- 346 تصحیح اول اور ثانی میں نسبت تباین کی مثال
- 349 مناسخہ کے متعلق تمام صورتوں کی اکٹھی مثال
- 352 ذوی الارحام کا بیان
- 352 ذوی الارحام کا لغوی اور اصطلاحی معنی
- 352 ذوی الارحام کی وراثت سے متعلق احناف کا مذہب
- 353 ذوی الارحام کی وراثت سے متعلق شوافع اور مالکیہ کا مذہب
- 353 شوافع اور مالکیہ کے دلائل
- 353 احناف کی پہلی دلیل
- 355 احناف کی دوسری دلیل
- 355 احناف کی تیسری دلیل
- 355 حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استدلال کا جواب
- 356 ذوی الارحام کی 4 اقسام
- 358 اصناف اربعہ میں سے میت کے قریب تر کون ہے؟
- 358 امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب
- 359 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل

- 359 صاحبین کا مذہب
- 359 صاحبین کی دلیل
- 366 صنف اول کا بیان
- 366 صنف اول کے اشخاص کی اقسام
- 367 امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب
- 367 امام محمد کا مذہب
- 369 امام محمد کے قول کی مزید وضاحت
- 369 12 ذوی الارحام رشتہ داروں پر مشتمل ایک مثال
- 371 امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ مسئلہ کی تصحیح
- 371 مذکورہ مسئلہ میں امام محمد کی تصحیح
- 375 ذکورت وانوشت اور تعدد ابدان کے سلسلہ میں امام محمد کا مذہب
- 379 صنف اول کے متعلق نقشہ
- 381 تعدد جہات
- 381 ذوی الارحام میں تعدد جہات کے سلسلہ میں امام ابو یوسف کا مذہب
- 382 عصبات میں اعتبار تعدد کی مثال
- 383 ذوی الارحام میں تعدد جہات کے سلسلہ میں امام محمد کا مذہب
- 387 ذوی الارحام کی دوسری قسم
- 390 ذوی الارحام کی دوسری قسم سے متعلق نقشہ
- 395 ذوی الارحام کی تیسری قسم
- 395 ”ولد العصبہ“ کہنے پر ایک اعتراض کا جواب
- 400 امام محمد اور امام ابو یوسف کے مذہب کے مطابق مذکورہ مسئلہ کا تجزیہ
- 403 ذوی الارحام کی تیسری قسم کا نقشہ

- 405 چوتھی قسم
- 405 چوتھی قسم کا حکم
- 408 چوتھی کے متعلق نقشہ
- 412 چوتھی قسم کی اولادوں کے احکام
- 417 امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ مسئلہ کی تصحیح
- 418 امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ مسئلہ کی تصحیح
- 421 چوتھی قسم کی اولادوں کے احکام کے متعلق نقشہ
- 424 فصل فی الخشی
- 424 خشی کی تعریف
- 424 بوقت ولادت اشکال
- 426 بالغ ہونے پر اشکال کا خاتمہ
- 426 بعد از بلوغت تذکیر و تانیث کی علامات
- 427 شمس الائمہ سرخسی کا مذہب
- 427 خشی کی وراثت کے احکام
- 427 حالت ذکوریت اثر ہونے کی مثال
- 428 حالت انوثت اثر ہونے کی مثال
- 428 حضرت عامر شععی کا مذہب
- 428 امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام شععی کے قول کی تخریج
- 430 امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام شععی کے قول کی تخریج
- 437 حمل کی وراثت کے احکام
- 437 حمل کی مدت کے متعلق فقہاء کے اقوال
- 437 احناف کا موقف اور ان کے دلائل

- 437 شوافع کا مذہب اور ان کے دلائل
- 439 احناف کی طرف سے جواب
- 439 سیر اعلام النبلاء والی روایت کا جواب
- 439 حمل کی کم از کم مدت
- 440 امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حمل کی وراثت
- 441 حمل کی وراثت کے متعلق ابن مبارک، امام محمد اور خصاص کا موقف
- 442 حمل کی وراثت کے متعلق امام شافعی کا مذہب
- 442 حمل کی میراث کی شرائط
- 445 مسائل حمل کی تصحیح
- 455 مفقود کا بیان
- 461 مرتد کے احکام (ائمہ احناف کا موقف)
- 462 مرتد کی وراثت کے متعلق امام شافعی کا مذہب
- 464 مال مرتد کے حوالے سے حسن بن زیاد، ابو یوسف اور امام محمد کی روایات
- 465 قیدیوں کی وراثت کے متعلق احکام
- 467 غرق ہو کر، جل کر اور دب کر مرنے والوں کی وراثت کے احکام
- 467 احناف کا مذہب
- 468 حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت
- 469 احناف کی دلیل

بسم الله الرحمن الرحيم

پیشکش الشان



درس نظامی، اسلامی علوم و فنون کا ایک عظیم الشان نصاب ہے جس کا نصاب میں شامل ہر کتاب ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ اور کتاب کی افہام و تفہیم ایک کامل پادشاہزادہ استاد پر موقوف ہے۔ کیونکہ۔

کو رس توقف لفظ سکھاتے ہیں

آدمی، آدمی بناتے ہیں

کتاب کتنی ہی اچھی ہو، اس کے مضامین میں کتنی ہی فصاحت و بلاغت اور تحقیق موجود ہو، اس کے باوجود جب تک سمجھانے والا ایک کامل استاد میسر نہ ہو، انسان اس کتاب سے کما حقہ فیض یاب نہیں ہو سکتا، راقم کو پورا درس نظامی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں پڑھنے کی سعادت حاصل ہے۔ اور اس جامعہ کے توحط سے اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے مفتی اعظم پاکستان محسن اہلسنت، حضرت علامہ مولانا مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، شرف ملت، سرمایہ اہلسنت، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، شہنشاہ تدریس، عالم باعمل، حضرت علامہ مولانا جٹس مفتی محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ مولانا محمد متشاء تابش قصوری دامت برکاتہم العالیہ، حضرت علامہ مولانا مفتی یار محمد قادری دامت برکاتہم العالیہ، حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی دامت برکاتہم العالیہ، صوفی کامل، مربی العلماء، حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی صاحب امت برکاتہم العالیہ، حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ ایسے جلیل القدر بزرگان دین سے تلمذ کا شرف ملا۔ بالخصوص استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کی نگاہ شفقت نے ناچیز و ناکارہ و بے سہارا کو درس نظامی کی تعلیم کے دوران ہر مشکل مقام پر سہارا دیا، یہ سچ ہے کہ۔

تم نہ نظروں میں گر جگہ دیتے
اپنی نظروں سے گر گئے ہوتے

جامعہ نظامیہ رضویہ میں پڑھانے والا ہر استاد اپنے فن کا ماہر اور میدان تدریس کا شہسوار ہے۔ مختلف اساتذہ سے مختلف کتابیں پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، اور زیر نظر کتاب ”سراجی“ استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ سے پڑھنے کا موقع ملا۔ آپ کا انداز تدریس انتہائی عام فہم اور آسان ہے اور کسی بھی کتاب کے مشکل سے مشکل مقام کو انتہائی اختصار کے ساتھ سمجھانا آپ کا خاصہ ہے۔ سراجی پڑھتے ہوئے کلاس میں دوران سبق اس قدر سیر حاصل گفتگو ہو جاتی کہ سبق کے تمام گوشے روشن ہو جاتے، جس کی وجہ سے ہمیں کبھی بھی سراجی کی شرح وغیرہ کی حاجت محسوس نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ یہ خواہش ضرور پیدا ہوتی تھی کہ جس قدر وضاحت کے ساتھ ہمیں سبق سمجھایا گیا ہے اسی طرح وضاحت سے بھرپور سراجی کی ایک شرح ہونی چاہئے۔ لیکن دیگر اسباق میں مصروفیت کی بناء پر اس خواہش پر عمل کرنے کا موقع نہ مل سکا تاہم انہی ایام میں اپنی نوٹ بک پر اس کا ترجمہ لکھتا رہا۔

راقم کو 2001ء سے دعوت اسلامی کے عالمی مدنی مرکز جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ کراچی میں تدریس کی سعادت نصیب ہوئی، جہاں پر گزشتہ سالوں میں دیگر کتب کے ساتھ ساتھ سراجی پڑھانے کا بھی کئی بار موقع ملا۔

سراجی پڑھنے والے طلباء کی بھرپور فرمائش اور اصرار پر اس کی شرح لکھنے کی جسارت کی ہے۔ اور کتاب لکھنے میں درج ذیل چیزوں کو خاص طور پر مد نظر رکھا ہے۔

﴿..... کتاب کو ایسے انداز میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم کے انتہائی آسان قواعد سے بڑھ کر اس میں ریاضی کی مشکل اصطلاحات استعمال نہ کی جائیں اور مکمل طور پر توجہ اصل مسئلہ حل کرنے پر دی جائے (بعض مقامات پر نسبت اور تناسب کے الفاظ ضرور استعمال کئے گئے ہیں لیکن ان کو بھی آسان لفظوں میں

سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے)

﴿..... ہر فصل کے شروع میں اس سے متعلقہ سراجی کی عربی عبارت دی گئی ہے۔

﴿..... ہر فصل کی عربی عبارت کے ہمراہ آسان اور با محاورہ اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

﴿..... حاشیہ میں سراجی کی احادیث کی تخریج کر دی گئی ہے۔

﴿..... متعدد مقامات پر فتاویٰ رضویہ شریف کے حوالہ جات بھی ڈالے گئے ہیں۔

﴿..... متعدد مشکل مقامات کو سوال و جواب کے انداز میں پیش کیا گیا ہے

﴿..... استاذ محترم حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ

کے طریقہ کے مطابق مختلف مقامات پر سمجھانے کے لئے نقشہ جات بھی بنادیئے ہیں تاکہ پوری فصل ایک ہی نظر میں سامنے آجائے۔

اس کتاب کا نام ”رفیق الوراثة فی شرح السراجی“ رکھتا ہوں۔

اس کتاب کے حوالے سے فضل و کمال کا کوئی دعویٰ نہیں ہے، ہاں جو الفاظ آپ

کے لئے اطمینان قلبی کا باعث بنیں وہ صرف اور صرف میرے اساتذہ کرام کے جوڑوں کا صدقہ ہیں اور جہاں پر خطا پائیں اس کو میری کم علمی اور بے مائیگی پر محمول کرتے ہوئے اصلاح کے لئے مطلع فرمادیں۔

یہ کتاب چونکہ کوئی مستقل کتاب نہیں ہے کہ بلکہ ایک عربی کتاب کی شرح ہے،

اس لئے اس میں گفتگو کا محور عموماً ”سراجی“ کی عبارات ہی ہیں۔ اور اس میں سراجی کے

مسائل کو حل کیا گیا ہے اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء اور مفتیان کرام کی خدمت میں پیش

کر رہا ہوں۔ ایک عام شخص جو کلکولینر یا کمپیوٹر چلانا تو جانتا ہے لیکن درس نظامی سے واقف

نہیں ہے اگر وہ اپنے مسائل حل کرنے کے لئے یہ کتاب استعمال کرے گا تو اسے شدید

دشواری ہوگی، ایسے لوگوں کے لئے بھی میں نے وراثت کے موضوع پر ایک کتاب پر کام

شروع کیا ہوا ہے جس میں کسی مخصوص کتاب کا حل نہیں ہوگا بلکہ محض وراثت کے قواعد

اور مشقیں ہوں گی تاکہ ایک عام آدمی بھی اپنے گھر میں بیٹھ کر اگر اپنے کسی مرحوم کی جائیداد تقسیم

کرنا چاہے تو وہ اس کتاب سے استفادہ کر کے انتہائی آسان طریقے سے اپنے گھر کا مسئلہ گھر ہی میں حل کر لے۔

لیکن اس سے پہلے وراثت کے موضوع پر میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شریفیہ (جو کہ دراصل سراجی کی عربی شرح ہے) کا ترجمہ کر رہا ہوں تاکہ درس نظامی کرنے والے وہ طلبہ جو شریفیہ کی مباحث کو سمجھنا چاہیں ان کے لئے بھی آسانی ہو سکے۔

آخر میں شکریہ ادا کرنا چاہوں گا، حضرت علامہ مولانا مفتی فیض الرسول صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ کراچی، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شاہد عطاری لاہوری دامت برکاتہم العالیہ، حضرت علامہ مولانا عارف محمود دامت برکاتہم العالیہ اور عزیزم مولانا محمد اسد عطاری زیدہ مجدہ کا جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس کتاب پر انتہائی عرق ریزی سے نظر ثانی فرمائی۔ اور بالخصوص محدث کبیر، شارح بخاری حضرت علامہ مولانا الشیخ محمد محی الدین دامت برکاتہم القدسیہ کی شکرگزاری بھی بہت ضروری ہے جنہوں نے اس پوری تحریر کے دوران اپنے انتہائی مفید مشوروں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

طالب دعا

محمد شفیق الرحمن قادری ابوالعلائی جہانگیری

ہفتہ ۱۹ جنوری ۲۰۰۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم خطبۃ الكتاب

الحمد لله رب العلمین حمد الشاکرین والصلوة علی خیر البریة محمد
والہ الطیبین الطاہرین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا
الفرائض وعلموها الناس فانہا نصف العلم

”جس طرح شکر گزار بندوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ہے ایسی تمام تعریفیں اس
اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ درود ہو تمام مخلوقات سے افضل
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی پاک و منزہ آل پر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
علم فرائض (یعنی علم میراث) سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ آدھا علم ہے۔“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ الحمد الخ

الحمد هو الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری نعمة کان او غیرها
”(تقظیم کے ارادے سے) کسی اچھے اختیاری کام کی، زبان کے ساتھ تعریف کرنا
”حمد“ کہلاتا ہے خواہ کسی انعام کے بدلے میں ہو یا نہ ہو“

قولہ اللہ الخ

اللہ علم لذات الواجب الوجود المستجمع لجميع صفات
الکمال المنزہ عن النقائص والزوال
”اللہ اس واجب الوجود ذات کا نام ہے جو تمام صفات کمالیہ کی جامع اور نقص
وزوال سے پاک ہے“

قولہ حمد الشاکرین الخ

یہ ”منصوب بنزع الخافض“ ہے، اصل میں ”کحمد الشاکرین“ تھا۔
یہاں پر ”شاکرین“ سے مراد انبیاء کرام اور اولیاء عظام وغیرہم ہیں۔

سوال

یہاں پر ”شاکرین“ کا ذکر کیوں ہے، حامدین کا کیوں نہیں؟ یعنی الحمد الشاکرین
کیوں کہا؟ ”حمد الحمدین“ کیوں نہ کہا؟

جواب

شکر، حمد سے عام ہے۔ کیونکہ ”حمد“ صرف زبان ہی سے ہو سکتی ہے جبکہ شکر صرف
زبان ہی سے نہیں بلکہ دل اور جسم کے دیگر اعضاء سے بھی ہو سکتا ہے۔ تو شکر میں چونکہ ”حمد“
کی بہ نسبت زیادہ عموم تھا، اس لئے مضاف الیہ میں ”حامدین“ کی بجائے ”شاکرین“
کو اختیار کیا۔

سوال

جب ”شکر“ عام ہے تو پھر شروع میں بھی یوں کہا جاتا ”الشکر باللہ“ تاکہ آغاز میں
بھی وہی عموم حاصل ہو جاتا۔

جواب

(i) قرآن کریم کی اتباع کرتے ہوئے آغاز ”الحمد لله“ سے کیا۔
(ii) مورد کے اعتبار سے ”حمد“ شکر سے عام ہے۔ کیونکہ شکر میں یہ قید ہے کہ وہ
کسی انعام کی وجہ سے ہو جبکہ حمد میں یہ پابندی نہیں۔ کتاب کا آغاز ”حمد“ سے کرنے کے بعد
اس کا مضاف الیہ ”شاکرین“ استعمال کر کے مصنف نے دونوں کا عموم حاصل کیا۔ گویا کہ مصنف
علیہ الرحمہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تعریف خواہ، کسی انعام کے عوض ہو یا بغیر عوض، خواہ زبان سے کی
جائے یا دل سے یا اپنے کسی عمل کے ذریعے انعام دینے والے کی عظمت کا اظہار کیا جائے ہر
نوعیت کی تعریف صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔

قوله الصلوة الخ

”صلوة“ کا لغوی معنی ”دُعاء“ ہے۔ جب کوئی دعا کرے تو اسکے بارے میں

کہا جاتا ہے ”صلیٰ علیہ“ یعنی اس نے فلاں شخص کو عادی۔ 1

لیکن نسبت کے اعتبار سے اس کے معنی میں تبدیلی بھی آتی ہے۔

(۱) اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ”رحمت“ ہوتا ہے۔

(۲) اگر بندوں کی طرف ہو تو اس کا معنی ”دعائے رحمت“ ہوتا ہے۔

(۳) اگر ملائکہ کی طرف ہو تو اس کا معنی ”استغفار“ ہوتا ہے۔ 2

(۴) اگر چرند پرند کی طرف ہو تو اس کا معنی ”تسبیح“ ہوتا ہے۔ (عامہ کتب)

دورود پاک کا شرعی حکم

(i) امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ زندگی میں کم از کم ایک

مرتبہ درود پاک پڑھنا ”واجب“ ہے۔

(ii) علامہ کمال الدین ابن ہمام (صاحب فتح القدیر) کا مذہب یہ ہے کہ زندگی

میں کم از کم ایک مرتبہ درود پاک پڑھنا ”فرض“ ہے۔

(iii) جب کبھی بھی نبی محترم ﷺ کا ذکر آئے تو پڑھنے اور سننے والے پر درود

پڑھنا ”واجب“ ہے۔

(iv) ایک مجلس میں اگر بار بار ذکر پاک مصطفیٰ ﷺ آئے تو سب پڑھنے، سننے

والوں پر واجب ہے کہ کم از کم ایک مرتبہ حضور ﷺ پر درود پاک بھیجیں اور اس سے زیادہ

مرتبہ ”مستحب“ ہے۔ 3

(v) نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود پاک پڑھنا ”سنت“ ہے۔

(vi) غیر نبی پر مستقل طور پر درود پڑھنا ”جائز“ نہیں، البتہ نبی ﷺ کی اتباع میں

غیر نبی پر درود پڑھنا ”جائز“ ہے یعنی اولاً نبی ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے، بعد میں نبی کے تابع

رکھتے ہوئے غیر نبی یعنی صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، آل پاک اور اولیاء و صالحین پر بھی

1... تفسیر کبیر، جلد 9، صفحہ 181 سورہ احزاب: 56، مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ، لاہور، پاکستان۔

2... تفسیر مظہری، جلد 7، صفحہ 375 سورہ احزاب: 56، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ، پاکستان۔

3... تفسیر مظہری، جلد 7، صفحہ 375 سورہ احزاب: 56، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ، پاکستان۔

”دور پڑھ سکتے ہیں۔“

قولہ خمر البریۃ الخ

یہ اسم تفصیل ہے جو کہ ”مستعمل باضافت“ ہے۔

قولہ البریۃ الخ

بریۃ ”مخلوق“ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ معنی یہ ہوا کہ تمام مخلوق میں سے افضل۔

قولہ الطیبین الخ

”طیبین اور طاہرین“ اگرچہ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں لیکن یہاں کچھ اعتباری فرق ہے۔ وہ یہ کہ

(۱) ”طیبین بالقلب“ اور ”طاہرین بالجوارح“

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی آل پاک نہ تو دل سے گناہ کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ ہی جوارح یعنی اپنے اعضاء سے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(۲) ”طیبین فی الظاہر“ اور ”طاہرین فی الباطن“

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ علیہ السلام کی آل ظاہر بھی پاک ہے باطن بھی پاک ہے۔

(۳) ”طیبین فی الاقوال“ اور ”طاہرین فی الافعال“

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ علیہ السلام کی آل کی گفتگو بھی پاک ہے اور ان کے افعال و اعمال بھی پاک ہیں۔

(۴) ”طیبین فی الارواح“ اور ”طاہرین فی الاجساد“

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی آل کی ارواح بھی پاک ہیں اور ان کے اجسام بھی پاک ہیں۔

(۵) ”طیبین فی الدنیا“ اور ”طاہرین فی الآخرة“

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی آل دنیا میں بھی پاک ہے اور آخرت میں بھی پاک۔

قولہ الفرائض النخ

فرائض کا مطلب علم میراث ہے، یہاں پر مراد ”شرعی طور پر مقررہ حصص ہیں“¹ مصنف علیہ الرحمہ نے تسمیہ کے بعد حمد باری تعالیٰ اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر کتاب کا آغاز کیا اس کی دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ

اس طرح آغاز کرنے میں قرآن پاک کی اتباع ہے، کیونکہ قرآن کریم کا آغاز بھی بسم اللہ شریف کے بعد اللہ تعالیٰ کی ”حمد“ سے ہوا۔

دوسری وجہ

کسی بھی کام کو شروع کرنے کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کے دو فرمان ہیں۔

(1) کل امر ذی بال لا یبدء فیہ بالحمد فہو قطع نم

”جو بھی اچھا کام اللہ تعالیٰ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناکمل رہتا ہے۔“

(2) کل امر ذی بال لم یبدء ببسم اللہ فہو اقطع 3

”جو بھی اچھا کام بسم اللہ شریف کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناکمل رہ جاتا ہے“

حضرت سجاد ندی نے پہلے ”تسمیہ“ کا ذکر کیا اور بعد میں ”حمد“ لائے، تاکہ رسولوں

کے سردار نبی احمد ﷺ کے دونوں فرمانوں پر عمل ہو جائے۔

سوال

یہ بات تو ہم مانتے ہیں کہ ”تسمیہ و حمد“ کا تذکرہ، حدیث پر عمل کرنے کے لئے کیا گیا، لیکن اس کے بعد ”صلوٰۃ“ کے الفاظ کیوں استعمال کئے؟

جواب

(i) اس لئے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی ”حمد“ ہو وہاں رسول اکرم ﷺ کا تذکرہ بھی

1۔ فتاویٰ شاہی، جلد 10، کتاب الفرائض، صفحہ 490، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

2۔ (i) سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب خطبۃ النکاح، صفحہ 137، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

(ii) سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب التمدی فی الکلام، صفحہ 317، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

3۔ درمختور جلد 1 صفحہ 26

ہونا چاہئے۔ جیسا کہ دعا کے آداب کے سلسلہ میں حضرت فضالہ بن عبیدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز کے بعد دعا مانگتے دیکھا۔ اس نے اپنی دعا میں نبی اکرم ﷺ پر درود پاک نہیں پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے جلد بازی کی ہے۔ پھر اس کو بلوایا اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی مخاطب کر کے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ چکے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے اور نبی پر درود پاک پڑھے، درود پڑھنے کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔ 1

اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے ساتھ رسول پاک ﷺ پر درود پڑھنے کی بھی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اس لئے مصنف نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد رسولوں کے سردار حبیب پر درود گاہ ﷺ پر درود پاک پڑھا۔ (ii) نیز حدیث پاک میں ہے:

كل امر ذی بال لا یبدأ بحمد الله والصلوة علی فہو اقطع ابتر ومحق من كل برکة

(ii) سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اپنی کتب کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ پر درود پاک بھی ذکر کیا کرتے تھے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے ان کی اتباع کرتے ہوئے اپنی کتاب کا آغاز بھی اسی انداز سے کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر لفظ ”خیر البریہ“ کا اطلاق

مصنف علیہ الرحمہ نے درود پاک کے ضمن میں پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے لفظ ”خیر البریہ“ بطور صفت استعمال کیا۔ یہاں پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے۔

1 (i) جامع ترمذی، جلد 2، کتاب الدعوات، صفحہ 185 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان پاکستان

(ii) سنن نسائی، جلد 1، کتاب السب، باب النجیہ والصلوة علی النبی ﷺ، صفحہ 189، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان۔

اشکال

”خیر البریہ“ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کو ”خیر البریہ“ کہہ کر مخاطب کیا تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

ذالک ابراہیم علیہ السلام ۱۔

”خیر البریہ“ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

جب حدیث سے ثابت ہے کہ ”خیر البریہ“ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، تو پھر مصنف علیہ الرحمہ نے یہ لفظ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیوں استعمال کیا؟

جواب

حقیقتاً ”خیر البریہ“ حضور ﷺ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

انا سید ولد آدم ۲۔

”میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں“

مصنف علیہ الرحمہ نے یہی حقیقت آشکار کرتے ہوئے آپ علیہ السلام

کو ”خیر البریہ“ کہا۔ لہذا مصنف پر کوئی اعتراض نہیں۔

باقی جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ جب ”خیر البریہ“ خود نبی اکرم ﷺ

کی ذات ہے تو پھر آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ”خیر البریہ“ کیوں کہا؟

اس کے تین جواب ہیں۔

(1) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے احترام کی وجہ سے بطور عاجزی فرمایا تھا کہ ”خیر البریہ“ تو ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

۱۔ (i) الصحیح المسلم، باب من فضائل ابراہیم علیہ السلام صفحہ 265، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

(ii) جامع الترمذی، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ لم یکن، صفحہ 171، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، لاہور، ملتان۔

(iii) سنن أبی داؤد، جلد 2، کتاب اللتہ، باب فی التخییر بین الانیاء علیہم السلام، صفحہ 294، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

۲۔ سنن ترمذی، ابواب المناقب، جلد 2، صفحہ 202، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان، لاہور۔

(2) یہ فرمان ”ذاك ابراهيم عليه السلام“ حضور ﷺ کو اپنے ”حبر الہیہ“ ہونے کے علم سے پہلے کا ہے۔

(3) ”ذاك ابراهيم عليه السلام“ سے مراد حضرت ابراهيم عليه السلام کا زمانہ ہے یعنی اُس زمانے کے ”خير البرية“ ابراهيم عليه السلام ہیں۔ 1

فرائض کا لغوی معنی

فرائض جمع ہے ”فريضة“ کی۔ فريضة کا معنی ”فرض، زکوٰۃ اور مقرر کردہ حصہ“ ہے۔

فرائض کا اصطلاحی معنی

هو علم يعتمد على المعرفة الكاملة لنصيب الوارثين المقدرة شرعاً سواء كان ذلك فرضاً أو تعصيباً اوردا 2
نلم فرائض اسی علم کو کہتے ہیں جس سے ورثاء کے شرعی طور پر مقررہ حصص کی کامل طور پر معرفت حاصل ہو۔ خواہ وہ حصہ بطور ”فرض“ ہو یا ”عصبہ“ ہو یا بطور ”رد“

موضوع

”ترکہ اور میت“

غرض و غایت

میت کو میت کے ورثاء میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کرنے کی قدرت

حاصل کرنا۔ 3

1..... شرح نواوی علی المسلم، جلد 2، صفحہ 225، آواز کتاب، انعامی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

2..... الميراث علی المذاهب الاربعہ، صفحہ 9، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

3..... رد المحتار، جلد 10، کتاب الفرائض، صفحہ 491، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، مکان، پاکستان۔

فضیلت

اس علم کی فضیلت میں بہت احادیث آئی ہیں، ان میں سے درج ذیل حدیث شریف کتاب کے خطبہ میں ذکر کی گئی ہے۔

تعلّموا الفرائض وعلموها الناس فانها نصف العلم 1۔
 ”علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ یہ آدھا علم ہے“

خطبہ میں یہ حدیث شریف ذکر کرنے کا مقصد

خطبہ کتاب میں اس حدیث کو ذکر کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

- (۱) حصول برکت۔
- (۲) طالب علم کے لئے ”علم فرائض“ پڑھنے کی ترغیب۔
- (۳) معلم کے لئے ”علم فرائض“ پڑھانے کی ترغیب۔
- (۴) ”براعت استہلال“ 2۔
- (۵) اس علم کے نام (فرائض) کی طرف اشارہ۔

علم الفرائض کو ”نصف العلم“ کہنے کی وجہ
 پہلی وجہ

﴿انسانی حالت کا اعتبار﴾

انسان کی دو حالتیں ہیں۔

نمبر 1: حیات۔

نمبر 2: ممات۔

1۔ (۱) سنن ابن ماجہ، الباب الفرائض، باب فرائض الصلہ، صفحہ 199، مطبوعہ راجع ایم سعید کمپنی، کراچی۔

(۲) جامع ترمذی، جلد 2، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، صفحہ 30، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، کراچی۔

2۔ خطبہ یا مقدمہ کتاب میں ان الفاظ کا ذکر کرتا جو مضمون کتاب کی طرف اشارہ ہوں۔

علم فرائض کے علاوہ دیگر جتنے بھی علوم ہیں سب کا تعلق انسان کی ایک حالت (حیات) کے ساتھ ہے جبکہ دوسری حالت (مات) کے ساتھ فقط علم فرائض ہی متعلق ہے۔ چونکہ فرائض کا تعلق ایک حالت کے ساتھ ہے اور ایک حالت دو حالتوں کا نصف ہے، اس لئے اس کو ”نصف العلم“ کہا گیا۔

دوسری وجہ

﴿سبب ملک کا اعتبار﴾

ملکیت کے سبب 2 ہیں۔

نمبر 1: اختیاری۔

نمبر 2: اضطراری۔

”اختیاری ملکیت“ یہ ہے کہ انسان کسی چیز کا مالک بننا چاہے تو بن جائے اور نہ چاہے تو نہ بنے۔ جیسے زید نے کوئی چیز خریدی، تو خریدنے سے وہ اس چیز کا مالک بن گیا، اگر وہ مالک نہ بننا چاہتا تو چیز نہ خریدتا، تو وہ چیز اس کی ملکیت میں بھی نہ آتی۔ لہذا خریدنے سے خریدی ہوئی چیز کی جو ملکیت حاصل ہوئی۔ یہ ملکیت ”اختیاری“ ہے۔ اسی طرح ہمہ (تحد) قبول کرنے اور اجارہ وغیرہ کے ذریعے سے بھی جو ملکیت حاصل ہوتی ہے وہ بھی ”اختیاری“ ہوتی ہے۔

”اضطراری ملکیت“ یہ ہے کہ انسان مالک بننا نہ بھی چاہتا ہو اس کے باوجود وہ چیز اس کی ملکیت میں آجائے۔ مثلاً باپ کی وفات سے بیٹے کو اس کی جائداد کی جو ملکیت حاصل ہوتی ہے وہ ”اضطراری“ ہے۔ وہ مالک بننا چاہے یا نہ چاہے، ترکہ اس کی ملکیت میں بہر حال آجائے گا اور وہ اس چیز کا مالک بن جائے گا۔ یہ ملکیت ”اضطراری“ ہے۔ چنانچہ تمام علوم کا تعلق ملکیت کے ”اختیاری سبب“ کے ساتھ ہے۔ جبکہ ملکیت کے ”اضطراری سبب“ کے ساتھ صرف ”علم فرائض“ متعلق ہے۔ یہاں پر بھی یہی کہیں گے کہ ملکیت کے کل سبب ”2“ ہیں، اور اس علم (فرائض) کا تعلق ایک سبب کے ساتھ ہے۔ اور ایک، دو کا نصف ہے۔ اس لئے اس علم کو ”نصف العلم“ کہا جاتا ہے۔

تیسری وجہ

﴿ترغیب﴾

جیسا کہ وضو کے متعلق ارشاد پاک ہے:

الطهور نصف الايمان 1۔

”طہارت آدھا ایمان ہے“

اس حدیث شریف میں وضو کو ”نصف ایمان“ کہا گیا ہے۔ تو یہ بھی محض ترغیب دلانے کے لئے ہے۔ اسی طرح علم فرائض کو بھی ترغیب دلانے کے لئے ”نصف العلم“ قرار دیا گیا۔

وراثت کے ارکان

وراثت کے 3 ارکان ہیں۔ 2

(1)..... مورث

هو الشخص الذى مات حقيقة او حكما وترك مالا او حقا يورث عنه
وہ شخص جو حقیقتاً یا حکماً فوت ہو گیا ہو اور مال یا حقوق چھوڑے ہوں جو اس مرنے والے سے منتقل ہو کر وارثوں تک پہنچیں۔

(2)..... وارث

هو الذى يستحق ان يكون خليفة عن المورث فى ماترك من الاموال
والحقوق
وہ شخص جو مورث کے چھوڑے ہوئے مال و حقوق وغیرہ کا خلیفہ بننے کا مستحق ہو۔

1۔ جامع ترمذی، جلد 2، کتاب الدعوات، صفحہ 190، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، ملتان / لاہور۔

2۔ (i) رد المحتار، جلد 10، صفحہ 491، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان۔

(ii) التلخیص فی الامداد، ص 9، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

(3)..... میراث

هو ما يتركه الميت من الاموال والحقوق التي تورث 1

”وہ مال یا حقوق جو میت چھوڑ کر مرے جو بطور وراثت وارثوں تک پہنچے“

مثلاً مال و دولت زمین اور ثمن وصول کرنے کے لئے بیع کو روکنے کا حق اور قرضہ جات کی وصولی کا حق وغیرہ“

وراثت کے اسباب

وراثت کے اسباب 3 ہیں۔ 2

﴿ پہلا سبب ﴾..... قرابت (رشتہ داری)

اس سے مراد ”قرابت نسبی“ (نسبی رشتہ داری) ہے جو کہ ولادت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں میت کے اصول (مان، باپ، دادا پر دادا وغیرہ) اور فروع (بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں وغیرہ) شامل ہیں۔^۱

﴿ دوسرا سبب ﴾..... زوجیت (شادی)

اس سے مراد وہ زوجیت ہے جو عقد صحیح کے ذریعے حقیقتاً یا حکماً حاصل ہو۔ خواہ خلوت صحیحہ و دخول ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ اگر میاں بیوی کے درمیان ”نکاح“ صحیح ہو گیا اور ان میں سے کوئی ایک دخول یا خلوت صحیحہ سے قبل فوت ہو گیا تو نکاح صحیح ہو جانے کی وجہ سے دوسرا اس کا وارث بنے گا۔

نوٹ: جو شرائط نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک مفقود ہو جائے مثلاً گواہوں کے بغیر نکاح ہوا ہو اور میاں بیوی میں سے کوئی ایک مر جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں بنے گا۔

1. (i) ردالمحتار، جلد 10، صفحہ 491، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

(ii) الفقہ علی المذاہب الاربعہ، جلد 9، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

2. (i) المیراث علی المذاہب الاربعہ، جلد 11، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

(ii) ردالمحتار، جلد 10، کتاب الفرائض، صفحہ 491، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

جب تک ان میں نکاح برقرار رہے گا تب تک یہ ایک دوسرے کے وارث ہو سکیں گے۔ اس تعلق کی بناء پر جو سلسلہ وراثت شروع ہوتا ہے وہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ تعلق بحال رہتا ہے۔ اگر یہ تعلق ٹوٹ جائے یعنی شوہر طلاق دیدے تو اب عورت کے وارث بننے یا نہ بننے میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ

(i) اگر طلاق ہوئی (خواہ رجعی ہو یا بائن، ایک ہو یا زیادہ) اور عدت بھی گزر گئی تو ان میں سلسلہ وراثت ختم ہو جاتا ہے۔

(ii) اگر عدت نہیں گزری بلکہ ابھی عدت چل رہی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

نمبر: 1۔ طلاق رجعی دی تھی۔

نمبر: 2۔ طلاق بائن دی تھی۔

اگر طلاق رجعی تھی تو دونوں ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔

اور اگر طلاق بائن تھی تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

(i) طلاق مرض الموت میں دی۔

(ii) طلاق مرض الموت میں نہیں دی۔

اگر طلاق بائن تھی اور مرض الموت میں دی تھی تو اس طلاق سے عورت جب تک عدت نہیں ہے اس وقت تک وراثت سے محروم نہیں ہوگی۔ لیکن اگر اسی صورت میں عورت مرجائے تو شوہر اسکی وراثت سے محروم ہوگا۔

اور اگر مرض الموت میں طلاق نہیں دی تو طلاق دیتے ہی، عدت گزرنے سے پہلے عورت کا اس شوہر سے سلسلہ ازدواج ختم ہو گیا، اگر اسی حالت میں شوہر فوت ہو گیا تو عورت اس کی وارث نہیں ہوگی۔

﴿تیسرا سبب﴾..... ولاء (ملکیت)

اس کی دو قسمیں ہیں۔

(i) ولاء من جهة العتق

(ii) ولاء من جهة الموالاة

ولاء من جهة العتق

هو القرابة الحکمیة التي بسببها الاعتاق

اس سے مراد وہ قرابت حکمیہ (حکی رشتہ داری) ہے جس کے سبب سے کوئی شخص کسی کو آزاد کر سکتا ہے اس ولاء کو عضویتِ مسببہ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی آقا اپنے غلام کو آزاد کر دے اور وہ آزاد کردہ فوت ہو جائے، وفات کے وقت اس آزاد کردہ کوئی عصبہ (قریبی رشتہ دار) موجود نہ ہو تو اس کا آقا (جس نے اس کو آزاد کیا) اس کا وارث ہوگا۔

ولاء من جهة الموالاة

اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی مجہول النسب 1 شخص کسی معروف النسب کو کہے: جب میں مر جاؤں تو تو میرا وارث ہوگا۔ اور اگر میں کوئی قتل وغیرہ کروں تو اس کا ذمہ دار بھی تو ہوگا۔ یعنی اس کا خون بہا بھی تو دے گا۔ اور دوسرا اس کے جواب میں کہے: مجھے قبول ہے۔ اس قول و قرار کی بناء پر بھی سلسلہ وراثت جاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب پہلا شخص مرے گا تو دوسرا اس کا وارث بنے گا۔

وراثت کی شرائط

وراثت کی شرائط 3 ہیں۔ 2

(1) مورث کا مرنا۔

هو انعدام الحياة في الانسان بعد تحقق وجودها فيه

کسی انسان میں زندگی کے تحقق کے بعد زندگی کا ختم ہو جانا ”موت“ کہلاتا ہے۔

(2) مورث کی وفات کے وقت وارث کا زندہ ہونا۔

1..... مجہول النسب ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کا باپ نامعلوم ہو۔

2 (i) رد المحتار، جلد 10، صفحہ 491 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

(ii) الفقه على المذاهب الاربعہ، صفحہ 10 مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

(3) کسی مانع ارث کا موجود نہ ہونا، بعض نے تیسری شرط ”جہت قرابت“

اور ”جہت ارث“ کا معلوم ہونا قرار دیا ہے۔

قال علماء نأرحمهم الله تعالى تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة
الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه بلا تمييز وتقتير ثم تقضى ديونه من جميع
ما بقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين ثم يقسم الباقي
بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الامة

ترجمہ

”ہمارے علماء کرام نے فرمایا: میت کے ترکہ کے ساتھ بالترتیب چار قسم کے
حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے (میت کا ترکہ استعمال کرنے میں) اس کی تکفین
وتجهیز کی جائے گی (لیکن اس معاملہ میں کسی قسم کی) فضول خرچی (کی جائے گی اور) نہ ہی
کنجوسی۔ پھر (متوسط طریقے سے تجهیز و تکفین کے بعد) جو کچھ بچ رہے اس میں سے قرضے
وغیرہ ادا کئے جائیں۔ (قرضوں کی ادائیگی کے بعد) پھر جو بچ رہے اس کے ایک تہائی
(1/3) میں (اگر ممکن ہو تو) وصیت کو پورا کیا جائے (وصیت کو پورا کرنے کے بعد) پھر جو بچ
رہے وہ ورثاء کے درمیان کتاب اللہ، سنت اور اجماع امت کے (مقرر کردہ حصص کے)
مطابق تقسیم کیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ حقوق اربعہ قال

﴿ ترکہ میت سے متعلق چار قسم کے حقوق ﴾

انسان جب مر جاتا ہے تو اس کے ترکہ کے ساتھ چار قسم 1 کے حقوق متعلق ہوتے
ہیں اور ان چار قسم کے حقوق کی ادائیگی میں ترتیب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے یعنی کہ چاروں
حقوق ادا کئے جائیں گے اور بالترتیب ادا کئے جائیں گے۔

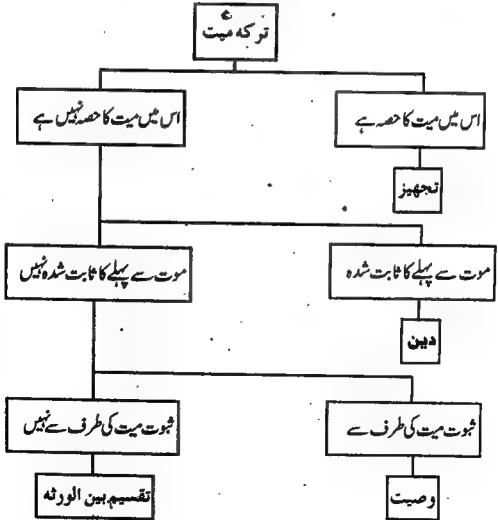
1..... شریفیہ، شرح سراجمی، صفحہ 3، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان۔

میت کے ترکہ سے متعلق چار قسم کے حقوق

- (i) تجہیز و تکفین۔
 (ii) قرضہ جات وغیرہ کی ادائیگی۔
 (iii) نفاذ وصیت۔
 (iv) ورثہ کے درمیان تقسیم۔

امور اربعہ کی وجہ حصر

ترکہ میت دو حال سے خالی نہیں کہ اس میں میت کا بھی حصہ ہے یا نہیں، اگر میت کا بھی حصہ ہے تو یہ ”تجہیز“ ہے اور اگر میت کا حصہ نہیں ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ وہ موت سے پہلے کا ثابت ہے یا نہیں، اگر موت سے پہلے کا ثابت ہے تو یہ دین۔ اور اگر پہلے کا ثابت نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ اس کا ثبوت میت کی طرف سے ہے یا نہیں، اگر اس کا ثبوت میت کی جانب سے ہے تو یہ وصیت۔ اور اگر اس کا ثبوت میت کی جانب سے نہیں ہے تو یہ تقسیم بین الورثہ۔



قوله مرتبة الخ

میت کے ترکہ کے ساتھ جو چار قسم کے حقوق متعلق ہوتے ہیں ان میں ترتیب کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے یعنی سب سے پہلے اس کے ترکہ سے تجهیز و تکفین کی جائے گی۔ تجهیز و تکفین کے بعد جو مال بچ جائے اس سے میت کے ذمہ قرضہ جات کی ادائیگی کی جائے۔ اور قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد اگر مال بچے تو وصیت کا مرحلہ آئے گا۔ اور وصیت کی ادائیگی کے بعد ورثہ کے درمیان تقسیم کا مرحلہ آئے گا۔

قوله الاول یبدأ بتکفینہ وتجهیز الخ

سب سے پہلا حق ”تجهیز و تکفین“

میت کی موت سے لیکر دفن تک جن جن امور کی محتاجی ہوتی ہے وہ امور بجالانا تجهیز کہلاتا ہے۔ میت کا غسل، اس کے کفن کی تیاری، قبر کھدائی، نیز جہاں پر قبرستان دور ہو وہاں میت کو قبرستان تک لے جانے لئے سواری کا خرچہ یہ سب تجهیز و تکفین میں شامل ہے۔

تجهیز و تکفین، قرضوں کی ادائیگی سے پہلے کیوں ضروری ہے؟

”کفن“ مرنے کے بعد انسان کا لباس ہوتا ہے۔ زندگی میں اس کے لباس کی اہمیت ایسی تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کا مقروض ہو وہ کام کاج کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہو لیکن وہ قرضہ ادا نہ کر رہا ہو تو قاضی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کے کپڑے بیچ کر دین (قرضہ) ادا کرے بلکہ اس کے کپڑے، ادائیگی دیون پر مقدم ہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی اس کی تجهیز کی جائے گی اور وہ چیز مقدم ہی رکھی جائے گی جو اس کی زندگی میں مقدم تھی۔ 1۔

اعتراض

”تجهیز“ کا معنی جب یہ ہے کہ ”موت سے لیکر میت کو دفنانے تک جتنی چیزوں کی ضرورت پڑے ان سب کا اہتمام کرنا“ تو تکفین کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

1۔ شریفیہ شرح سراجمی، صفحہ 5، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی۔

کیونکہ تجہیز کے ضمن میں ”تکفین“ کا تذکرہ ہو گیا ہے۔

جواب

اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔

- (i) یہاں ”تعمیم بعد التخصیص“ (پہلے خاص کا ذکر کر کے بعد میں عام کو ذکر کرنا) ہے، اس سے اول الذکر کی اہمیت اجاگر کرنا مقصود ہوتا ہے۔
- (ii) تجہیز کے تمام امور میں سے کفن چونکہ واجب تھا اس لئے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو الگ ذکر کر دیا۔

قولہ من غیر تبذیر ولا تقتیر الخ

میت کے لئے تجہیز و تکفین کا اہتمام تو کیا جائے لیکن اس میں تبذیر اور تقتیر کے ارتکاب سے بچنے کے لئے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا تبذیر اور ضرورت سے کم استعمال کرنا تقتیر ہے۔

دونوں ہی سے بچنے اور میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اس میانہ روی میں دو چیزیں بالخصوص ملحوظ خاطر رہنی چاہئیں۔

نمبر: 1- قیمت

نمبر: 2- عدد

قیمت میں میانہ روی

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر فرض کریں کہ مرنے والا اپنی زندگی میں پانچ سو روپے کا سوٹ پہنا کرتا تھا۔ اگر اسی قیمت کے کپڑوں میں تکفین کریں گے تو یہ میانہ روی ہوگی۔ لیکن اگر اس سے زیادہ قیمت کا کفن خریدا تو یہ ”تبذیر“ اور اس سے کم کا خریدا تو یہ ”تقتیر“ ہے۔

اسی طرح فرض کریں کہ کچھ کپڑے وہ عید کے دنوں میں پہنتا تھا، کچھ دوستوں سے ملاقات کے لئے اور کچھ عام طور پر گھر میں پہنتا تھا۔ تو دوستوں سے ملاقات والے

کپڑوں میں کفن دینا ”میانہ روی“ ہے۔ عید والوں میں کفن دیں گے تو یہ ”تبدلیور“ اور گھر میں پہننے والوں میں دیں گے تو یہ ”تقتیر“ ہوگی۔

بعض مشائخ کا موقف

بعض متقدمین بزرگوں کا موقف یہ ہے کہ آدمی کو ایسے کپڑوں میں کفن دیا جائے جو وہ عید اور جمعہ کے دنوں میں پہنتا تھا اور عورت کو ایسے کپڑوں میں، جو پہن کر وہ اپنے میکے جایا کرتی تھی۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

آپ فرماتے ہیں: مرد ہو یا عورت، وہ ”عام طور“ پر جس طرح کے کپڑے پہنتا تھا اسی طرح کے کپڑوں میں کفن دیا جائے۔

عدد میں میانہ روی

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ”کفن سنت“ پہنایا جائے جو کہ مرد کے لئے ”3“ کپڑے اور عورت کے لئے ”5“ کپڑے ہیں (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) یہ ”تعداد“ میں میانہ روی ہے۔ اگر اس سے زیادہ کپڑوں میں کفن دیں گے تو ”تبدلیور“ اور اس سے کم میں دیں گے تو ”تقتیر“ ہوگی۔

غرماء کا حق

اگر میت کا مال، مستغرق فی الدین ہو یعنی میت کا ترکہ اتنا ہو کہ اس سے دین ادا نہیں ہو سکتا، تو ایسی صورت میں قرض خواہوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ورثاء کو میت کے لئے کفن سنت سے روکنے اور کفن کفایہ پہنانے پر مجبور کرنے کا حق حاصل ہے۔

کفن کی اقسام

کفن کی 3 قسمیں ہیں۔

(i) کفن سنت (ii) کفن کفایہ (iii) کفن ضرورت۔

کفن سنت

مرد کے لئے ”کفن سنت“ تین کپڑے ہیں۔

۱۔ ازار، سر سے پاؤں تک ہو۔

۲۔ کفنی، گردن سے پاؤں تک کلی اور آستین کے بغیر، اگلی اور پچھلی جانب برابر ہو

۳۔ لفافہ، سر اور پاؤں، دونوں طرف اتنا ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔

عورت کے لئے پانچ کپڑے سنت ہیں۔

۱۔ ازار، سر سے پاؤں تک ہو۔

۲۔ کفنی، گردن کی جڑ سے پاؤں تک۔

نوٹ: مرد و عورت کے لئے کفنی میں اتنا فرق ہے کہ مرد کے لئے قمیص عرض میں

موڑھوں کی طرف چیری جاتی ہے اور عورت کے لئے سینے کی جانب۔

۳۔ لفافہ، سر اور پاؤں، دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔

۴۔ اوڑھنی، جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو۔

۵۔ سینہ بند، کہ پستان سے ناف تک بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو۔

کفن کفایہ

مرد کے لئے دو کپڑے۔

(i)۔ ازار

(ii)۔ لفافہ

عورت کے لئے تین کپڑے۔

(i) کفنی (ii) لفافہ (iii) اوڑھنی یا (i) لفافہ (ii) ازار (iii) اوڑھنی

۱۔..... در مختار، جلد 3، صفحہ 96 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

۲۔..... در مختار، جلد 3، صفحہ 96 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

۳۔..... در مختار، جلد 3، صفحہ 96 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

کفن ضرورت

جب کفن دینے کے لئے تین یا دو کپڑے میسر نہ ہوں تو پھر ایک ہی چادر میں کہ سر سے پاؤں تک ہو مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی کافی ہے۔ اس کو ”کفن ضرورت“ کہتے ہیں۔ جب تک اس قدر بھی کپڑا میسر ہو میت کے کفن کے لئے کسی سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

افضل کفن

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر میت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفن سنت افضل ہے۔ اور عکس ہو تو کفن کفایت اولیٰ۔ اور اس (کفن کفایت) سے کمی بحالت اختیار جائز نہیں ہے

نوٹ

میت کے ایصالِ ثواب کے لئے جو کچھ خرچہ کیا جائے اس میں اس بات کا خوب خیال رکھا جائے کہ مال وراثت میں سے خرچ نہ کریں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وارثوں میں کوئی نابالغ بچہ ہو، وہ بچہ نہ تو خود اپنا مال خرچ کرنے کا حق رکھتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کو اس کا مال خرچ کرنے کا اختیار ہے۔ محفلِ سوئم یا ایصالِ ثواب کی کسی بھی محفل کے لئے جب اس کے حصہ سے خرچ ہوگا تو یہ ناجائز ہوگا۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی وارث وہاں موجود نہ ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حصہ کو خرچ کرنا بھی ناجائز ہوگا نیز اگر موجود ہو بھی سہی لیکن اس سے اجازت نہ لی گئی ہو تو تب بھی اس کا مال خرچ کرنا ناجائز ہے۔ میت کے ایصالِ ثواب کے لئے سوئم، قیل خوانی، سانا، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ ایصالِ ثواب کی دیگر محفلیں بے شک امور مستحبہ ہیں اور باعثِ اجر و ثواب ہیں۔ لیکن ان محفلوں کے نام پر آج کل جو بڑی بڑی دعوتوں کا رواج شروع ہو چکا ہے، محض دکھاوے کی خاطر لذیذ کھانے پکتے

۱۔ در مختار، جلد 3، صفحہ 96، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

۲۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 9، صفحہ 100، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان۔

ہیں، بالخصوص میت کے ترکہ میں سے پیسہ خرچ کیا جاتا ہے، شرکاء محفل یوں تیار ہو کر آتے ہیں جیسے کسی شادی کی محفل میں آئے ہوں، ان پاک و مقدس محفل کا مقصد ایصالِ ثواب ہی رہنا چاہئے، ان میں بدعات و خرافات کی آمیزش نہیں ہونی چاہئے۔

خصوصی نوٹ

یہ تمام احتیاطیں اس وقت ہیں کہ میت نے وصیت نہ کی ہو اور اگر وصیت کی ہے تو ثلث (1/3) میں اس کی وصیت نافذ کی جائے گی۔ مثلاً اس نے کہا کہ میرا کفن اچھا بنانا اور میرے ایصالِ ثواب کے لئے اتنے روپے فلاں مدرسہ کو دے دینا۔

قوله ثم تقضى ديونه الخ

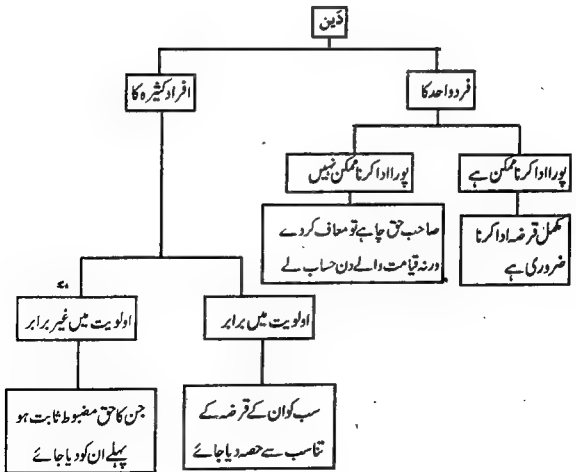
دوسرا حق ”قرضہ جات کی ادائیگی“

دوسرا حق میت کے وہ دیون (واجب الاداء رقوم) ہیں جن کا خالق کی طرف سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کسی شئی کے عوض میں مال کا ذمہ میں واجب ہونا ”دین“ کہلاتا ہے۔ لہذا ٹیکس بھی دین ہے کیونکہ یہ بھی حفاظت کے منافع حاصل کرنے کے عوض میں دیا جاتا ہے۔ البتہ زکوٰۃ دین نہیں ہے، کیونکہ یہ اگرچہ ذمہ میں واجب تو ہوتی ہے لیکن کسی شئی کے بدل کے طور پر نہیں ہوتی لہذا یہ دین نہیں۔

قرضہ جات کی ادائیگی کا طریقہ کار

دین دو حال سے خالی نہیں ہوگا کہ کسی ایک شخص کا ہوگا یا افراد کثیرہ کا۔ اگر فرد واحد کا ہو تو دو حال سے خالی نہیں کہ وہ قرضہ اس کے مال میں سے پورا ادا ہو جائے گا یا نہیں۔ اگر ہو جائے تو قبضہ نہیں تو صاحب حق کی مرضی ہے، چاہے تو معاف کر دے ورنہ آخرت کے لئے معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد کر دے۔ اور اگر افراد کثیرہ کا ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ سب ”اولویۃ“ میں متفرق ہو گئے یا متفق۔ اگر متفرق ہوں یعنی کسی کا حق حقیقتاً ثابت ہو (مثلاً بینہ سے ثابت ہے یا زمانہ صحت میں اقرار سے ثابت ہے یا میت

نے مرض میں اقرار کیا تھا اور وہ معاینہ سے ثابت ہو چکا) اور کسی کا حق حکماً ثابت ہو (مثلاً حالت مرض میں اس نے اقرار کیا اور معاینہ سے ثابت نہیں ہوا یعنی اس کے دین کا ثبوت اس کے اقرار پر موقوف ہے) اب جو حق حقیقتاً ثابت ہے وہ مقدم ہوگا یعنی اس کو حکماً ثابت ہونے والے حق سے پہلے ادا کیا جائے گا۔ اور اگر سب کے سب لوگ ”اولویت“ میں برابر ہوں مثلاً سب کا حق حقیقتاً ثابت ہو یا تمام کا حق حکماً ثابت ہو تو پھر سب کے درمیان ان کی رقم کے تناسب سے مال تقسیم کیا جائے گا۔ یعنی جس کی رقم زیادہ ہو اس کو زیادہ دیا جائے گا اور جس کی کم ہو اس کو کم دیا جائے گا۔ مثلاً میت کا ترکہ دوسو روپیہ ہے جبکہ قرض خواہ تین ہیں ایک کا قرضہ دس ہزار روپے ایک کا چھ ہزار اور ایک کا چار ہزار ہے، تو دس ہزار والے کو سو روپیہ، چھ ہزار والے کو ساٹھ روپے اور چار ہزار والے کو چالیس روپے دیئے جائیں گے۔



حقوق اللہ کا حقوق العباد سے تقابل

اگر کسی شخص پر اللہ عزوجل کے حقوق باقی ہوں مثلاً زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کی ہو، کفارہ رہتا ہو یا اس طرح کا کوئی اور واجب من اللہ رہتا ہو تو وہ ہمارے نزدیک مرتے ہی ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت کی شرط ”اداء بالنفس“ ہے، جب وہ مر گیا تو شرط ختم ہو گئی، لہذا وہ حقوق ختم ہو گئے۔ نیز اگر کسی پر دوطرح کے حقوق باقی ہوں کچھ حقوق اللہ (مثلاً زکوٰۃ کی ادائیگی یا کفارہ کی ادائیگی) اور کچھ حقوق العباد (مثلاً کسی سے گندم خریدی تھی اس کی قیمت کی ادائیگی ابھی باقی تھی) تو حقوق العباد ادا کئے جائیں گے اور حقوق اللہ چھوڑ دیئے جائیں گے۔

سوال

اگر کسی شخص نے وصیت کی ہو کہ میرا مال فلاں شخص کو دے دینا تو اس صورت میں یہ ”حق اللہ“ بھی بن جاتا ہے، تو کیا اب بھی ادائیگی دیوں ہی مقدم ہوگی؟

جواب

جی ہاں! دین کی ادائیگی نفاذ وصیت پر مقدم ہی رہے گی، کیونکہ اس نے جس چیز کی وصیت کی ہے وہ کوئی شرعی فرض نہیں ہے بلکہ محض ”تبرع“ ہے جب کہ دین کی ادائیگی فرض ہے اور فرض، تبرع سے بہر حال اقویٰ ہوتا ہے اس لئے دین ہی مقدم ہوگا۔

اعتراض

اگر کسی نے نماز، روزہ، حج یا کسی نذر کی وصیت کی ہو، تو اس صورت میں ”دین“ اور ”وصیت“ برابر ہو گئے، اب آپ کس بنیاد پر دین کو مقدم کریں گے؟ کیونکہ جس طرح دین کی ادائیگی ضروری ہے اسی طرح نماز کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔

جواب

ہم یہ مانتے ہیں کہ نماز، روزہ، حج وغیرہ فرضیت میں تو برابر ہیں، لیکن ان دونوں

میں ایک فرق بہر حال موجود ہے وہ یہ کہ دین کی حیثیت ایسی ہے کہ اگر وہ ادا نہ کرے تو قاضی اس کو قید کروا کے ادائیگی پر مجبور کر سکتا ہے، جب کہ ان مذکورہ فرائض میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی ادائیگی کے لئے قاضی اس کو قید کروا کے ادائیگی پر مجبور کر سکے لہذا دین، وصیت پر بھی مقدم ہے۔

اعتراض

اگر میت نے زکوٰۃ کی ادائیگی کی وصیت کی ہو تو اب آپ دین کو مقدم کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ زکوٰۃ اور دین میں وہ فرق نہیں ہے جو نماز اور دین میں تھا، کیونکہ جس طرح دین کی عدم ادائیگی کی صورت میں قاضی اس کو قید کروا کر ادائیگی پر مجبور کر سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قاضی اس کو بھی قید کروا کر ادائیگی پر مجبور کر سکتا ہے۔ اب جبکہ وصیت زکوٰۃ کی صورت حال بالکل دین جیسی ہے پھر ”دین“ کو مقدم اور ”وصیت“ کو مؤخر کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب

وصیت زکوٰۃ اگرچہ دین کی طرح ہے لیکن پھر بھی ان دونوں میں فرق موجود ہے۔ وہ یہ کہ اگر مدیون کے پاس دین کی جنس پائی جائے تو قاضی اس سے وہ مال جبرا بلا اجازت لے کر بھی دائن کو دے سکتا ہے، جبکہ زکوٰۃ کا معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جس مال میں زکوٰۃ فرض ہوئی اگرچہ اس کے پاس اس کی جنس موجود ہو پھر بھی قاضی اس کی اجازت کے بغیر وہ مال لے کر زکوٰۃ ادا کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ معلوم ہوا کہ دین، وصیت زکوٰۃ سے بھی اتنی ہے، اسی لئے تو اس کو وصیت پر مقدم کرتے ہیں۔

دیون کی ادائیگی کو زکوٰۃ پر مقدم کرنے کی ایک اور وجہ

یہاں پر ایک عین میں دو حق جمع ہو گئے، ایک ”حق العبد“ اور دوسرا

”حق اللہ عزوجل“ اور قانون یہ ہے کہ جب کسی ایک چیز میں ”حق اللہ“ اور

”حقوق العباد“ جمع ہو جائیں اور اس چیز سے دونوں کی ادائیگی ممکن نہ ہو تو پھر ”حق العبد“ حق اللہ عز و جل پر مقدم ہوتا ہے، کیونکہ بندہ تو محتاج اور حاجت مند ہے اس کو دین کی ضرورت ہے جبکہ اللہ عز و جل ہر چیز سے بے نیاز ہے اس کو کسی کے مال کی کچھ حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔

اعتراض

قرآن کریم میں پہلے وصیت کا ذکر ہے جبکہ دین کا ذکر بعد میں ہے، ارشاد ہے:

من بعد وصیة یوصیٰ بها اودین

”میت کی وصیت اور دین نکال کر“ (ترجمہ کنز الایمان)

لہذا آپ کو بھی چاہئے تھا کہ ”خیر الکلام“ کی اتباع کرتے ہوئے وصیت کو دین پر مقدم رکھتے۔

جواب

درج ذیل حدیث شریف کی بناء پر ہم دین کو وصیت پر مقدم کرتے ہیں۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لکم تقرر ون هذه الآیة

”من بعد وصیة یوصیٰ بها اودین وان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم قضیٰ بالدين قبل الوصیة

”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول

پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نفاذ وصیت سے قبل دیون وغیرہ ادا فرمایا کرتے تھے۔

ترمذی، ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے¹۔

1..... (i) جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 34، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، لاہور۔

..... (ii) سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الدین قبل الوصیة، صفحہ 199، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

ادائیگی دیون وصیت پر مقدم ہونے کے سلسلے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکمل باب باندھا ہے جس کے تحت آپ نے فرمایا:

وید کران النبی ﷺ قضی بالدين قبل الوصية¹

”اور اس بات کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وصیت سے پہلے دیون ادا کئے“

آیت میں وصیت کا ذکر ”دین“ سے پہلے کرنے کی حکمت

اصلاً ذہن ہی مقدم ہے، مذکورہ آیت میں وصیت کو دین سے پہلے ذکر کرنے میں خاص حکمتیں ہو سکتی ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(i) پیچھے وراثت کا تذکرہ چل رہا تھا اس کے ساتھ ہی وصیت کو بھی ذکر کر دیا اس لئے کہ وصیت میراث کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے اس طرح کہ ”میراث“ بلا عوض ملتی ہے اسی طرح ”وصیت“ میں بھی جو کچھ ملتا ہے وہ بلا عوض ملتا ہے، جبکہ ”ذہن“ مال کے عوض ملتا ہے، چونکہ ”وصیت“ کو میراث کے ساتھ مشابہت حاصل تھی، اس لئے اس کو میراث کے ساتھ ذکر کر دیا۔

(ii) ذہن کا مطالبہ کرنے والے موجود ہوتے ہیں وہ خود ہی ادائیگی کے لئے مطالبات کرتے رہتے ہیں، جس کی بناء پر وراثہ بھی ادا کرنے کے لئے باسانی تیار ہو جاتے ہیں۔ بخلاف وصیت کے کہ اس میں تو مفت میں کسی کو مال دیا جاتا ہے اور اس کا مطالبہ بھی اس قدر سختی سے نہیں ہوتا جس قدر سختی سے قرض وغیرہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کی ادائیگی میں ورثاء سستی کریں۔ اس لئے وصیت کی ادائیگی کی ترغیب دلانے اور اس پر ابھارنے کے لئے ”وصیت“ کو ”دین“ سے پہلے ذکر کیا ورنہ مرتبہ تو ذہن کا ہی مقدم ہے۔

(iii) وصیت کو وراثت کے ساتھ ذکر کر کے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ جس طرح دین کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح وصیت کو پورا کرنا بھی

1۔ بخاری شریف، جلد 1، صفحہ 384، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

واجب ہے اسی لئے تو دونوں کے درمیان لفظ ”او“ استعمال کیا جو کہ مماثلت پر دلالت کرتا ہے۔
(iv) دین کسی نہ کسی چیز کے عوض میں ہوتا ہے اس لئے ان کی ادائیگی میں ورثاء کو زیادہ تامل نہیں ہوتا لیکن وصیت تو چونکہ ہے ہی بلا عوض، ہو سکتا ہے کہ اس کی ادائیگی میں ورثاء کوئی پس و پیش کریں اس لئے وصیت کی اہمیت بیان کرنے کے لئے اس کو آیت میں مقدم کیا۔

قوله ثم تنفذ وصايا الخ

تیسرا حق ”نفاذ وصیت“

وصیت کی تعریف

بطور احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا وصیت کہلاتا ہے لے
وصیت کی شرائط

(i) موسیٰ (وصیت کرنے والا) تبرع کا اہل ہو۔

(ii) موسیٰ بہ (جس چیز کی وصیت کی ہے) مباح ہو۔

(iii) وصیت کے بعد موسیٰ کی طرف سے صراحۃً یا دلالتاً کسی قسم کا رجوع

عن الوصیت ثابت نہ ہو۔

(iv) موصی لے (جس کے لئے وصیت کی جا رہی ہے) موسیٰ کی موت کے

وقت زندہ ہو۔

(v) موسیٰ لے، قاتل موسیٰ نہ ہو۔

(vi) موصی لے، موسیٰ کا وارث نہ ہو۔ ہاں اگر موجود ورثاء اس کی اجازت

دے دیں تو جائز ہے۔

(viii) موسیٰ بہ (جس چیز کی وصیت کی ہے) قابل تملیک ہو، لہذا ناقابل

١ نسیم الحقائق جلد 7 صفحہ 375 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

تملیک چیز کی وصیت کرنا درست نہیں ہے۔ مثلاً کسی نے یہ وصیت کی مجھے فلاں مکان پر شفعہ دائر کرنے کا جو حق تھا اسے میں تیرے لئے وصیت کرتا ہوں، میرے مرنے کے بعد تم اس پر شفعہ دائر کر لینا، یہ وصیت درست نہیں، کیونکہ اس نے اپنے حق شفعہ کو موصلی بہ بنایا اور یہ (حق شفعہ) ناقابل تملیک ہے، اس لئے یہ وصیت درست نہیں ہے۔

(ix) اس کے ذمہ اتنا قرضہ نہ ہو کہ اس کو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی ہی نہ بچے۔

وصیت کی مشروعیت

(۱) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

من بعد وصیة یوصی بها او دین لہ
”میت کی وصیت اور دین نکال کر“ (ترجمہ کنز الایمان)

(۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ تصدق علیکم عند وفاتکم بثلث اموالکم زیادة فی اعمالکم ۲

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر موت کے وقت اپنے مال میں سے ثلث کی وصیت کرنے کا حکم دیا ہے، یہ وصیت تمہارے لئے اعمال میں اضافے کا باعث ہوگی۔

مال وصیت کو استعمال کرنے کا طریقہ

اگر کسی نے وصیت کی ہو تو ادائیگی دیون کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے ایک تہائی (1/3) تک وصیت پورا کرنے میں لگائیں۔ مثلاً کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد پانچ ہزار روپیہ میرے فلاں دوست کو دے دینا یا میری نمازوں یا روزوں کا فدیہ ادا کر دینا تو ورثاء پر لازم ہے کہ ایک تہائی میں جتنا ہو سکے میت کے اس دوست کو دیں۔ اس کی نمازوں یا روزوں کا فدیہ دیں۔

۱۔ سورۃ النساء، ۱۱

۲۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الوصایا، الوصیۃ بالثلث، صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

اور زہے نصیب کہ کوئی وارث اپنے ذاتی مال سے اس کا فدیہ ادا کر دے تو ان شاء اللہ بارگاہِ الہی سے قبولیت کی امید ہے۔

نوٹ

یہاں یہ بات یاد رہے کہ وصیت پورا کرنے میں ایک تہائی (1/3) سے زیادہ مال نہیں لگائیں گے۔ ایک تہائی سے زیادہ میں وصیت باطل ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ کل مال کا ایک تہائی (1/3) نہیں، بلکہ قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد جو بچ جائے اس کے ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوگی۔

وصیت کا شرعی حکم

پہلے وصیت واجب تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ أَنْ تَرِكَ خَيْرَ الْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ

”تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لئے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر“ (ترجمہ: کنز الایمان)

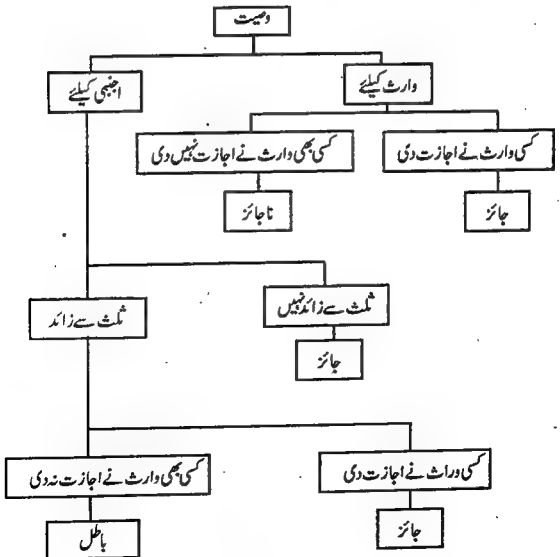
اسی آیت کے تحت حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابتدائے اسلام میں وصیت فرض تھی، جب میراث کے احکام نازل ہوئے منسوخ کی گئی، اب غیر وارث کے لئے تہائی سے کم میں وصیت کرنا مستحب ہے، بشرطیکہ وارث محتاج نہ ہوں یا ترکہ ملنے پر محتاج نہ رہیں، ورنہ ترکہ، وصیت سے افضل ہے۔^۱

۱۔ البقرہ: ۱۸۰

۲۔ خزائن لمرقان

وصیت کے احکام کے متعلق وجہ صر

وصیت دو حال سے خالی نہ ہوگی کہ وارث کے لئے ہے یا اجنبی کے لئے، اگر وارث کے لئے ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ کسی وارث نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں، اگر کسی ایک نے بھی اجازت دے دی ہے تو وصیت جائز اور اگر کسی نے بھی اجازت نہیں دی تو جائز نہیں اور اگر وصیت کسی اجنبی کے لئے ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ ثلث مال سے زیادہ کی ہے یا کم، کی اگر ”ثلث مال“ یا ”کم“ کی ہے تو مطلقاً جائز ہے اور اگر زیادہ کی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ کسی وارث نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں اگر کسی ایک نے بھی اجازت دے دی تو یہ وصیت جائز ہے اور اگر کسی نے بھی اجازت نہیں دی تو ثلث سے زائد میں وصیت باطل ہے۔



سوال

اگر ورثاء میں سے صرف ایک اجازت دے تو وارث اور اجنبی دونوں کے حق میں وصیت کا نفاذ ناجائز ہونا چاہئے، کیونکہ اس میں دوسروں کی حق تلفی ہے کہ جنہوں نے اجازت نہیں دی ان کی ملکیت میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف کیا جا رہا ہے۔

جواب

وصیت درست ہے۔ ہم نے یہ کب کہا کہ دیگر ورثاء کے حصوں سے بھی ادائیگی ہوگی، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ادائیگی صرف اسی وارث کے حصہ سے کی جائے گی جس نے اجازت دی ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ”موصیٰ لہ“ کو اس اجازت دینے والے کے حصہ میں سے پوری وصیت کی ادائیگی نہیں کی جائے گی بلکہ ادائیگی کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ پہلے وہ وصیت تمام ورثہ پر ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کر دی جائے گی، اب جتنا حصہ اس اجازت دینے والے کے حق میں آئے گا صرف اتنا حصہ اس سے لے کر ”موصیٰ لہ“ کو دیا جائے گا۔

قولہ ثم بقسم الباقي الخ

﴿چوتھا حق ”تقسیم بین الورثاء“﴾

تجہیز و تکفین، ادائیگی دیون اور نفاذ وصیت کے بعد جو مال بچ رہے وہ ورثاء کے درمیان کتاب اللہ، سنت اور اجماع سے ثابت شدہ حق وراثت کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔

نوٹ

تقسیم بین الورثہ چوتھے نمبر پر اس صورت میں ہے کہ سابقہ تینوں حقوق پائے جاتے ہوں اگر میت کی طرف سے کوئی وصیت نہ تھی تو اب تقسیم بین الورثاء ”تیسرا حق“ ہوگا اور اگر نہ وصیت تھی اور نہ ہی اس پر کسی قسم کا دین تھا تو اب تقسیم بین الورثاء ”دوسرا حق“ ہوگا اور اگر نہ وصیت تھی، نہ دین اور نہ ہی تجہیز و تکفین ہوئی مثلاً وہ ڈوب کر مر رہا تھا، تو اب تقسیم بین الورثاء ”پہلا حق“ ہوگا اور اگر نہ کہ کا آغاز تقسیم سے کیا جائے گا۔ اس لئے کہ کسی بھی حق کو جو

پہلا، دوسرا، تیسرا اور چوتھا کہا گیا ہے وہ اپنے سے سابقہ حق کے پائے جانے کے اعتبار سے ہے۔ لہذا جہاں حقوق متقدمہ پائے جائیں گے وہاں تقسیم بین الورثاء ”حق رابع“ ہوگا۔

وارث کی تعریف

وہ شخص جو ایسے شخص کے مرجانے کے بعد باقی رہا جس سے اس باقی کا نسب یا سبب ثابت ہو ”وارث“ کہلاتا ہے۔

ثبوت وراثت کے ماخذ

ثبوت وراثت کے ماخذ تین ہیں۔

پہلا ماخذ کتاب اللہ

کچھ ورثاء ایسے ہیں جن کا حق وراثت، کتاب اللہ سے ثابت ہے ان کے درمیان ترکہ میت کی تقسیم قرآن کریم کے بیان کردہ احکام کے مطابق کی جائے گی۔ مثلاً ماں، باپ، بیٹی، بیٹا، شوہر، بیوی، بھائی اور بہن کہ ان کا حق وراثت، قرآن کریم سے ثابت ہے۔

دوسرا ماخذ سنت

کچھ ورثاء ایسے ہیں جن کا حق وراثت، حدیث سے ثابت ہے ان کے درمیان ترکہ میت کی تقسیم حدیث شریف کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق کی جائے گی، مثلاً آقائے دو عالم خیر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی کو والدہ کے ساتھ لاحق فرما کر اس کے لئے چھ حصہ (1/6) مقرر فرمایا اور لڑکیوں کے ساتھ ساتھ سگی بہنوں کے لئے بھی حصہ مقرر فرمایا اور نانی کا حصہ بھی مقرر فرمایا۔

تیسرا ماخذ اجماع امت

کچھ ورثاء ایسے ہیں جن کا حق وراثت اجماع سے ثابت ہے ان کے درمیان ترکہ میت، اجماع سے ثابت شدہ اصولوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا مثلاً پوتوں اور پوتیوں کا حق

اجماع امت سے ثابت ہے۔ جن لوگوں کا حق ان مذکورہ تین طرق میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا وہ ترکہ حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔

فیبدأ باصحاب الفرائض وهم الذین لهم سهام مقدرة فی کتاب اللہ تعالیٰ ثم یبدأ بالعصبات من جهة النسب والعصبة مطلقا کل من یأخذ من التركة ما بقیته اصحاب الفرائض وعند الانفراد یحوز جمیع المال ثم یبدأ بالعصبة من جهة السبب وهو مولی العتاقة ثم عصبة ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیه بقدر حقوقهم ثم ذوی الارحام ثم مولی الموالاة ثم المقر له بالنسب علی الغیر بحیث لم یشبث نسبه باقرار من ذالک الغیر اذا مات المقر علی اقراره ثم الموصی له بجمیع ماله ثم بیت المال

ترجمہ

”اصحاب فرائض سے تقسیم شروع کی جائے گی۔ اور (اصحاب فرائض) ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے حصے قرآن کریم میں مقرر ہیں۔ پھر ان عصبات (کو حصہ دیا جائے گا) جو نسب کی جہت سے ہوں اور عصبہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو اصحاب فرائض سے بچا ہوا مال لے، اور تنہا ہونے کی صورت میں سارا مال لے۔ پھر اس عصبہ کو (حصہ دیا جائے گا) جو سبب کی جہت سے ہو اور وہ مولی العتاقہ ہے۔ پھر اسی ترتیب پر اس کے عصبہ (کو حصہ دینا) شروع کریں۔ پھر ذوی الفروض النسبیه (پر) ان کے حقوق کے مطابق رد کریں گے پھر ذوی الارحام (کو) پھر مولی الموالاة (کو) اس کے بعد اس شخص (کو دیں گے) جس کے لئے غیر پر نسب کا اقرار کیا گیا ہو اس طرح کہ اس کا نسب اس کے اقرار کی بنیاد پر اس کے غیر سے ثابت نہ ہوتا ہو جبکہ وہ اپنے اقرار پر قائم رہتے ہوئے مر جائے۔ پھر اس شخص کو (حصہ دیں گے) جس کے لئے میت نے پورے مال کی وصیت کی ہو۔ پھر (اگر مذکورہ وراثہ میں سے کوئی نہ ہو تو) بیت المال (میں جمع کر دیا جائے گا)“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قوله..... فیهذا باصحاب الفرائض الخ

ترکہ میت کے مستحقین

میت کے ترکہ کے مستحقین کی تعداد 10 ہے۔ جو کہ بالترتیب درج ذیل ہیں۔

(۱)..... اصحاب فرائض

(۲)..... عصبہ نسبیہ

(۳)..... عصبہ سبیہ

(۴)..... عصبہ سبیہ کے مذکر عصبات

(۵)..... رد علی ذوی الفروض النسبیہ

(۶)..... ذوی الارحام

(۷)..... مولیٰ الموالات

(۸)..... مقررہ بالنسب علی الغیر

(۹)..... موصیٰ له بجمیع ماله

(۱۰)..... بیت المال

1۔ اصحاب فرائض

یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصص قرآن، سنت اور اجماع سے مقرر اور متعین ہیں۔

اصحاب فرائض کو عصبات پر مقدم کرنے کی وجہ

پہلی وجہ

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی ﷺ قال
الحقوا الفرائض باهلها فامبقی فهو لاولی رجل ذکر

”حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرائض ان کے اہل (یعنی اہل فرائض) کو دو۔ اگر (اہل فرائض کو ان کے حصے ادا کر دینے کے بعد) کچھ بچ رہے تو وہ ان مردوں کے لئے ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہو“

دوسری وجہ

ان کے حصص قرآن کریم میں جہاں بیان کئے گئے ہیں وہاں کسی دوسرے وارث کا تذکرہ تک نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ میت کے ترکہ میں سے اولاً ان کے حصص ادا ہو جائیں، ان کو دینے کے بعد جو بچ رہے وہ دوسروں میں تقسیم کیا جائے۔ اگر اہل فرائض کے درجہ میں کوئی اور وارث بھی ہوتا تو مقام بیان میں ان کا بھی تذکرہ کیا جاتا۔

تیسری وجہ

اگر اصحاب فرائض کو عصبات پر مقدم نہ کرتے بلکہ عصبات کو مقدم کر دیتے تو ”اصحاب فرائض“ ترکہ سے محروم رہ جاتے۔ کیونکہ جب عصبات، مقدم ہونگے تو وہ منفرد ہونگے اور عصبہ جب منفرد ہوتا ہے تو سارا مال لیتا ہے، تو اصحاب فرائض کو مقدم نہ کرنے کی صورت میں عصبات، سارا مال لے جائیں گے اور اصحاب فرائض محروم رہ جائیں گے اور اصحاب فرائض کا محروم رہنا باطل ہے۔

۱۔ الصحيح البخاری، جلد 2، کتاب الفرائض، صفحہ 997، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

قوله..... ثم يبدأ بالعصبات الخ

2- عصبات نسبيه

ہر وہ وارث جو اصحاب فرائض سے بچ جانے والا مال لے اور اکیلا ہونے کی صورت میں سارا مال لے۔

اعتراض

تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کہ یہ تو اصحاب فرائض پر بھی صادق آرہی ہے کیونکہ ”اصحاب فرائض“ بھی جمع مال لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ عصبات نہیں ہوتے جیسا کہ کسی میت کے عصبات نہ ہوں تو سارا مال اصحاب فرائض ہی لیں گے۔

جواب

عصبہ کی تعریف میں ایک قید معتبر ہے وہ یہ کہ ”اصحاب فرائض“ سے بچ جانے والا سارا مال ”ایک ہی جہت“ سے لیں۔ اب اعتراض جاتا رہا، اس لئے کہ ”اصحاب فرائض“ سارا مال ”ایک ہی جہت“ سے نہیں لیتے بلکہ کچھ مال تو اصحاب فرائض ہونے کی وجہ سے لیتے ہیں اور بقیہ مال ”رد علی ذوی الفروض“ کی بناء پر لیتے ہیں۔ لہذا تعریف جامع اور مانع ہے۔

قوله..... ثم بالعصبة من جهة السبب الخ

(۳) عصبات نسبيه

یہ ”سولی العتاقہ“ ہے (یعنی کسی غلام کو آزاد کرنے والا) اس کو ”عصبہ نسبی“ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی عصوبت، قرابت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ آزاد کرنے کے ”سبب“ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس دلاء کو ”ولاء العتاقہ“ اور ”ولاء النعمۃ“ بھی کہتے ہیں۔ اگر میت کا کوئی ”عصبہ نسبی“ نہ ہو، تب اس کو وراثت دی جاتی ہے ورنہ عصبات نسبیہ کے ہوتے ہوئے اس کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہوتا۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ کسی شخص نے اپنا غلام یا کوئی باندی آزاد کی، آزاد ہونے کے بعد وہ باندی یا غلام مرگیا اور اس کا کوئی ”نسبی عصبہ“ بھی نہیں ہے کہ اصحاب فرائض سے بچ جانے والا یا اکیلا ہونے کی صورت میں سارا مال لے تو ایسی صورت میں وہ آزاد کرنے والا اس کا عصبہ سہمی ہونے کی وجہ سے سارا مال حاصل کر لے گا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی نے ایک غلام کو آزاد کیا اس کے بعد وہ غلام مرگیا، غلام کی ایک بیٹی تھی، نبی اکرم ﷺ نے اس غلام کا آدھا مال اس کی بیٹی کو اور بقیہ آدھا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو دلویا۔ ۱

دیکھئے! یہاں پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو ان کے آزاد کردہ غلام کے ترکہ کا حصہ صرف اسی لئے ملا کہ انہوں نے غلام کو آزاد کیا تھا۔ اسی کو ”مولى العتاقہ“ کہتے ہیں۔

نیز رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا انما الولاء لمن اعتق
”ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے“ ۲

قوله.....عصبته الخ

4۔ عصبہ سہمیہ کے مذکر عصبات

اگر عصبہ سہمی موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اس عصبہ سہمی کے مذکر عصبات وارث ہونگے۔ لیکن یہاں پر ایک قید معتبر ہے وہ یہ کہ ”عصبہ سہمی“ کے تمام عصبات نہیں بلکہ صرف ”مذکر عصبات“ وارث ہونگے۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ليس للنساء الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن

”عورت کو (کسی کی) ولاء کا حق حاصل نہیں ہوگا البتہ جسے عورت نے آزاد کیا

ہو، یا اس کی آزاد کردہ غلام نے جس کو آزاد کیا ہو“ ۳

۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ميراث الولاء، صفحہ 201، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔
۲۔ الصحيح البخاری، جلد 2، باب فرائض، باب الولاء لمن اعتق، صفحہ 999، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
۳۔ سنن دارمی، حدیث نمبر 3014۔

اس کی صورت یوں ہوگی کہ زید کا ایک بیٹا (حسن)، ایک بیٹی فاطمہ اور ایک غلام ہے۔ غلام کو اس نے آزاد کر دیا اور غلام آزاد کرنے کے بعد زید خود مر گیا، اس کے بعد وہ غلام مر گیا اور اس غلام کا کوئی ”نسبی عصبہ“ موجود نہیں ہے، اب اس کا مال اس کے ”سببی عصبہ“ (اس کے سابقہ آقا زید) کے مذکر عصبہ (حسن) کو ملے گا۔ جبکہ مرحوم آقا (زید) کی بیٹی (فاطمہ) کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

قوله..... ثم الرد علی ذوی الفروض الخ

5۔ ذوی الفروض کو دوبارہ ادا نیگی

اگر ذوی الفروض کے علاوہ کوئی دوسرا وارث جینی نسبی یا سببی عصبہ موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں ترکہ دوبارہ اصحاب فرائض میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا مثلاً دو ذوی الفروض کو ترکہ میں سے جو حصہ ملا ان میں نسبت 2 اور 1 کی تھی تو اب بچ جانے والا ترکہ بھی ان دونوں کے مابین 2 اور 1 کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا (تفصیل آگے آرہی ہے۔)

ذوی الفروض نسبی

نسبی اعتبار سے ”ذوی الفروض“ دس قسم کے رشتہ دار ہیں

(i) باپ (ii) دادا (iii) اخیانی بھائی (iv) بیٹی (v) پوتی

(vi) سگی بہن (vii) علاقائی بہن (viii) اخیانی بہن (ix) ماں (x) دادی۔

نوٹ: ذوی الفروض کے ساتھ ”نسبی“ کی قید لگانے سے ”سببی ذوی الفروض“ یعنی

میاں بیوی، ”خارج ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ ذوی الفروض تو ہیں لیکن ”نسبی“ نہیں بلکہ ”سببی“ ہیں۔ دوبارہ تقسیم میں ان کو حصہ نہیں ملے گا۔

سوال:

دوبارہ تقسیم میں ”زوجین“ کو حصہ سے محروم کیوں کیا گیا؟

جواب

قیاس کے مطابق تو یہ وراثت کے حقدار ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا میت کے نسب سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہوتا، بلکہ ان کا استحقاق تو محض کتاب و سنت کے حکم کے باعث ہے۔ اور اصول یہ ہے کہ خلاف قیاس حکم صرف وہیں تک محدود رہتا ہے جہاں تک اصل نص میں بیان کیا گیا ہو۔ پہلی تقسیم میں ان کا استحقاق کتاب و سنت سے ثابت ہونے کی بنیاد پر دے دیا گیا لیکن چونکہ یہ حکم خلاف قیاس تھا اس لئے اس پر قیاس کرتے ہوئے دوبارہ تقسیم میں ان کے مستحق وراثت ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ جبکہ دوسرے اصحاب فرائض کا مستحق وراثت ہونا چونکہ موافق قیاس ہے، اس لئے دوسری تقسیم میں ان کو دوبارہ حصہ دیا گیا۔

قوله..... ثم ذوی الارحام الخ

6- ذوی الارحام

وہ لوگ جن کو میت کے ساتھ قرابت حاصل ہو اور وہ عصبہ نہ ہوں اور نہ ہی ذوہم ہوں ”ذوی الارحام“ کہلاتے ہیں۔

سوال

اصحاب فرائض کو ”ذوی الارحام“ سے مقدم کیوں کیا؟

جواب

اس لئے کہ ”ذوی الفروض“ سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار، ذوی الارحام کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

قوله..... ثم مولیٰ الموالاة الخ

7- مولیٰ الموالاة:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مجہول النسب شخص کسی دوسرے (معلوم النسب) شخص سے یہ کہے: تو میرا مولیٰ ہے۔ میرے مرنے کے بعد تو میرا وارث ہوگا اور

اگر میں کوئی جنایت کروں تو تو میری طرف سے دیت ادا کرے گا، وہ شخص قبول کر لے، تو یہ قبول کرنے والا (معلوم النسب) دوسرے (مجهول النسب) کا وارث ہوگا۔ اور اگر یہ مجهول النسب شخص کوئی جرم کرے تو اس کا تاوان بھی اُس (معلوم النسب) کے ذمہ ہوگا۔

اور اگر جس سے عقد کیا گیا وہ بھی مجهول النسب ہے اور وہ بھی اس سے اسی طرح عقد کرے اور یہ اس کو قبول کر لے تو دونوں ہی ایک دوسرے کے وارث ہونگے ان میں سے کوئی بھی جنایت کرے تو دوسرا اس کا تاوان دے گا اور ان میں سے کوئی بھی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث بنے گا۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مولى الموالاة کے لئے یہ شرط ہے کہ جو عقد کر رہا ہے وہ پہلے اس مولى الموالاة کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکا ہو پھر اس کے ساتھ ”عقد موالاة“ کرے۔

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس سے عقد موالاة کیا جا رہا ہے اس کے ہاتھ پر اسلام لانا ضروری نہیں ہے بلکہ کسی کے بھی ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہو ”عقد موالاة“ صحیح ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ”ولاء الموالاة“ باطل ہے، ولاء صرف آزاد کرنے والے کی ہوتی ہے جس کو ”ولاء العتاقہ“ کہتے ہیں۔ امام شافعی کا بھی یہی موقف ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

احناف کا مسلک

حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ ”ولاء الموالاة“ جائز ہے۔ اس موقف پر دلیل یہ ہے کہ حضرت اشعث بن سوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر ایک شخص اسلام لایا پھر اس نے آپ کے ساتھ عقد موالاة کیا۔

..... المنسوط، جلد 30، صفحہ 51 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

کیا پھر مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا، حضرت اشعث فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وراثت کے متعلق جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کی وراثت تیرے لئے ہے اگر تو نہیں لے گا تو پھر بیت المال میں رکھی جائے گی۔

مسئلہ:

کسی کو اس طرح اپنا وارث بنانے والا اپنے اس قول سے رجوع بھی کر سکتا ہے لیکن اگر اس نے کوئی جنایت کی اور دوسرے نے اس کا تادان دے دیا اب یہ اپنے قول سے پھرنا چاہے اور اس کو وراثت سے محروم کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔

ولاء الموالاة کی شرط

مولیٰ الموالاة کو وراثت اس وقت ملے گی جب

(i) عقد موالاة میں میراث اور عاقلہ دونوں کی شرط ہو۔ کیونکہ دونوں کی شرط موجود ہوگی تو ایک (عقد موالاة قبول کرنے والا)، دوسرے (عقد موالاة کرنے والے) کا وارث اور عاقلہ (تادان کا کفیل) ہو سکے گا۔

(ii) موالاة کرنے والے کا کوئی اور وارث موجود نہ ہو۔

(iii) نو مسلم جو عقد ”موالاة“ کرنا چاہتا ہے وہ اہل عرب میں سے نہ ہو۔

ذوی الارحام کو ”مولیٰ الموالاة“ پر مقدم کرنے کی وجہ

ذوی الارحام کو میت کے ساتھ جو قرب حاصل ہوتا ہے، مولیٰ الموالاة کو وہ قرب حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ”ذوی الارحام“ اس کے سگے اور فطری رشتہ دار ہوتے ہیں جبکہ ”مولیٰ الموالاة“ کے ساتھ اس کی رشتہ داری صرف زبانی کلامی ہے۔

قوله..... ثم المقر له بالنسب الخ

8- مقر له بالنسب علی الغیر

یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں میت نے کسی غیر کے ساتھ ثبوت نسب کا

معتبر اقرار کیا ہو۔ اس حیثیت سے کہ اس کے اقرار سے وہ نسب ثابت نہ ہوا ہو۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ زید نے عمرو (جو کہ مجهول النسب ہو، جس کی عمر تقریباً اتنی ہو کہ وہ اس کے باپ کا بیٹا ہو سکتا ہو) سے کہا ہو کہ تو میرا بھائی ہے۔ اس کا اقرار دراصل یہ ثابت کرتا ہے کہ عمرو، میرے باپ کا بیٹا ہے۔ جبکہ یہ بات پایہ ثبوت کو نہ پہنچی ہو کہ واقعی زید کا باپ اس کا باپ ہے بلکہ یہ ثبوت نسب صرف زید کے اقرار پر ہی موقوف ہو۔

جس شخص کے بارے میں میت نے اقرار کیا اس کو ”مقرلہ بالنسب علی الغیر“ کہتے ہیں۔ اس کو وراثت تب ملے گی جب میت کے ورثاء میں ”مولی الموالاة“ بھی نہ ہوں۔ اقرار کرنے والا مذکورہ مثال میں زید ”مقبر“ ہے، عمر ”مقرلہ“ ہے اور زید کا باپ ”مقر علیہ“ ہے۔

مقرلہ بالنسب علی الغیر کے مستحق وراثت ہونے کی شرائط

- (۱) جو اقرار نسب، میت نے کیا ہے وہ شرعاً معتبر بھی ہو۔ لہذا اگر ایسا اقرار کیا گیا جو معتبر ہی نہ ہو مثلاً کسی ”معروف النسب“ شخص کے بارے میں اقرار کیا یا ایسے ”مجهول النسب“ کے بارے میں اقرار کیا جو عمر میں اس میت کے باپ سے بڑا ہے یا برابر ہے تو اس سے اس کا ”مقرلہ بالنسب علی الغیر“ ہونا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ اس اقرار کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔
- (۲) جس نسب کا میت نے اقرار کیا ہو وہ غیر کی طرف رجوع کرتا ہو۔ لہذا اگر ایسا اقرار کیا جو اس کے غیر کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ خود اس میت کی طرف رجوع کرتا ہے جیسے میت نے کسی ”مجهول النسب“ شخص (جو اتنی عمر کا ہے کہ اس کا بیٹا ہو سکتا ہے) کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس اقرار سے اس کا ”مقرلہ بالنسب علی الغیر“ ہونا ثابت نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں وہ حقیقی بیٹا قرار پائے گا اور بیٹوں کی طرح وراثت پائے گا۔

- (۳) جس غیر کی طرف وہ نسب رجوع کرتا ہے اس غیر نے اس اقرار کو تسلیم نہ کیا ہو، لہذا اگر اس غیر نے اس اقرار کو تسلیم کر لیا تو وہ ”مقرلہ بالنسب علی الغیر“ نہ

ہوگا۔ مثلاً میت نے جس شخص کے بارے میں کہا تھا کہ یہ میرا بھائی ہے میت کے باپ نے یہ تسلیم بھی کر لیا کہ جس کے بارے میں اس نے اپنا بھائی ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ واقعی میرا بیٹا ہے تو اس صورت میں بھی وہ مجہول النسب ”مقرله بالنسب علی الغیر“ نہ ہوگا بلکہ حقیقتاً بھائی ہوگا اور بھائیوں کی طرح میراث پائے گا۔

(۴) میت، جس نے اس ”مجہول النسب“ کے بارے میں اقرار کیا تھا وہ مرنے تک اس اقرار پر قائم رہا ہو۔ لہذا اگر وہ قبل الموت اس اقرار سے پھر گیا تو وہ ”غیر“ مقرله بالنسب علی الغیر نہ ہو سکے گا۔

قوله..... ثم الموصیٰ له بجميع ماله الخ

(۹) موصیٰ له بجميع ماله

یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں میت نے وصیت کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد میرا سارا مال اس کو دے دیا جائے ایسے شخص کو ”موصیٰ له بجميع ماله“ کہتے ہیں۔ جب میت کے مذکورہ ورثاء میں سے کوئی بھی نہ ہو، تو احناف کے نزدیک اس کی تمام جائیداد اس موصیٰ له (جس کے لئے میت نے جمع مال کی وصیت کی ہو) کو دے دی جائے گی۔

قوله..... بیت المال الخ

(۱۰) بیت المال

اگر مذکورہ ورثاء میں سے کوئی بھی نہ پایا جائے تو پھر میت کا مال بیت المال میں بطور امانت رکھ دیا جائے گا اور یہ مال عام مسلمانوں کے لئے ہوگا لیکن یہاں پر یہ یاد رہے کہ یہ مال بطور وراثت نہیں رکھا جائے گا کیونکہ جو مال بطور وراثت رکھا جاتا ہے اس میں مذکورہ مؤنث کی بہ نسبت ذیل حصہ ملتا ہے جبکہ بیت المال کا مال تمام مسلمانوں کے لئے برابر ہوتا ہے۔ بلکہ عامۃ المسلمین کے لئے یہ مال رکھا جائے گا اگر بطور وراثت ہوتا تو سب مسلمانوں کیلئے برابر نہ ہوتا بلکہ مرد کے لئے زیادہ اور عورت کے لئے کم ہوتا۔ جیسا کہ ذی کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے اور عامۃ المسلمین اس میں برابر ہوتے ہیں۔

فصل فی الموانع

الموانع من الارث اربعة الرق وافرکان او ناقصا والقتل الذى يتعلق به وجوب القصاص او الكفارة واختلاف الدينين واختلاف الدارين اما حقيقة كالحربى والذمى او حکما كالمستأمن والذمى او الحربيتين من دارين مختلفتين والدار انما تختلف باختلاف المنعة والملک لانقطاع العصمة فيما بينهم

ترجمہ

”حصول وراثت سے چار چیزیں رکاوٹ ہیں (i) رقیّت وافر ہو یا ناقص اور (ii) وہ قتل جس سے قصاص یا کفارہ لازم ہوتا ہے اور (iii) اختلاف دینین اور (iv) اختلاف دارین یا تو حقیقہ ہو جیسے حربی اور ذمی یا حکماً ہو جیسے مستأمن اور ذمی یا دو مختلف ملکوں کے دو حربی۔ فوج اور حکمران الگ الگ ہونے کی بنیاد پر مملکت الگ سمجھی جاتی ہے، کیونکہ ایک ملک کے باشندے کی حفاظت دوسرے ملک کے ذمہ نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قوله.....الموانع من الارث الخ

موانع ارث

موانع، جمع ہے ”مانعة“ جو کہ مؤنث ہے مانع کی۔ ”مانع“ کا لغوی معنی ”حائل“ ہے۔ اور اصطلاحاً اس سے مراد وہ علت ہے جس کے کسی شخص میں پائے جانے کی وجہ سے وہ وراثت سے محروم ہو جائے۔ مطلب یہ کہ کچھ امور ایسے ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی کسی انسان میں پایا جائے تو وہ وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔

مانع دو طرح کے ہوتے ہیں

(۱) موردِ مہیت سے مانع

(۲) وارثیت سے مانع

موروثیت سے مانع وہ علت ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی شخص کا مال وراثت ہی نہ بن سکے۔ وہ علت ”نبوت“ ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لانورث ماتر کنا صدقہ

”ہمارا مال وراثت نہیں ہوتا بلکہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے“
اور دوسرا مانع ایسی علت ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص وراثت کا حصہ پانے سے محروم ہو جائے۔ یہاں پر یہی قسم مراد ہے۔

یہ چار طرح کے امور ہیں ۲۔

قولہ..... الرق وافر اسکان او ناقصا الخ

نمبر (۱)۔۔۔۔۔ رقیق (کسی کا مملوک یعنی غلام ہونا)

اصطلاح شرع میں اس ”عجنہ حکمی“ کو کہتے ہیں جو انسان کے ساتھ کفر کی وجہ سے قائم ہوتا ہے۔ یعنی غلام، حکم شرع کی وجہ سے ان تمام تصرفات سے محروم ہوتا ہے جو آزاد ترکستہ ہے۔ جیسے گواہی دینا اور حاکم بننا وغیرہ

رقیق کی اقسام

رقیق کی دو قسمیں ہیں۔

نمبر: ۱۔ تامہ

نمبر: ۲۔ ناقضہ

رقیق تامہ

کسی غلام میں پائی جانے والی ایسی غلامی جس کے ساتھ آزادی کا سبب اصلاً متعقد نہ ہوا ہو۔ جیسے خالص غلام

رقت ناقصہ

کسی غلام میں پائی جانے والی ایسی غلامی جس کے ساتھ آزادی کا سبب منعقد ہو گیا ہو۔ جیسے مدبر، مکاتب اور ام ولد۔

مدبر

مدبر کی دو قسمیں ہیں۔

(i) مدبر مطلق۔

(ii) مدبر مقید۔

مدبر مطلق

ایسا غلام جس کی آزادی کو اس کا آقا اپنی موت کے ساتھ معلق کر دے اور اس میں کسی اور وصف یا شرط کی قید نہ لگائے۔ مثلاً آقا کہے: تو مدبر ہے، میں نے تجھے مدبر کیا، تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے یا اگر میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ آقا نہ اس کو بیچ سکتا ہے، نہ کہیں رہن رکھوا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو کسی کے لئے ہبہ کر سکتا ہے۔

مدبر مقید

ایسا غلام جس کی آزادی کو اس کا آقا اپنی موت کے ساتھ معلق کر دے اور ساتھ ساتھ کسی وصف یا شرط کی قید بھی لگا دے۔ مثلاً کہے: اگر میں اس مرض میں مر گیا یا اگر میں اس سفر میں مر گیا تو تو آزاد ہے۔ یونہی کسی بھی ایسی بات کے ساتھ مقید کر دے جس میں وجود و عدم دونوں احتمال موجود ہوتے ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر آقا اسی حالت میں مرا جس حالت کے ساتھ مرنے پر غلام کی آزادی مشروط کی تھی تو اس ”مقید مدبر“ کے جمیع احکام ”مطلق مدبر“ کی طرح ہونگے۔ ۱۔

۱۔ فتاویٰ عائلیہ، جلد 2، صفحہ 41، مطبوعہ تدبیری کتاب خانہ، راجپوت۔

مکاتب

وہ غلام ہے جس کو آقا نے یہ کہہ رکھا ہو کہ تم اتنا مال مجھے دے دو تو تم آزاد ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مقررہ مال ادا کر دے تو آزاد ہو جائے گا اور جب تک کل مال ادا نہ کر دے گا، غلام ہی رہے گا۔ اور جب تک وہ غلام ”بدل کتابت“ ادا کرنے سے عاجز نہ ہو جائے آقا کیلئے اس کی بیع اور ہبہ وغیرہ ناجائز ہے۔

ام ولد

جب کوئی لونڈی اپنے آقا کے لئے بچہ پیدا کرے اور آقا اپنے سے اس کے نسب کا اقرار کرے تو وہ لونڈی اس کی ”ام ولد“ ہو جاتی ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ آقا نہ تو اس کو بیچ سکتا ہے، نہ ہبہ کر سکتا ہے، اور نہ ہی کہیں رہن رکھوا سکتا ہے۔ ۱۔

ریت کے مانع ارث ہونے کی علت

(۱) جو مطلقاً غلام ہوتا ہے وہ کسی بھی اعتبار سے مال کا مالک نہیں ہوتا یعنی جتنے بھی اسباب ملکیت ہیں ان میں سے کسی ایک کے ذریعے بھی وہ مال کا مالک نہیں بن سکتا۔ تو جس طرح وہ دیگر اسباب کے ذریعے مالک نہیں بن سکتا اسی طرح وہ سبب وراثت کے ذریعے بھی مالک نہیں بن سکتا۔

(۲) غلام کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ تمام اس کے آقا کی ملکیت میں ہے۔ اب اگر ہم غلام کو اس کے اپنے اقرباء کا وارث قرار دیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس کے آقا کو اس کے رشتہ داروں کے مال کا بلا وجہ وارث قرار دے دیا اور کسی اجنبی کو بلا وجہ مال کا وارث بنانا قطعاً باطل ہے۔ اسی طرح جو ”من وجہ“ آزاد ہے اور ”من وجہ“ غلام۔ تو اس کو بھی بمنزلہ غلام کے رکھتے ہیں کیونکہ بالآخر ہے تو وہ بھی غلام۔ مگر طور پر تو وہ بھی آزاد نہیں ہے۔ اس لئے اس کو بھی وارث قرار دینا درست نہیں ہوگا۔

۱۔ فتاویٰ مائتبی، جلد ۲، صفحہ ۴۹، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، تہران۔

قوله.....والقتل الذي يتعلق به الخ

نمبر۔۔۔۔۔(۲) قتل

کسی عاقل بالغ نے جان بوجھ کر ظماً اپنے وارث کو قتل کر دیا تو وہ قاتل اپنے مورث کی وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

القاتل لا يرث

”قاتل (اپنے مقتول کی) وراثت نہیں پائے گا“ 1

قتل کی کل پانچ صورتیں ہیں لیکن ہر صورت میں قاتل اپنے مقتول کی وراثت سے محروم نہیں ہوتا بلکہ صرف ان صورتوں میں محروم ہوتا ہے جن میں قتل سے قصاص یا کفارہ لازم آتا ہے۔ یہ قتل چار قسم کا ہے۔

قتل کی اقسام

قتل کی 5 قسمیں ہیں۔ (i) قتل عمد (ii) قتل شبه عمد (iii) قتل خطا (iv) قائم مقام

خطا (v) قتل بالسبب

نمبر: 1۔ قتل عمد

کسی دھاری دار آلہ سے قصداً قتل کرنا۔ آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد ہی ہے دھار دار آلہ مثلاً تلوار، چھری یا لکڑی اور بانس کی کھنکھسی میں دھار نکال کر قتل کیا۔ لوہے، تانبے اور پتیل وغیرہ کی کسی چیز سے قتل کیا تو اگر اس سے جرح یعنی زخم ہوا تو قتل عمد ہے مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ، ہلم، وغیرہ کہ سب آلفہ جراحہ ہیں۔ گولی اور چھرے سے قتل ہوا یہ بھی اسی میں داخل ہے۔

”قتل عمد“ کا حکم یہ ہے کہ ایسا شخص نہایت گنہگار ہے کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ قتل عمد کی سزا دنیا میں فقط ”قصاص“ ہے ہاں اگر اولیائے مقتول معاف کر دیں یا قاتل سے مال لے کر مصالحت کر لیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے مگر بغیر مرضی قاتل اگر مال لینا چاہیں تو نہیں ہو سکتا یعنی

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 32، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، ملتان۔

اگر قاتل قصاص کو کہے تو اولیائے مقتول اس سے مال نہیں لے سکتے۔ قتل عمد میں قاتل کے ذمہ کفارہ واجب نہیں۔ (قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے)

نمبر: 2- قتل شبہ عمد

قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاشی یا پتھر سے مار ڈالا۔

اسی کا حکم یہ ہے کہ قتل کرنے والا گنہ گار ہے اس پر کفارہ واجب ہے اس کے عصبہ پر دیت مغلطہ واجب ہے۔ (اس میں بھی قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے)

نمبر: 3- قتل خطاء

اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے گمان میں غلطی ہوئی مثلاً اس کو شکار سمجھ کر قتل کیا اور یہ شکار نہ تھا بلکہ انسان تھا یا مرد سمجھ کر قتل کیا حالانکہ وہ مسلم تھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں غلطی ہوئی مثلاً شکار وغیرہ پر گولی چلائی اور لگ گئی آدمی کو۔ یہاں انسان کو شکار نہیں سمجھا بلکہ شکار ہی کو شکار سمجھا اور شکار ہی پر گولی چلائی مگر ہاتھ بہک گیا گولی شکار کے نہیں لگی بلکہ آدمی کے لگ گئی۔ قتل خطا کی ہی درج ذیل صورتیں بھی ہیں۔

(۱) نشانہ پر گولی لگ کر لوٹ آئی اور کسی آدمی کے لگ گئی۔

(۲) گولی نشانہ سے پار ہو کر کسی آدمی کے لگی۔

(۳) ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا دوسرے کے لگی۔

(۴) ایک شخص کے ہاتھ میں مارنا چاہتا تھا لیکن گولی دوسرے کی گردن میں جا لگی۔

(۵) ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا مگر گولی دیوار پر لگی پھر ٹکرا کر لٹائی اور اس کو لگ گئی۔

(۶) اس کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ کر کسی آدمی پر گری اور وہ مر گیا۔

قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت واجب ہے۔ قتل خطا کی دونوں صورتوں میں اس کے ذمہ گناہ نہیں۔ یہ تو ضرور گناہ ہے کہ ایسے آلہ کے استعمال میں اس نے بے احتیاطی برتی، جبکہ شریعت کا حکم ہے کہ ایسے موقعوں پر احتیاط

سے کام لینا چاہئے۔ (اس قتل میں بھی قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے)

نمبر 4۔ قائم مقام خطا

جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور یہ مر گیا، اسی طرح چھت سے کسی انسان پر گرا اور جس پر گرا وہ مر گیا۔

قتل کی اس صورت کے بھی وہی احکام ہیں جو قتل خطا کے ہیں۔ یعنی قاتل پر کفارہ واجب ہے اس کے عصبہ پر دیت۔ (اس قتل میں بھی قاتل میراث سے محروم ہوگا) اس میں بھی قتل کرنے کا گناہ نہیں مگر یہ گناہ ہے کہ ایسی بے احتیاطی کی جس سے ایک انسان کی جان ضائع ہوئی۔

نمبر 5۔ قتل بالسبب

جیسے کسی شخص نے دوسرے کی ملک میں کنواں کھدوایا یا پتھر رکھ دیا یا راستہ میں نلڑی رکھ دی اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر وغیرہ یا نلڑی سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔ اس قتل کا سبب وہ شخص ہے جس نے کنواں کھدوایا تھا اور پتھر اور نلڑی وغیرہ رکھی تھی۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے عصبہ کے ذمہ دیت ہے قاتل پر کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ۔ ہاں یہ گناہ ضرور ہے کہ پرانی ملک میں کنواں کھدوایا وہاں پتھر رکھا۔

نوٹ

قتل کی مذکورہ صورتوں میں سے پہلی صورت میں قصاص اور اگلی تین میں کفارہ اور دیت واجب ہوتی ہے اس لئے ان چاروں صورتوں میں قاتل وراثت سے محروم ہو جاتا ہے اور یاد رہے کہ قتل کی جن صورتوں میں قصاص یا کفارہ لازم نہیں ہوتا ان صورتوں میں قاتل وراثت سے محروم بھی نہیں ہوتا خواہ قتل عمد ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً

(۱) غیر مکلف سے قتل ہوا۔

(۲) کسی کو حق کے مطابق قتل کیا مثلاً قاضی نے کسی کے قتل کا فیصلہ کیا۔

(۳) کسی عذر کی وجہ سے قتل کیا مثلاً شوہر نے اپنی بیوی کو کسی مرد کے ساتھ زنا میں ملوث پایا اور دونوں کو قتل کر دیا۔ یا کسی نے اپنی محرمہ عورت کو کسی مرد کے ساتھ زنا میں ملوث پایا تو اس کو قتل کر دیا۔ یونہی اپنی ذات یا اپنے مال کے بچاؤ کے لئے قتل کیا (جبکہ قتل کے سوا بچاؤ کی کوئی اور صورت نہ ہو)۔

مذکورہ تمام صورتوں میں اگرچہ قتل جان بوجھ کر ہوا لیکن چونکہ ان میں سے کسی صورت میں بھی کفارہ یا قصص لازم نہیں ہے اس لئے قاتل میراث سے محروم نہیں ہوگا۔
قوله واختلاف الدہنیں الخ

نمبر ۳۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اختلاف دینین

وارث اور موروث کے درمیان اسلام اور کفر کا فرق ہو۔ ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا
 اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (کنز الایمان)
 نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث شریف بھی ہے:

عس اشامة بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ
 لا یورث المسلمہ الکافر ولا الکافر المسلمہ

”حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا اور کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بن سکتا“۔

السیط فی شرح الفرائض والمورثات، صفحہ ۲۰، مطبوعہ مکتبہ طیبہ، لاہور۔

۱۴۱۰ھ

۱ (i) الصحيح البخاری، جلد ۲، صفحہ ۱۰۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

(ii) الصحيح المسلم، جلد ۲، صفحہ ۳۳، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

کسی کافر کے مسلمان کا وارث ہونے کا حکم

کوئی کافر کسی مسلمان کی وراثت نہیں پاسکتا اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا
 ”اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا“ (ترجمہ کنز الایمان)
 اور اگر کافر کو میراث دیتے ہیں تو گویا کہ کافر کو مومن پر سبیل دے دی۔

مسلمان کے کافر کی وراثت پانے کا حکم

شوافع کا مذہب

شوافع کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کی وراثت ملے گی اور حضرت معاذ بن جبل، معاویہ بن سفیان، حسن بصری، محمد بن حنفیہ، محمد بن علی بن حسین اور مسروق بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔

دلیل

قیاس یہ ہے کہ مسلمان کافر سے وراثت پائے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الاسلام يعلو ولا يعلو عليه

”اسلام غالب آتا ہے مغلوب نہیں ہوتا“

اور غلبے کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کافر کی وراثت پائے اور کافر مسلمان کی وراثت

نہ پائے۔

۱۔ الفقه الاسلامی وادلتہ، جلد 10، صفحہ 7719، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان

۲۔ الصحيح البحاری، جلد 1، صفحہ 180، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

جمہور کا مذہب اور ان کی طرف سے حدیث کا جواب

احناف اور جمہور فقہاء کرام کے نزدیک مسلمان، کافر کا وارث نہیں بن سکتا۔ کیونکہ دونوں کی ملتیں الگ الگ ہیں۔

حدیث کا جواب

(۱) حدیث میں ”علو“ سے مراد ”نفس اسلام“ ہے اس لئے اگر من وجہ علو ثابت نہ بھی ہو تو یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے

(۲) علو سے مراد علو من حیث الحجۃ ہے یعنی جہاں حجت اور دلائل کی بات ہوگی وہاں اسلام ہی غالب ہوگا۔

(۳) علو سے مراد یہ ہے کہ بالآخر اور انجام کا فتح و نصرت اسلام ہی کی ہوگی۔

(۴) علو سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں میں نصرت و کامرانی اسلام ہی کو ہوگی۔

اعتراض

جب ملتوں کے الگ ہونے کی بنیاد پر مسلمان، کافر کی وراثت نہیں پاسکتا تو مسلمان، مرتد کی وراثت کیوں پاتا ہے؟ کیا ان کی ملتیں مختلف نہیں ہیں؟

جواب

مسلمان جو اس کی وراثت پاتا ہے وہ اس کے زمانہ اسلام کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے فرمایا ہے: مرتد نے زمانہ اسلام میں جو کچھ کمایا وہ وراثت میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور جو حالت ارتداد میں کمایا وہ مال فاسق ہے۔ یہ مسلمانوں کے نفع کے لئے بیت المال میں رکھا جائے گا۔ صاحبین فرمانے ہیں: حالت اسلام کا کسب اور حالت ارتداد کا کسب دونوں مال اس کے ورثاء کے لئے ہونگے کیونکہ اس نے جو اعتقاد اپنایا ہوا ہے اس پر اس کو دوام نہیں ہے بلکہ اس کو اسلام میں لوٹ آنے پر مجبور کیا جائے گا اس لئے اس کے حق میں حکم اسلام ہی کا معتبر ہوگا۔ 1

1 رد المحتار علی الدر المختار، جلد 10، صفحہ 507، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، پاکستان۔

تمام کفار کی آپس میں وراثت

مالکیہ کا مذہب

فقہاء مالکیہ کے نزدیک جن کفار کا مذہب یہودیت و نصرانیت کے علاوہ ہے، وہ تو ایک دوسرے کے وارث ہونگے لیکن جو یہودیت اور نصرانیت کے اعتبار سے الگ الگ ہیں ان کو ایک دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی یعنی کہ کوئی یہودی کسی نصرانی کا اور کوئی نصرانی کسی یہودی کا وارث نہیں ہو سکتا، اسی طرح یہودی و نصرانی میں سے کوئی بھی کسی مشرک اور مجوسی کا وارث نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی مشرک و مجوسی کسی یہودی یا نصرانی کا وارث بن سکتا ہے۔

احناف، شوافع اور حنابلہ کا مذہب

فقہائے احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تمام کفار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کیونکہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے

ابن ابی لیلیٰ کا مذہب

ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے مال کی وراثت پاتے ہیں۔ اور یہود و نصاریٰ اور مجوس کے درمیان تو ارث نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ دونوں توحید، نبوت اور نزولِ تورات پر متفق ہیں گویا کہ ایک ہی ملت ہے۔ بخلاف مجوس کے کہ وہ لوگ توحید کا انکار کرتے ہیں اور 2 آلہ ثابت کرتے ہیں ”یزدان“ اور ”اھرمین“ علاوہ ازیں یہ کسی نبی کو بھی مانتے ہیں۔ 1

نمبر ۱۔۔۔۔۔ اختلاف دارین

اگر دو آدمیوں کا ملک مختلف ہو اور ان دونوں کے درمیان صلح اور معاہدہ نہ ہو یعنی کہ ایک ملک کا باشندہ دوسرے ملک میں محفوظ نہ ہو، تو وہ بھی ایک دوسرے کی وراثت سے

1۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد 10، صفحہ 7720، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کونہ، پاکستان۔

محروم ہو جاتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ مسلمان کا وارث خواہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں رہتا ہو ان کے درمیان اگرچہ بعد المشرقین ہو اس کے باوجود بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے یہ مانع ارث ہر غیر مسلم کے لئے ہے۔

اختلاف مملکت کی ممکنہ صورتیں

ملک کے اختلاف کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(i) اختلاف حقیقی جیسے ایک شخص ذمی ہو اور جزیہ دے کر مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہو اور اس کا رشتہ دار دار الحرب میں رہتا ہو تو یہ اختلاف دارین حقیقی ہے۔ چنانچہ جب کوئی حربی دار الحرب میں مرجائے اور اس کا کوئی وارث دار الاسلام میں ہو یا ذمی دار الاسلام میں مرجائے اور اس کا کوئی وارث دار الحرب میں ہو تو ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہو سکتا کیونکہ ذمی دار الاسلام والوں میں سے ہے اور حربی دار الحرب والوں میں سے۔ تو یہ دونوں اگرچہ باعتبار ملت کے تو متحد ہیں لیکن حقیقتاً تباہین دارین کی وجہ سے ان کے درمیان ولایت منقطع ہو چکی ہے اس لئے وراثت بھی منقطع ہوگی جس کی بنیاد ولایت پر ہی ہوتی ہے۔

(ii) اختلاف دارین حکمی جیسا کہ دار الاسلام میں ایک مستامن اور اس کا باپ یا بیٹا ان ملک میں ذمی ہو۔ تو یہ دونوں اگرچہ حقیقتاً تو ایک ملک میں رہ رہے ہیں لیکن حکماً یہ دونوں ملک ممتاز کے شمار ہونگے۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱) مستامن کو حکماء دار الحرب کا باشندہ قرار دیا جائے گا کیونکہ اس کا وطن اصلی دار الحرب ہے وہ دار الاسلام میں تو کسی عارضی غرض کی وجہ سے امان لے کر آیا ہے۔

(۲) اگر اس کو کوئی قتل کر ڈالے تو اس پر قصاص لازم نہیں ہے اور کوئی شخص اس کا مال چوری کر لے تو اس پر قطع یہ کی حد نافذ نہیں کی جائے گی۔

(۳) یہ لوٹ کر دار الحرب جانے پر بھی قادر ہے حالانکہ قانون یہ ہے کہ جو شخص دار الاسلام کو اپنا وطن بنا لیتا ہے پھر اس کو دار الحرب میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

(۴) اس کے دارالاسلام میں آنے سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نہیں نکلتی اور اس کا اپنے دارالحرب میں رہنے والے رشتہ داروں کے ساتھ سلسلہ توارث بھی قائم رہتا ہے۔ جبکہ ذمی نے دارالاسلام کو مستقل طور پر اپنا وطن بنالیا ہے۔

چنانچہ اگر متامن مرجائے اور دارالاسلام میں اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ اس کا مال اس کے ان وارثوں کے لئے روک کر رکھا جائے گا جو دارالحدوب میں موجود ہیں۔ کیونکہ متامن اگرچہ مرثیائیں اس کے مال میں امان کا حکم باقی ہے۔ اور اس کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کا مال اس کے ورثاء تک پہنچا دیا جائے اس لئے اس کا مال بیت المال میں نہیں رکھا جائے گا۔

دوسری مثال یہ ہے کہ دو مختلف ممالک کے دو حربی۔ اس مثال میں دو احتمال ہیں۔
(۱) دو مختلف ملکوں کے دو حربی اپنے اپنے ملک میں رہتے ہوں۔

اس احتمال پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پھر تو یہ حقیقی طور پر اختلاف دارین ہوا تو اس کو حکماً سے پہلے حقیقتاً کے تحت پیش کرنا چاہئے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ الگ الگ ملکوں میں رہنے والے ہیں لیکن چونکہ کفر سب کا سب ایک ہی ملت ہے، اس لئے ان میں حقیقی اختلاف دارین تو ہو ہی نہیں سکتا بلکہ ان میں صرف اختلاف دارین حکمی ہی ہوگا۔

لیکن اس جواب پر پھر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کفر ملت واحدہ سے یہ خود ایک امر حکمی ہے جب کہ حقیقتاً مختلف ملتوں پر مشتمل ہے یہ مختلف ملتوں پر مشتمل ہونا ان کے تمام ملکوں کا ایک ملک ہونے کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ حکماً ایک ملک قرار دیا گیا ہے اس لئے مذکورہ مثال میں یہ احتمال درست نہیں ہے۔

(۲) دو مختلف ملکوں کے دو حربی امان لے کر دارالاسلام میں رہتے ہوں۔ یہ دونوں اگرچہ حقیقتاً ایک ہی ملک میں رہ رہے ہیں لیکن حکماً یہ دو مختلف ملکوں کے باشندے ہیں۔

اس مثال کو اس معنی پر محمول کرنے پر عبارت میں بھی ایک اشارہ موجود ہے۔ وہ یہ کہ ماتن نے کہا ہے ”من دارین“ یہ نہیں کہا ”فسی دارین“ جو اس عبارت سے بھی اشارہ

ملتا ہے کہ ان کا ”تعلق“ دو مختلف ملکوں سے ہو۔ نہ کہ موجودہ وقت میں وہ مختلف ملکوں میں رہتے ہوں۔

المختصر یہ کہ دونوں حربی اگر اپنے اپنے ملکوں میں ہوں تو ان میں اختلاف داریں حقیقی ہوگا اور اگر ایک ہی دارالاسلام میں ہوں تو ان میں اختلاف داریں عکسی ہوگا۔ کیونکہ فی الوقت اگرچہ یہ ایک دارالاسلام میں رہتے ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ان ملکوں کے باشندے ہیں جہاں سے یہ اس دارالاسلام میں آئے ہیں اور امان لے کر رہ رہے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے اگر کوئی ایک مرجائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں ہو سکتا، البتہ اگر یہیں رہتے ہوئے ذمی ہو جائیں تو ان میں سلسلہ وراثت جاری ہوگا۔

نوٹ:

جب دو حربی رشتہ دار ایک ہی ملک سے دارالاسلام میں امان لے کر رہ رہے ہوں تو ان میں سلسلہ توارث ہوگا۔ نیز یہ کہ جب 2 مستامن ایک ہی ملک کے ہوں تو ان میں سے بعض کی دیگر بعض کے حق میں گواہی قبول ہوگی اسی طرح وراثت کا حکم ہوگا کیونکہ شہادت اور وراثت دونوں ہی باب ولایت سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو جہاں پر یہ اختلاف داریں پایا جائے گا وہاں وراثت کے احکام نہیں ہونگے ہاں ایسے دو ملک جن کا آپس میں معاہدہ ہو اور دفاعی تعاون پر معاہدہ ہو تو انیسے دو ملکوں کے باشندے آپس میں وراثت پائیں گے۔

شواہع کا مذہب

آپ کے نزدیک اختلاف داریں، وراثت سے مانع نہیں ہے۔ 1

احناف کا مذہب

ہمارے نزدیک ”اختلاف داریں“ کفار کے درمیان وجہ ممانعت ارث ہے مسلمانوں کے لئے مانع نہیں ہے، کیونکہ دارالاسلام ”دارالاحکام“ ہے اس لئے لشکر اور ملک

1 الفقه الاسلامی وادلتہ، جلد 10، صفحہ 7724، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کونزہ آراچی۔

کے اختلاف کے باوجود ان کے درمیان دارمختلف نہیں ہوگا کیونکہ حکم اسلام ان سب کو یکجا کر دیتا ہے۔

اعتراض

یہ کہنا کہ ”انتاف دارین“ کا وراثت سے مانع ہونا صرف کفار کے ساتھ خاص ہے، غلط ہے کیونکہ جب کوئی دارالحرب میں اسلام قبول کر لے اور اس کا ایک مسلمان بیٹا دارالاسلام میں ہو، ان میں سے کوئی ایک بھی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں بن سکتا اس پر تمام کا اتفاق ہے۔ یونہی جب دونوں باپ بیٹا دارالحرب میں اسلام قبول کر لیں اور ان میں سے ایک ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجائے تو ان میں سے جو مسلم ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں آیا وہ آجانے والے کی وراثت کا حقدار نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے

والذین امنوا ولم یہاجر واملک من ولایتہم من شیء حتی یہاجر و

”اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا“ ۲

(ترجمہ کنز الایمان)

اور قاضی بیضاوی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہاں پر ولایت سے مراد

ولایت فی المیراث ہے۔ ۳

جواب

اس سے مراد یہ تھا کہ صفت کلیہ کے ساتھ یعنی تمام صورتوں میں اختلاف دارین مانع ہو تو یہ کفار کے ساتھ خاص ہے البتہ جزوی طور پر یہ کبھی کبھی مسلمانوں کے لئے بھی مانع ہو سکتا ہے یعنی کفار کے لئے تو ہمیشہ ہی اختلاف دارین مانع ہے جبکہ مسلمان کے لئے ہمیشہ نہیں بلکہ کبھی کبھی مانع ہے۔ مثلاً ہمارے ملک میں رہنے والے مسلمان دارالحرب میں متامن

۱۔ ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 10، صفحہ 509، مطبوعہ مکتبہ امہ ادبیہ، لبنان۔

۲۔ الانفال، 72

۳۔ تفسیر بیضاوی، جلد 3، صفحہ 124، دار الفکر، بیروت

کے ساتھ وراثت پائے گا۔ یہاں اختلاف دارین مانع نہیں ہے اور جب مسلمان دارالحرب میں اسلام لائے ہوں اور ان میں سے ایک ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجائے اور دوسرا نہ آئے تو ان میں سلسلہ توارث نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ تختہ میں یہ ہے کہ تمام صورتوں میں اختلاف دارین مانع عن الارث ہو یہ کفار کے ساتھ خاص ہے مسلمانوں کے لئے یہ ہمیشہ مانع نہیں ہے بلکہ کبھی مانع ہوتا ہے اور کبھی مانع نہیں ہوتا۔

باب معرفة الفروض ومستحقّیها

الفروض المقدرة فی کتاب الله تعالى ستة النصف و الربع و الثمن و الثلثان و الثلث و السدس علی التضعیف و التنصیف و اصحاب هذه السهام اثنا عشر نفر اربعة من الرجال و هم الاب و الجدة الصّحیح و هو اب الاب و ان علا و الاخ لام و الزوج و ثمان من النساء و هن الزوجة و البنت و بنت الابن و ان سفلت و الاخت لاب و ام و الاخت لاب و الاخت لام و الام و الجدة الصّحیحة و هی التي لا یدخل فی نسبتها الی المیت جد فاسد اما الاب فله احوال ثلاث الفرض المطلق و هو السدس و ذالك مع الابن او ابن الابن و ان سفل و الفرض و التعصیب معا و ذالك مع الابنة او ابنة الابن و ان سفلت و التعصیب المحض و ذالك عند عدم الولد و ولد الابن و ان سفل و الحد الصّحیح كالأب الا فی اربع مسائل و سندک ما فی مواضعها ان شاء الله تعالى و یسقط الجدة بالأب لان الاب اصل فی قرابة الجدة الی المیت و الجدة الصّحیح هو الذي لا تدخل فی نسبته الی المیت ام و اب الاولاد الام فاحوال ثلاث السدس للواحد و الثلث لثلاثین فصاعدا ذکورهم و اناثهم فی القسمة و الاستحقاق سواء و یستقنون بالولد و ولد الابن و ان سفل و بالأب و الجدة بالاتفاق و اما للزوج فحالان النصف عند عدم الولد و ولد الابن و ان سفل

ترجمہ

”کتاب الله میں مقررہ ”حصص“ 6 ہیں۔ نصف (1/2)، ربع (1/4)، ثمن (1/8)، ثلثان (2/3)، ثلث (1/3) اور سدس (1/6) (ان کو) تضعیف اور تنصیف کے طور پر (ذکر کیا جاتا ہے) ان حصص کے پانے والوں کی تعداد 12 ہے جن میں سے 4 مرد ہیں باپ، جد صّحیح، اور دو باپ کا باپ ہوتا ہے اور اخیانی بھائی اور شوہر اور 8 عورتیں ہیں بیوی، بیٹی، پوتی اگرچہ نیچے تک ہو، یعنی بہن، علاقائی بہن، اخیانی بہن، ماں، جدہ صّحیح یہ وہ ہے

کہ میت کی طرف نسبت میں کوئی جد فاسد داخل نہ ہو۔ باپ کے تین حال ہیں (نمبر ۱) فرض مطلق اور وہ سدس (1/6) ہے اور یہ حالت بیٹے یا پوتے اگرچہ نیچے تک ہوں کے ہمراہ ہے اور (نمبر ۲) فرض مع التعصیب ہے اور یہ بیٹی، پوتی اگرچہ نیچے تک ہو کے ہمراہ ہے اور (نمبر ۳) تعصیب محض ہے اور یہ نیچے تک کسی قسم کی کوئی اولاد نہ ہونے کی صورت میں ہے اور جد صحیح کے احوال باپ ہی کی طرح ہیں سوائے چار مسائل کے ان کا تذکرہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے مقامات پر کریں گے۔ اور دادا، باپ سے ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ دادا کی میت کے ساتھ رشتہ داری میں اصل ”باپ“ ہے اور جد صحیح وہ ہے کہ میت کی طرف نسبت میں ماں داخل نہ ہو اور ماں کی اولاد (اخیا فی بہن بھائی) کے تین احوال ہیں (نمبر ۱) سدس (1/6) ایک کے لئے، (نمبر ۲) مثلثان (2/3) دو اور اس سے زیادہ کے لئے یہ (اخیا فی اولاد) تقسیم اور استحقاق میں مذکور اور مؤنث سب برابر ہوتے ہیں۔ اور (نمبر ۳) یہ اولاد اور بیٹے کی اولاد اگرچہ نیچے تک ہوں سے ساقط ہو جاتے ہیں اور باپ اور دادا سے بالاتفاق ساقط ہو جاتے ہیں۔ شوہر کے دو حال ہیں (نمبر ۱) نصف (1/2) جب کہ اولاد نہ ہو اور بیٹے کی اولاد نیچے تک نہ ہو۔ اور (نمبر ۲) ربع (1/4) اولاد کے ساتھ اور بیٹے کی اولاد کے ساتھ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ.....الفروض المقدرۃ الخ

فروض

وہ حصص جو شریعت کی طرف سے مقرر ہیں ان کو ”فروض“ کہا جاتا ہے۔ اور جو ورثاء ان مقررہ حصوں کو پانے والے ہیں وہ ”اصحاب فرائض“ یا ”ذوی الفروض“ کہلاتے ہیں۔ یہ فرض 6 ہیں۔

۱	نصف	(1/2)
۲	ربع	(1/4)
۳	ثمن	(1/8)
۴	ثلثان	(2/3)
۵	ثلث	(1/3)
۶	سدس	(1/6)

یہ 2 انواع ہیں۔ اور ان دونوں نوعوں میں مذکورہ ترتیب، بطور ”تضعیف“ ذکر کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے پہلے (نصف) کو نصف کریں تو دوسرا (ربع) حاصل ہو جاتا ہے اور دوسرے (ربع) کو نصف کریں تو تیسرا (ثمن) حاصل ہو جاتا ہے۔ یونہی دوسری نوع میں پہلے (ثلثان) کو نصف کریں تو دوسرا (ثلث) حاصل ہوتا ہے اور دوسرے (ثلث) کو نصف کریں تو تیسرا (سدس) حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ طریقہ ”تضعیف“ کا ہے۔

اور اگر انہی انواع کو بطور ”تضعیف“ ذکر کریں تو ترتیب یوں ہوگی

(ثمن، ربع، نصف) (سدس، ثلث، ثلثان)

تضعیف کا مطلب یہ ہے کہ ایک کو ذیل کریں تو اس سے اگلے والا حاصل ہو جائے۔ مثلاً پہلی نوع کے ثمن (1/8) کو ذیل کریں تو اس سے اگلا ”ربع“ (1/4) حاصل ہوگا۔ ربع (1/4) کو ذیل کریں تو اس سے اگلا ”نصف“ (1/2) حاصل ہوگا۔ اسی طرح دوسری نوع میں ”سدس“ (1/6) کو ذیل کریں تو ثلث (1/3) اور ثلث (1/3) کو ذیل کریں تو ثلثان (2/3) حاصل ہوگا۔ یہ طریقہ ”تضعیف“ کا ہے

قرآن پاک کے مقرر کردہ حصص کی تفصیل

﴿نصف﴾

اس کے مستحق پانچ افراد ہیں۔

(۱).....شوہر۔

(۲).....بیٹی۔

(۳).....پوتی۔

(۴).....یعنی بہن۔

(۵).....علاقائی بہن۔

قرآن کریم میں نصف کا ذکر

نصف کا ذکر قرآن کریم میں تین مقامات پر ہوا ہے۔

نمبر (۱) وان كانت واحدة فلها النصف

اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا“ (ترجمہ کنز الایمان) ۱

نمبر (۲) ولكم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لہن ولد

”اور تمہاری بی بیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا اگر ان کی اولاد نہ ہو“

(ترجمہ کنز الایمان) ۲

نمبر (۳) وان امرء ھلک لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترک

”اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی

بہن ۳ کا آدھا ہے“ ۳ (ترجمہ کنز الایمان)

۱۔ النساء: ۱۱ ترجمہ کنز الایمان۔ ۲۔ النساء: ۱۲ ترجمہ کنز الایمان۔

۳۔ اس مقام پر مفسر شبیر صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر دو بی بی آپ شریک ہوں۔

۴۔ النساء: ۱۷۶ ترجمہ کنز الایمان۔

﴿ربیع﴾

اس کے مستحق دو افراد ہیں۔

(۱).....شوہر۔

(۲).....بیوی۔

قرآن کریم میں ربیع کا ذکر

ربیع کا تذکرہ قرآن کریم میں دو مقامات پر ہوا ہے۔

نمبر (۱) فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن

پھر اگر ان کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان) ۱

نمبر (۲) اولین الربع مما تركتم ان لم يكن لکم ولد

”اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو“

(ترجمہ کنز الایمان) ۲

﴿ثمن﴾

اس کی حقدار صرف بیوی ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں ثمن کا ذکر:

ثمن کا ذکر قرآن کریم میں صرف ایک مقام پر آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان كان لکم ولد فلهن الثمن مما تركتم ۳

”پھر اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں“ (کنز الایمان)

۱۔ النہ، ۱۲ ترجمہ کنز الایمان۔

۲۔ النہ، ۱۲ ترجمہ کنز الایمان۔

۳۔ النہ، ۱۲۔

﴿ثلثان﴾

اس کے مستحق چار افراد ہوتے ہیں۔

(۱)..... دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں۔

(۲)..... دو یا دو سے زیادہ پوتیاں۔

(۳)..... دو یا دو سے زیادہ عینی بہنیں۔

(۴)..... دو یا دو سے زیادہ علاقائی بہنیں۔

قرآن کریم میں ثلثان کا ذکر

اس کا ذکر قرآن کریم میں دو جگہ پر آیا ہے:

نمبر (۱) فان كن نساء فوق الثنتين فلهن ثلثا ما ترك لـ
 ”پھر اگر نرزی لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی“ (ترجمہ کنز الایمان)

نمبر (۲) فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك لـ
 ”پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی“ (ترجمہ کنز الایمان)

﴿ثلث﴾

اس حصہ کے حقدار دو افراد ہوتے ہیں۔

(۱)..... ماں۔

(۲)..... اخیانی بہن بھائی۔

قرآن کریم میں ثلث کا ذکر

اس کا ذکر بھی قرآن کریم میں دو جگہ پر آیا ہے:

نمبر (۱) فان له یکن له ولد وورثه ابوه فلامه الثلث لـ
 ”پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی“ (ترجمہ کنز الایمان)

نمبر (۲) کانوا اکثر من ذلك فلهم شركاء فی الثلث لـ

”پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں“
(ترجمہ کنز الایمان)

﴿ سدس ﴾

اس کے حقدار سات افراد ہوتے ہیں۔

(۱)..... باپ۔

(۲)..... دادا۔

(۳)..... ماں۔

(۴)..... دادی۔

(۵)..... پوتی۔

(۶)..... علاقائی بہن۔

(۷)..... اخائی بہن، اخائی بھائی۔

قرآن پاک میں سدس کا ذکر

یہ قرآن کریم میں تین مقام پر مذکور ہے۔

نمبر (۱) ولا یویہ لکل واحد منهما السدس ۱۔

”اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا“ (کنز الایمان)

نمبر (۲) فان کان له اخوة فلامه السدس ۲۔

”پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا“ (کنز الایمان)

نمبر (۳) ان کان رجل یورث کللة او امرأة وله اخ او اخت فکل واحد منهما السدس ۳۔

”اور اگر کسی ایسے مرد کا ترکہ بٹا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں

کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا“ (ترجمہ کنز الایمان)

قرآن کریم میں بیان کئے گئے ان سهام کے حق دار بارہ قسم کے لوگ ہیں۔ جن میں سے 4 مرد اور 8 عورتیں ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

- (۱).....شوہر۔
- (۲).....باپ۔
- (۳).....دادا۔ (جد صحیح)
- (۴).....اخائی بھائی۔
- (۵).....بیوی۔
- (۶).....بہن۔
- (۷).....پوتی۔
- (۸).....یعنی بہن۔ ۱
- (۹).....علائی بہن۔ ۲
- (۱۰).....اخائی بہن۔ ۳
- (۱۱).....ماں۔
- (۱۲).....جدہ صحیحہ (جدہ صحیحہ کی تعریف آگے آرہی ہے)

۱.....ماں باپ شریک بہن بھائی۔ ۲.....باپ شریک۔ ۳.....ماں شریک۔

ذوی الفروض کی تقسیم

ذوی الفروض کی دو قسمیں ہیں۔

(i)..... ذوی الفروض نسبی -

(ii)..... ذوی الفروض سببی -

ذوی الفروض نسبی

نسب کی وجہ سے فرضی حصہ پانے والے لوگ ”ذوی الفروض نسبی“ کہلاتے ہیں۔

یہ 10 قسم کے لوگ ہیں، مذکورہ اہل فروض میں سے ”زوجین“ کے علاوہ باقی

سب ”ذوی الفروض نسبی“ ہیں۔

ذوی الفروض سببی

سبب نکاح کی بناء پر حصہ وراثت پانے والے لوگ ”ذوی الفروض سببی“ کہلاتے

ہیں۔ یہ 2 افراد ہیں۔

(i) شوہر۔

(ii) بیوی۔

ان کو ”ذوی الفروض سببی“ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کو فرضی حصہ ”نسب“

کی وجہ سے نہیں ملتا بلکہ نکاح کے ”سبب“ سے ملتا ہے۔

نوٹ: ذوی الفروض نسبیہ، اہل رد میں سے ہیں۔ یعنی کہ بچا ہوا ترکہ جب

ذوی الفروض کو دوبارہ دیا جائے گا تو صرف ”ذوی الفروض النسبیہ“ کو ملے گا۔ اب کی

بار ذوی الفروض سببیہ (زوجین) کو نہیں ملے گا اس کی وجہ پیچھے گزر گئی۔

جدۃ صحیحہ

وہ دادی جس کی نسبت میت کی طرف کرتے ہوئے ”جد فاسد“ واسطہ نہ بنے۔

مثلاً باپ کی ماں اور باپ کے باپ کی ماں ”جدہ صحیحہ“ ہے اسی طرح ماں کی ماں (نانی) اور

ماں کی ماں کی ماں (ثانی کی ماں) علیٰ ہذا القیاس اوپر تک سب ”جداتِ صحیحہ“ ہیں
جد فاسد

وہ دادا جس کی نسبت میت کی طرف کسی ”ام“ (ماں) کے واسطے سے ہو۔ بالفاظ دیگر یوں کہیں کہ اس کی نسبت میت کی طرف کرتے ہوئے کوئی عورت واسطے بنے۔ جیسے نانا۔ پھر اس ”فاسد دادا“ کے واسطے جو شخص بھی میت کے ساتھ نسبت رکھے گا وہ بھی فاسد ہوگا۔ کیونکہ اس نے بذریعہ فاسد نسبت حاصل کی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو باپ کے سلسلہ والی ہیں جن میں ماں واسطے نہیں بنتی۔ وہ ”جدہ صحیحہ“ ہے۔ جیسے

﴿ باپ کی ماں (دادی)۔

﴿ باپ کے باپ کی ماں (پڑدادی)۔

﴿ باپ کے باپ کے باپ کی ماں (پر دادا کی ماں)۔

﴿ اوپر جہاں تک بھی ہو سب دادیاں (جداتِ صحیحہ) ہی ہیں۔

اور جو ماں کے سلسلہ والی ہیں خواہ میت کی ماں کے سلسلہ والی ہوں یہ بھی جدہ صحیحہ

ہیں۔ جیسے:

﴿ ماں کی ماں (ثانی)۔

﴿ ماں کی ماں کی ماں (پر ثانی) اوپر جہاں تک بھی ہوں۔

خواہ میت کے باپ کی ماں کے سلسلہ والیاں ہوں۔ جیسے:

﴿ باپ کی ماں کی ماں۔

﴿ باپ کی ماں کی ماں کی ماں۔

خواہ میت کے دادا کی ماں کے سلسلہ والی ہو وہ بھی ”جدہ صحیحہ“ ہے۔ جیسے

﴿ دادا کی ماں۔

﴿ دادا کی ماں کی ماں۔

مذکورہ تمام دادیاں (جدہ صحیحہ) ہیں۔ فلہذا ”ثانی“ اور ”دادی“ دونوں جدہ صحیحہ ہیں۔

جن دادیوں اور میت کے درمیان جد فاسد واسطہ بنتا ہے وہ جدہ فاسدہ ہیں جیسے:

﴿ نانا کی ماں۔

﴿ نانا کی ماں کی ماں۔

﴿ نانا کے باپ کی ماں۔

﴿ نانا کے باپ کی ماں کی ماں۔

سب جدات فاسدہ ہیں کیونکہ ان تمام میں جد فاسد واسطہ بن رہا ہے، ان کا شمار اصحاب فرائض میں نہیں ہوتا بلکہ یہ ”ذوی الارحام“ کے طور پر وراثت پاتی ہیں جبکہ ”جدہ صحیحہ“ اصحاب فرائض میں سے ہے۔ اگرچہ ان کا حصہ قرآن کریم میں تو مقرر نہیں ہے لیکن ”سنت“ اور ”اجماع“ سے ثابت ہے۔

وراثت میں رشتہ داریاں بیان کرنے کا اسلوب

وراثت میں جو رشتہ داریاں بیان کی جاتی ہیں وہ وراثاء کے اپنے اعتبار سے نہیں ہوتیں بلکہ میت کے اعتبار سے ہوتی ہیں۔ یعنی جب لفظ ”دادا“ بولا جائے گا تو مراد ”میت“ کا دادا ہوگا، جب لفظ ”پوتا“ بولا جائے گا تو مراد ”میت“ کا پوتا ہوگا، جب لفظ ”بیوی“ بولا جائے گا تو مراد ”میت“ کی بیوی ہوگی۔

اما الاب فله احوال ثلاث الخ

﴿باپ کے احوال﴾

باپ کے 3 احوال ہیں۔

نمبر: ۱۔ فرض مطلق۔

نمبر: ۲۔ فرض مع التعصیب۔

نمبر: ۳۔ تعصیب محض۔

فرض مطلق

یعنی صرف ”ذو فرض“ بن کر فرضی حصہ پائے گا جو کہ ”سدس“ ہے، عصبہ نہیں بنے گا۔ اس کی دلیل قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ولا بويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد

”اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ کا چھٹا“ (ترجمہ کنز الایمان)

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت نے بیٹا یا پوتا یا اس سے نیچے کوئی پڑپوتا وغیرہ چھوڑا ہو۔ اس کا مسئلہ یوں ہوگا۔

مسئلہ 6

میت

بیٹا

باپ

ماقی

سدس

5

1

فرض مع التعصیب

ذو فرض بن کر فرضی حصہ بھی پائے گا اور عصبہ بن کر بھی حصہ لے گا۔ یہ اس صورت

میں ہوگا کہ میت نے بیٹی یا پوتی یا پوتے کی بیٹی یا اس سے بھی نیچے تک کوئی لڑکی چھوڑی ہو۔

ع۔ النساء: 11۔

ذی فرض بن کر حصہ اس لئے لے گا کہ قرآن کریم کا حکم ہے:

ولا یویہ لكل واحد منهما السدس ان کان له ولد ۱

”اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ کا چھٹا“ (کنز الایمان)

یہاں پر ذکر، اولاد کا ہے خواہ بیٹا ہو یا بیٹی۔ چنانچہ اگر اولاد میں ”بیٹا“ ہو تب بھی والدین کا حصہ ”سدس“ ہے اور اگر اولاد میں ”بیٹی“ ہو تب بھی ماں باپ کا حصہ ”سدس“ ہی ہے اس لئے موجودہ صورت میں اگر چہ لڑکی ہے لیکن وہ ”اولاد“ تو بہر حال ہے۔ اس لئے باپ کو فرضی حصہ (سدس) ملے گا۔ اب باپ کا حصہ ”سدس“ نکال کر اولاد کی طرف آئے تو دیکھا کہ صرف ایک بیٹی یا پوتی ہے اور جب بیٹی یا پوتی اکیلی ہو تو وہ عصبہ نہیں بلکہ ذی فرض ہوتی ہے۔ اور اس صورت میں اس کا حصہ ”نصف“ ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وان کانت واحدة فلها النصف

”اگر لڑکی اکیلی ہو تو اس کا آدھا“ (ترجمہ کنز الایمان)

لہذا اس لڑکی کو نصف دے دیا جائے گا۔ اب جو بچے گا، اسے مذکر عصبہ کو ملے گا جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ میت کا سب سے زیادہ قریبی عصبہ ”بیٹا“ پھر پوتا، پھر پوتے کا بیٹا، پھر اس کا بیٹا (اگر چہ کتنا ہی نیچے تک ہو) ہوتا ہے۔ وہ نہ ہو تو پھر باپ سب سے زیادہ قریبی عصبہ ہے لہذا اب باپ عصبہ بن کر وہ بقیہ مال لے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے

الحقوا الفرائض باهلها فما ابقت فلا ولی رجل ذکر ۲

”فرائض ان کے اہل (ذوی الفروض) کو دو۔ اگر (ان کے حصے دینے کے بعد)

کچھ بچے تو وہ ان مردوں کے لئے ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہو“

چنانچہ بیٹی کو دینے کے بعد جو کچھ بچا وہ والد کو دیا۔ کیونکہ میت کا سب سے زیادہ قریبی ”مرد عصبہ“ یہی ہے۔ معلوم ہوا کہ والد اس صورت میں ”عصبہ“ بھی بنا اور ”ذو فرض“ بھی بنا اسی لئے اس کو ”فرض مع التعصیب“ کہتے ہیں۔

۱۔ النساء: ۱۱

۲۔ بخاری شریف، جلد ۲، کتاب الفرائض، جلد ۲، صفحہ ۹۹۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

اس کا مسئلہ یوں ہوگا۔

مسئلہ 6	
بیٹ	باپ
نصف	سدس + ماہی
3	$3=2+1$

عصبہ مطلق

والد ”ذوفرض“ نہ ہوگا بلکہ صرف ”عصبہ“ ہونے کی وجہ سے ترکہ پائے گا۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب میت کی اولاد، اس کے بیٹے کی اولاد اور پوتے کی اولاد نیچے تک کوئی بھی نہ ہو۔ اس صورت میں وہ محض ”عصبہ“ ہی بنے گا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

فان لم یکن له ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث

”پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا دو تہائی“ (کنز الایمان)
 مذکورہ آیت میں ورثاء کے حصص بیان ہو رہے ہیں یہ موقع، تقسیم کا موقع تھا ایسے موقع پر یہ کہا گیا کہ ماں کا حصہ ”تیسرا“ ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ بقیہ حصہ دیگر ورثاء کا ہے اور دیگر ورثاء میں دیکھا تو باپ تھا۔ لہذا ماں سے بچا ہوا مال یہ لے گا اور جو بچا ہوا مال لے، وہی تو عصبہ ہوتا ہے۔ اس لئے مذکورہ صورت میں باپ، ماں کے ساتھ میت کا، ”عصبہ“ بنے گا اور ماں سے بچا ہوا سارا مال لے گا۔ دیکھئے! اس صورت میں باپ، صرف عصبہ ہی بننا ہے، ذوفرض نہیں بننا۔

مسئلہ 3	
ماں	باپ
ثلث	ماہی
1	2

دادا کے احوال

اس کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے، اس کے احوال ”4“ ہیں۔

(۱).....ذو فرض محض

یہ اس صورت میں ہے کہ جب میت کا کوئی بیٹا، پوتا یا نیچے کوئی ہو، اس صورت میں دادا کا ”چھٹا“ حصہ ہوگا اور بقیہ بیٹے کا۔

مسئلہ 6

میت		
بیٹا	دادا	
ماقی	سدس	
5	1	

(۲).....ذو فرض مع التعصیب

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت کی کوئی بیٹی، پوتی یا اس سے نیچے کوئی ہو، اس صورت میں بیٹی کا نصف اور بقیہ دادا کا ہے۔

مسئلہ 6

میت		
بیٹی	دادا	
نصف	سدس + ماقی	
3	$3=2+1$	

(۳).....عصبہ محض

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت کی کوئی اولاد نہ ہو۔

مسئلہ 6

میت		
دادی	دادا	
سدس	ماقی	
1	5	

(۴).....محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ باپ موجود ہو۔

﴿باپ اور دادا کا فرق﴾

باپ اور دادا میں صرف چار باتوں کا فرق ہے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس فرق کا تذکرہ عنقریب آئے گا، ان کے مقامات پر یہ بحث ہوگی۔ لیکن ہم ان طلباء کے لئے جو اسی مقام پر یہ فرق سمجھنا چاہتے ہیں، مختصراً بیان کر دیتے ہیں۔

فرق نمبر: ۱۔

باپ کے ہوتے ہوئے دادی محروم ہو جاتی ہے جبکہ دادا موجود ہو تو دادی محروم نہیں ہوتی۔

فرق نمبر: ۲۔

میت کے ورثاء میں جب صرف ماں، باپ اور زوج یا زوجہ ہوں تو احداً الزوجین کا فرضی حصہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچا اس جمیع کا ”مٹھ“ بالاتفاق ماں کو ملتا ہے۔ لیکن اگر یہی صورت ہو اور باپ کی جگہ دادا ہو یعنی کہ میت کے ورثاء میں دادا، ماں اور زوج یا زوجہ ہوں تو ایسی صورت میں ”ماں“ اُحد الزوجین کا فرضی حصہ نکالنے کے بعد کا ”مٹھ“ نہیں، بلکہ جمیع مال کا مٹھ پائے گی۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہی والدہ جو باپ کے ساتھ ”ما بقی“ کا ”مٹھ“ پارہی تھی دادا کے ساتھ جمیع کا ”مٹھ“ پارہی ہے۔

یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ دادا کے ساتھ ماں کو جو ”جمیع مال کا مٹھ“ ملتا ہے، یہ طرفین کے قول پر ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس صورت میں بھی باپ والی صورت کی طرح ماں کو ”ما بقی کا مٹھ“ ملے گا۔ لیکن فتویٰ طرفین کے قول پر ہے۔

فرق نمبر: ۳۔

یعنی بہن بھائی اور علاقہ بہن بھائی باپ کے ہوتے ہوئے ”بالاتفاق“ محروم

ہوتے ہیں یعنی کہ باپ کے ہوتے ہوئے ان کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا جبکہ دادا کے ہوتے ہوئے یہ لوگ ”بالاتاق“ محروم نہیں ہوتے، بلکہ صرف امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک محروم ہوتے ہیں جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ محروم نہیں ہوتے بلکہ حصہ پاتے ہیں اگرچہ فتویٰ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہی ہے لیکن پھر بھی اختلاف تو موجود ہے جبکہ باپ کے ہوتے ہوئے یہ اختلاف نہیں تھا۔

فرق نمبر:۴۔

میت نے اپنے مولیٰ العتاقہ کا دادا اور اس کا بیٹا چھوڑا تو اس صورت میں بالاتفاق ”جفع ولاء“ اس مولیٰ العتاقہ کے بیٹے کو حاصل ہوگی سارے کا سارا مال، مولیٰ العتاقہ کا بیٹا لے گا، اور دادا کے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جبکہ اگر مولیٰ العتاقہ کا باپ موجود ہو تو کیا اب بھی سارا مال بیٹا ہی لے۔ اس میں سب کا اتفاق نہیں ہے بلکہ اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک باپ کو ”چھٹا“ حصہ ملتا ہے اور ”بقیہ“ بیٹے کو، جبکہ امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک کل مال بیٹے ہی کو ملے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ دادا کی صورت میں تو بالاتفاق بیٹے ہی کو سب ولاء حاصل ہوگی اور کسی کا اختلاف نہیں ہے جبکہ باپ والی صورت میں اختلاف ہے۔

فرق نمبر:۵۔

صاحب درمختار نے دادا اور باپ میں 13 فرق بیان فرمائے ہیں، جن میں سے 5 کا تعلق وراثت سے ہے اور باقی اس سے متعلق نہیں ہیں، اُن پانچ میں سے چار تو وہی ہیں جن کا اوپر ذکر گزرا۔ جبکہ ان سے ہٹ کر ایک فرق اور بھی بیان کیا ہے وہ یہ کہ ”اگر میت نے اپنے مولیٰ العتاقہ کا باپ اور بھائی چھوڑا تو بالاتفاق تمام میراث وہ باپ ہی پائے گا جبکہ اگر مولیٰ العتاقہ کا دادا اور بھائی چھوڑے ہوں تو صاحبین کے نزدیک دادا اور بھائی میں ولاء نصفانصف (آدھی آدھی) تقسیم ہوگی جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جمیع

ولاء کا حقدار دادا ہی ہوگا۔“ ۱۔ فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے۔ غور فرمائیں باپ اور بھائی کی صورت میں کوئی اختلاف نہ تھا جبکہ دادا اور بھائی کی صورت میں اختلاف ہے۔

۱۔ رد المحتار، جلد 10، صفحہ 513، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

﴿اخیانی بھائی کے احوال﴾

اخیانی بھائی (باپ شریکی بھائی) کے تین احوال ہیں۔

(۱).....سدس۔

(۲).....ثلث۔

(۳).....مخرومیت۔

(i).....سدس

یہ اس صورت میں ملے گا کہ اخیانی بھائی اکیلا ہی ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:
وان كان رجل يورث كللة او امرأة وله اخ او اخت فلكل واحد
منهما السدس ۱۔

”اور اگر کسی ایسے مرد کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں
کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا“ (کنز الایمان)
حدیث پاک میں ہے:

قال علی: وللاخ من الام السدس ۲

مسئلہ 6

اخانی بھائی	چچا
سدس	ماہی
1	5

(ii).....ثلث

یہ اس وقت ملے گا جب اخیانی بہن بھائی دو یا دو سے زیادہ ہوں، اس صورت
میں تمام مذکر اور مؤنث حصہ پاتے ہیں اور سب کو برابر حصہ ملتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

۱.....النساء: 12۔

۲.....بخاری شریف، جلد 4، صفحہ 320 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث
 ”پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں“
 (ترجمہ کنز الایمان)

مسئلہ 3	
پچھا ماضی	2
2 اخائی بہنیں ثلث	1

(iii)..... محرومیت

اگر میت کا بیٹا، پوتا یا نیچے تک کوئی ہو یا باپ یا دادا یا دادا کا والد یا اس سے اوپر
 تک کوئی ہو، تو ان تمام صورتوں میں اخائی بھائی محروم ہو جاتا ہے۔

﴿شوہر کے احوال﴾

شوہر کے دو احوال ہیں۔

(۱)..... نصف۔

(۲)..... ربع۔

بخاری شریف میں ہے:

وللزوج الشطر والربع

”اور شوہر کے لئے نصف اور ربع ہے“ ۱۔

(i)..... نصف

یہ اس صورت میں پائے گا کہ نہ تو میت کی اولاد اور نہ ہی اس کے بیٹے کی اولاد

نیچے تک ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ولکم نصف ماترك ازواجکم ان لم یکن لهن ولد ۲۔

۱..... بخاری شریف جلد 4، صفحہ 318، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
 ۲..... النساء: 12

”اور تہاری بی بیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو“ (ترجمہ کنز الایمان)

مسئلہ 6			
شوہر	ماں	باپ	یت
نصف	سدس	سدس	چٹا
3	1	1	1

(ii).....ریلج

یہ اس صورت میں ہے کہ میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد میں سے نیچے تک کوئی موجود ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان كان لهن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصية یوصین

بہا او دین لے

”پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر“

مسئلہ 4	
شوہر	یت
ریلج	پٹا
1	3

فصل فی النساء

اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعداً عند عدم الولد وولد الابن وان سفل والضمن مع الولد او ولد الابن وان سفل واما لبنات الصلب فاحوال ثلاث النصف للواحدة والثلاثان للثنتين فصاعداً ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يغصبهن وبنات الابن كبنات الصلب ولهن احوال ست النصف للواحدة والثلاثان للثنتين فصاعداً عند عدم بنات الصلب ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكملة للثنتين ولا يرثن مع الصليبتين الا ان يكون بحذائهن او اسفل منهن غلام فيعصبهن والباقي بينهم للذكر مثل حظ الانثيين ويسقطن بالابن ولو ترك ثلاث بنات ابن بعضهن اسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن اخر بعضهن اسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن اخر بعضهن اسفل من بعض بهذه الصورة العليا من الفريق الاول لا يوازيها احد والوسطى من الفريق الاول توازيها العليا من الفريق الثاني والسفلى من الفريق الاول توازيها الوسطى من الفريق الثاني والعليا من الفريق الثالث والسفلى من الفريق الثاني توازيها الوسطى من الفريق الثالث والسفلى من الفريق الثالث لا يوازيها احداً اذا عرفت هذا فنقول للعليا من الفريق الاول النصف وللوسطى من الفريق الاول مع من يوازيها السدس تكملة للثنتين ولا شيء للسفليات الا ان يكون معهن غلام فيعصبهن من كانت بحذائه ومن كانت فوقه ممن لم تكن ذات سهم ويسقط من دونه

ترجمہ

”بیویوں کی دو حالتیں ہیں (نمبر ۱) ایک یا زیادہ کے لئے ربع ہے جبکہ اولاد اور بیٹے کی اولاد نیچے تک کوئی نہ ہو۔ اور (نمبر ۲) آٹھواں حصہ ہے (ایک یا زیادہ کے لئے)

جبکہ اولاد یا بیٹے کی اولاد نیچے تک کوئی ہو اور بیٹیوں کے تین احوال ہیں (نمبر ۱) ایک کے لئے نصف ہے اور (نمبر ۲) دو یا دو سے زیادہ کے لئے دو ٹکٹ ہیں اور (نمبر ۳) بیٹے کے ساتھ لشد کر مثل حظ الانثیین (کے طور پر حصہ پاتی ہیں کیونکہ) بیٹا ان کو عصبہ بنادیتا ہے۔ اور پوتیوں کے (تین احوال تو حقیقی بیٹیوں ہی کی طرح ہیں البتہ تین احوال ان کے علاوہ مزید بھی ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر ان کے ۱۶ احوال ہیں۔

(نمبر ۱) ایک کے لئے نصف، (نمبر ۲) دو یا زیادہ کے لئے دو ٹکٹ جب کہ کوئی حقیقی بیٹی موجود نہ ہو اور (نمبر ۳) ایک حقیقی بیٹی کے ساتھ ان کے لئے چھٹا حصہ ہے ثلثان کو پورا کرنے کے لئے اور (نمبر ۴) دو حقیقی بیٹیوں کے ہوتے ہوئے ان کو کچھ نہیں ملے گا مگر (نمبر ۵) یہ کہ ان کے برابر یا ان کے نیچے کوئی لڑکا موجود ہو تو وہ ان کو عصبہ بنادے گا۔ اور باقی ان کے درمیان لشد کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا اور (نمبر ۶) ”یہ سب“ بیٹے کے ہوتے ہوئے ساقط ہو جاتی ہیں۔

اور اگر کسی نے ایک بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض سے نیچے ہیں اور ایک بیٹے کے بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض بعض سے نیچے ہیں اور ایک بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض بعض سے نیچے ہیں۔ درج ذیل صورت (صورت آگے تشریح میں آرہی ہے) کی طرح کہ فریق اول کی علیا کے برابر کوئی بھی نہیں ہے اور فریق اول کی وسطیٰ فریق ثانی کی علیا کے محاذی ہے اور فریق اول کی سفلیٰ فریق ثانی کی وسطیٰ اور فریق ثالث کی علیا کے محاذی ہے، اور فریق ثانی کی سفلیٰ فریق ثالث کی وسطیٰ کے محاذی ہے اور فریق ثالث کی سفلیٰ کے محاذی کوئی بھی نہیں ہے۔ فریق اول کی علیا کے لئے نصف ہے اور فریق اول کی وسطیٰ اور اس کے محاذی (فریق ثانی کی علیا) کے لئے سدس ہوگا ثلثان کو پورا کرنے کے لئے البتہ اگر ان کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو وہ اپنے برابر والیوں اور اپنے سے اوپر والیوں کو عصبہ بنادے گا۔ اور جو اس سے نیچے ہوں گی وہ سب ساقط ہو جائیں گی۔

یعنی بہنوں کے پانچ احوال ہیں (نمبر ۱) ایک کے لئے نصف (نمبر ۲) دو یا دو سے زیادہ کے لئے دو ٹکٹ (نمبر ۳) اور یعنی بھائی کے ساتھ لشد کر مثل حظ الانثیین کے طور پر حصہ پاتی ہیں کیونکہ بھائی کے ساتھ مل کر بہنیں عصبہ بن جاتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام لوگ میت کے ساتھ قرب میں برابر ہوتے ہیں۔ اور (نمبر ۵) ان کے لئے باقی ماندہ ہوگا بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ۔ رسول اکرم ﷺ کے اس قول کی وجہ سے کہ اجعلوا الاخوان مع البنات عصبۃ (بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ)

علاقی بہنیں یعنی بہنوں کی طرح ہیں اور ان کے کل احوال سات ہیں (نمبر ۱) ایک کے لئے نصف، (نمبر ۲) دو یا دو سے زیادہ کے لئے دو ٹکٹ جب کہ عینی بہنیں نہ ہوں اور (نمبر ۳) ایک عینی بہن کی موجودگی میں ان کے لئے سدس ہے ثلثان کو پورا کرنے کے لئے اور (نمبر ۴) دو یعنی بہنوں کے ساتھ یہ وراثت نہیں پاتیں البتہ (۵) اگر ان کے ساتھ ایک علاقی بھائی بھی موجود ہو تو وہ ان کو عصبہ بنلائے گا اس صورت میں جو باقی بچے گا وہ ان کے درمیان لشد کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور (نمبر ۶) یہ علاقی بہنیں، بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے اور (نمبر ۷) عینی و علاقی بہن بھائی، بیٹے، پوتے یا پوتے کی موجودگی میں محروم ہو جاتے ہیں اور باپ کی موجودگی میں بالاتفاق محروم ہوتے ہیں اور دادا کی موجودگی میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک محروم ہو جاتے ہیں اور علاقی بہن بھائی، عینی بھائی اور عینی بہن کی موجودگی میں بھی محروم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ عصبہ بن جاتے ہیں۔

ماں کے تین احوال ہیں (نمبر ۱) سدس، اولاد کے ساتھ یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ نیچے تک اور دو یا زیادہ بہن بھائیوں کی موجودگی میں (بھی ماں کو سدس ہی ملے گا) وہ بہن بھائی خواہ کسی بھی جہت سے ہوں۔ اور (۲) تمام ترکہ کا ٹکٹ ہے جب کہ ان مذکورہ ورثاء میں سے کوئی بھی نہ ہو۔ اور (۳) اعدا الزوجین کا قرضی حصہ نکال کر باقی کا ٹکٹ اور یہ دو مسئلوں ہی میں ہوگا (۱) شوہر، اور ماں باپ (۲) بیوی اور ماں باپ۔ اور اگر باپ کی جگہ

دادا ہوتا ہے کے لئے جمع مال کا ٹمٹ ہے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باقی کا ٹمٹ ہے۔

اور دادی کے لئے سدس ہے خواہ ماں کی طرف کی ہو یا باپ کی طرف کی، ایک ہو یا زیادہ جب یہ سب ثابت ہوں اور میت کے ساتھ قرب درجہ میں برابر ہوں اور سب دادیاں، ماں کی موجودگی میں ساقط ہو جاتی ہیں اور باپ کی طرف کی دادیاں، باپ کی موجودگی میں محروم ہوتی ہیں۔ اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی محروم ہو جاتی ہیں۔ سوائے باپ کی ماں کے اگرچہ اوپر تک ہو، یہ دادا کے ساتھ بھی وراثت پاتی ہے۔ کیونکہ یہ دادی اس دادا کی نسبت کی وجہ سے دادی نہیں ہے۔ اور قریبی درجہ رکھنے والی خواہ کسی بھی جہت سے قرب رکھتی ہو، خود وارث ہو یا محبوب ہو، دور کا درجہ رکھنے والی کو محروم کر دیتی ہے دور کا درجہ رکھنے والی خواہ کسی بھی جہت سے دادی ہو۔ اور جب ایک دادی ایک قربت والی ہو مثلاً باپ کی ماں کی ماں ہو اور دوسری دو یا زیادہ قرابتوں والی ہو مثلاً ماں کی نانی ہو اور وہی باپ کی دادی بھی ہو۔ اس صورت کی طرح (اس کی صورت آگے تشریح میں آرہی ہے) تو امام ابو یوسف کے نزدیک ان کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے درمیان ”سدس“ آدھا آدھا تقسیم کیا جائے گا اور امام محمد کے نزدیک جہات کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے درمیان ”سدس“ اٹھانا تقسیم کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ عورتوں کے متعلق احکام ﴾

ذوی الفروض میں آٹھ عورتیں ہیں، جن میں سے سب سے پہلے بیوی کا تذکرہ ہے، زوجہ کا حصہ بیٹی پر مقدم اس لئے کیا کہ زوجہ، ولادت کے سلسلہ میں اصل ہے۔ کیونکہ ساری اولاد اسی سے ہوتی ہے۔ نیز زوج کے ساتھ عموماً تذکرہ ”زوجہ“ کا ہی ہوا کرتا ہے اس لئے زوجہ کو دیگر پر مقدم کیا۔

اما للزوجات فحالتان.....الخ

﴿ زوجہ کے احوال ﴾

زوجہ کے 2 احوال ہیں۔

(i).....ربیع۔

(ii).....ثمن۔

(i).....ربیع

یہ اس صورت میں ہے کہ میت کی اولاد نہ ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ا

”تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو“ (کنز الایمان)

مسئلہ 4

میت	
بیوی	بیچا
ربیع	ماقی
1	3

(ii).....ثمن

یہ اس صورت میں ہے کہ میت کی اولاد ہو۔ اس کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فان كان لكم ولد فلهم الثمن اے
 ”پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں“ (کنز الایمان)

مسئلہ 8

بیوی	بیٹا
ثمن	ماقی
1	7

قوله فصاعده الخ

یہاں سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ بیوی ایک ہو یا زیادہ ان کے لئے جو دو حالتیں بیان کی گئی ہیں یہی رہیں گی ان میں اضافہ نہیں ہوگا یعنی اگر میت کی اولاد ہے تو بیویوں کا کل حصہ ثمن ہی ہے بیوی ایک ہو یا زیادہ تمام میں یہی ثمن ہی تقسیم کیا جائے گا اور اگر میت کی اولاد نہیں ہے تو ان کا کل حصہ ربع ہی ہے اور ان تمام میں یہ ربع ہی تقسیم کیا جائے گا، بیوی ایک ہو یا زیادہ۔

قوله واما البنات الصلب الخ

﴿بیٹی کے احوال﴾

حقیقی بیٹی کے 3 احوال ہیں۔

(۱)..... نصف۔

(۲)..... ثلثان۔

(۳)..... تعصیب۔

1- نصف

یہ اس وقت ہے، جب بیٹی اکیلی ہو، اور کوئی بیٹا نہ ہو۔ اس کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے:

وان كانت واحدة فلها النصف ۱
 ”اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا“ (ترجمہ کنز الایمان)
 نیز حدیث شریف میں ہے:

عن الاسود بن یزید قال انا معاذ بن جبل باليمن معلما واميرا فسالته عن رجل توفي وترك ابنته واخته فاعطى الابنة النصف والاخت النصف ۲
 ”حضرت اسود فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل کو معلم بنا کر یمن بھیجا گیا تو میں نے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو مر گیا اور ایک بہن اور ایک بیٹی چھوڑی۔ تو آپ نے ”نصف“ بہن کو اور ”نصف“ بیٹی کو دلوا دیا“

مسئلہ 2	
بیٹی	بہن
نصف	باقی (نصف)
1	1

(ii).....ثلثان

یہ اس وقت ملے گا جب بیٹیاں ایک سے زیادہ ہوں۔ اس کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فان كانت اثنتین فلھما الثلثان معاترك ۳
 ”پھر اگر دو بہنیں ہوں تو کہ میں ان کا دو تہائی“ (ترجمہ کنز الایمان)

۱..... النساء: 11

۲..... النساء: 176

۳..... بخاری شریف جلد 4 کتاب الفرائض صفحہ 316 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

بیٹیاں دو ہوں یا دو سے زیادہ، سب کے لئے ثلثان ہی ہے یہی سب میں تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ 3	
بیٹیاں	بہن
ثلثان	ماقی
2	1

دو بیٹیوں کی وراثت میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور جمہور کا اختلاف

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا موقف یہ ہے کہ ایک بیٹی کے لئے بھی ”نصف“ ترکہ ہے اور دو کے لئے بھی ”نصف“ ہے۔ ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہے:

”فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک“ ا۔

”پھر اگر نرزی لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کا ترکہ کا دو تہائی“ (ترجمہ کنز الایمان)

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ”دو تہائی“ ترکہ کا حکم، دو سے زیادہ بیٹیاں ہونے پر معلق کیا ہے۔ اور یہ قانون ہے کہ جو چیز ”معلق بالشرط“ ہو وہ شرط پائے جانے سے پہلے معدوم ہوتی ہے۔ لہذا جب تک بیٹیاں دو سے زیادہ نہ ہوئیں اس وقت تک ان کے لئے ”دو تہائی“ کا حکم بھی ثابت نہ ہوگا بلکہ ”نصف“ ہی ہوگا۔ اور یہ بالاجماع ثابت ہے کہ جب بیٹا نہ ہو تو بیٹی کا حصہ نصف ہوا کرتا ہے۔ اب ان 2 کو، دو تہائی قول نہیں سکتا، کیونکہ وہ دو سے زیادہ نہیں ہیں جبکہ دو تہائی حصہ، دو سے زیادہ کا ہے۔ اس لئے ان صرف دو (جو کہ دو سے زیادہ نہیں ہیں) کے لئے نصف ہی کا حکم جاری کیا جائے گا۔

﴿جمہور کا موقف﴾

جمہور کا موقف یہ ہے کہ دو کو بھی ”دو تہائی“ ملے گا۔

پہلی دلیل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي

”بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے“ (ترجمہ کنز الایمان)

اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو تو اس صورت میں بیٹے کو دو تہائی ملے گا اور بیٹی کو ایک تہائی۔ معلوم ہوا کہ ایک بیٹے کا حصہ دو تہائی ہے۔ اور ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہوا کرتا ہے۔ لہذا اگر ایک بیٹے کو دو تہائی ملے گا تو یقیناً دو بیٹیوں کو بھی دو تہائی ہی ملے گا تبھی تو یہ بات سچی ہو سکے گی کہ ”ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے“۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ ایک بیٹے کا حصہ برابر ہے دو بیٹیوں کے تو جب ایک بیٹے کا حصہ دو تہائی ہوگا تو دو بیٹیوں کا حصہ بھی تو دو تہائی ہی ہوگا جبکہ ان کے ساتھ کوئی بیٹا نہ ہو۔

دوسری دلیل

ایک بہن ہو تو ”نصف“ پاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَلِهَا خِصْلٌ مِّمَّا تَرَكَ

”اور اس کی“ ”ایک“ بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے“ (کنز الایمان)

اور اگر ”دو“ ہوں تو ان کے لئے ”دو ٹکٹ“ ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الشَّلْثَانِ مِمَّا تَرَكَ

”پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کا دو تہائی“ (کنز الایمان)

بیٹیوں کا حصہ بہنوں کے حصہ پر قیاس کیا گیا ہے۔ چونکہ بہن ایک ہونے کی

صورت میں ”نصف“ اور دو ہونے کی صورت میں ”دو ٹکٹ“ پاتی ہیں، اس لئے بیٹیاں بھی

ایک ہونے کی صورت میں ”نصف“ اور دو ہونے کی صورت میں ”دوثلث“ پائیں گی۔ کیونکہ بہنوں کو میت کے ساتھ جو قرابت حاصل تھی اس سے کہیں زیادہ قرابت بیٹی کو حاصل ہے۔ تو جب بہن ایک ہو کر نصف اور دو ہونے کی صورت میں دوثلث کی حقدار ہے تو بیٹی بدرجہ اولیٰ ایک ہو تو ”نصف“ اور دو ہوں تو ”دو تہائی“ پائیں گی۔

تیسری دلیل

جب حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی تو آپ نے ایک زوجہ اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی نے دستور قدیم کے طور پر کل مال پر قبضہ کر لیا، زوجہ اور بیٹیاں محروم رہ گئیں۔ ان کی زوجہ اپنی بیٹیوں کو لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئی اور سارا ماجرا کہہ سنایا اور عرض کی کہ: حضور بچیوں کی شادی کرنی ہے، کچھ مال نہ ہو تو معاملات کیسے نبھائے جائیں گے۔ آپ ﷺ نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی اور یہ کہہ کر رخصت فرمادیا کہ: عنقریب اللہ عزوجل اس کا فیصلہ فرمادیگا۔ وہ کچھ عرصہ انتظار کرنے کے بعد پھر دوبارہ حاضر خدمت ہو گئی اور رونے لگی۔ اللہ عزوجل کو اس کا رونا پسند آ گیا سورۃ النساء نازل ہوئی جس میں یہ آیت تھی:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ ۚ لِلرَّجُلِ نَصَبٌ مِّمَّا تَرَكَ وَاللِّسَاءُ نَصَبٌ مِّمَّا تَرَكَ ۚ وَالْوَالِدَانُ لِلْأُولَادِ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ
 ”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے“ (کنز الایمان)

اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے سعد کے بھائی کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنے بھائی کے مال میں سے دو تہائی حصہ لڑکیوں کو دے، آٹھواں حصہ زوجہ کو اور باقی جو کچھ بچے وہ تمہارا ہے۔ اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ دو بیٹیوں کو ”دو تہائی“ ہی ملتا ہے۔

۱۔ النساء: ۱۱

۲۔ (i) جامع اسباب النزول، صفحہ 95 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

(ii) جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 30، مطبوعہ قاری کتب خانہ، ملتان۔

(iii) سنن ابن ماجہ، صفحہ 199، مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلیشرز، لاہور۔

چوتھی دلیل

ایک لڑکی کو ایک لڑکے کے ساتھ ”ثلث“ ملتا ہے۔ اب اگر اس لڑکے کی جگہ لڑکی ہو تو وہ ”ثلث“ اب بھی باقی رہے گا۔ کیونکہ وہ لڑکی جو لڑکے کے ساتھ ”ثلث“ حاصل کر چکی ہے وہ لڑکی کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ ”ثلث“ حاصل کرے گی؟ اب جبکہ ایک لڑکی کو ”ثلث“ ملا۔ اس کے ساتھ دوسری بھی تو لڑکی ہے۔ اس کو بھی ”ثلث“ ہی ملنا چاہئے اور جب دونوں کو ایک ایک ثلث ملا تو دونوں کے حصہ ”دوثلث“ ہوگا۔ یہی ہمارا دعویٰ تھا کہ دولڑکیاں ہوں تو ان کو ”دوثلث“ ملیں گے۔

سوال

ایک بیٹی کیلئے آدھا حصہ تھا اب ”2“ ہوئیں تو دوثلث ہوا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ایک کے اضافہ سے ایک ”سدس“ کا اضافہ ہوا۔ کیونکہ آدھا ($1/2$) اور ”سدس“ ($1/6$) مل جائیں تو ”دوثلث“ ($2/3$) ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک لڑکی کے بڑھنے سے ایک ”سدس“ ($1/6$) بڑھا۔ لہذا ہر بیٹی کے اضافہ پر ایک ”سدس“ ($1/6$) بڑھنا چاہئے۔ اس قانون کے تحت تو اگر چار لڑکیاں ہوں تو وہ کل مال کی وارث ہو جائیں گی۔ کیونکہ 2 نے دو تہائی لیا۔ باقی بچا ”ایک تہائی“۔ اور ایک تہائی ”دو سدس“ کے برابر ہوا کرتا ہے۔ لہذا اگر دولڑکیاں مزید ہوں یعنی کل چار ہو جائیں تو سارے کا سارا مال سمیٹ لیں گی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب

جی نہیں یہ قریس اور منطق صحیح نہیں ہے۔ بلکہ صحیح وہ ہے جو قرآن کریم میں ہے:

فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك

”پھر اگر نرزی لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کا دو تہائی“ (ترجمہ

کنز الایمان) جب قرآن کی نص آگئی تو اپنا قیاس چھوڑ دینا چاہئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جمہور کی طرف سے جواب:

جو حکم کسی شرط پر معلق کر دیا جائے یہ ضروری نہیں کہ اب وہ صرف اسی شرط کے پائے جانے سے ہی پایا جائے گا بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی اور وجہ سے پایا جائے۔ مثلاً کسی شخص نے بیوی کو کہا: اگر تو زید کے گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اب اگر شوہر بیوی کو طلاق صریح بھی دے گا تو نہیں ہوگی۔ یہاں دیکھیں ایک حکم جس شرط پر معلق کیا تھا اس شرط کے مفقود ہونے کے باوجود ایک دوسری علت پائے جانے کی بناء پر پایا گیا۔ اسی طرح ”تحقق ثلثان“ بھی اگرچہ معلق تھا ”فوق اثنتین“ پر۔ لیکن ہمارے دیگر دلائل نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ حکم جو دو سے زیادہ پر موقوف تھا وہ ایک دوسری وجہ سے ”دو“ کے لئے بھی ثابت ہے۔ یہ اعتراض تو تب ہو کہ ”فوق اثنتین“ کی شرط پائی جائے اور ہم ”دو مکت“ کا حکم نہ لگائیں۔ ہم ”فوق اثنتین“ پر تو ”ثلثان“ کا حکم لگا رہے ہیں۔ جبکہ ”فوق اثنتین“ سے پہلے دوسری دلیل کی بناء پر حکم لگا رہے ہیں۔

(iii).....عصبہ

اگر بیٹیوں کے ساتھ ساتھ کوئی بیٹا بھی ہو تو اس صورت میں وہ بیٹا ان بیٹیوں کو عصبہ بنادے گا لہذا اب ترکہ لہذا کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا یعنی بیٹی کو بیٹی سے دو گنا ملے گا۔

قوله وبنات الابن كبنات الصلب الخ

﴿پوتیوں کے احوال﴾

ان کے ”6“ احوال ہیں۔

﴿1﴾.....نصف

یہ اس صورت میں ہے جب پوتی اکیلی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان كانت واحدة فلها النصف

”اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا“ (ترجمہ کنز الایمان)

مسئلہ 2

میت	
پوتی	بھائی
نصف	باقی
1	1

نوٹ

یہ حال اگرچہ بیٹیوں کا ہے لیکن چونکہ بیٹی نہ ہونے کی صورت میں پوتیاں ان کے قائم مقام ہوتی ہیں اور وہی حصہ پاتی ہیں جو بیٹیاں پاتی ہیں اس لئے پوتیوں کے ثبوت احوال کے لئے بھی یہی آیت کافی ہے۔

﴿2﴾.....ثلثان

یہ اس صورت میں ہے کہ پوتیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں اس کے لئے شرط یہ ہے کہ کوئی بیٹی نہ ہو۔ کیونکہ بنات کے سلسلہ میں صراحۃً نص وارد ہے اس لئے جب تک ان میں سے کوئی ایک بھی موجود ہوگی وہ اپنا مقررہ حصہ پائے گی۔ ہاں اس کے حصہ وصول کرنے کے بعد جو بچ رہے وہ پوتیوں کو دیا جائے گا۔ نیز بیٹیوں کو میت کے ساتھ کمال قرب حاصل ہے جس سے پوتیاں محروم ہیں۔ چنانچہ پوتیاں ”بنات الصلب“ نہ ہونے کی صورت میں ان کے قائم مقام ہوں گی۔

مسئلہ 3	بیٹ
بھائی	2 پوتیاں
باقی	ثلثان
1	1+1=2

﴿3﴾..... سدس

یہ اس صورت میں ہے کہ ان کے ساتھ ایک حقیقی بیٹی ہو۔

بیٹی کے ساتھ پوتی کے سدس پانے کی دلیل

(۱) حدیث شریف میں ہے:

جاء رجل الى ابى موسى الاشعري وسليمان بن ربيعة الباهلي فسالهما عن ابنة وابنة ابن واخت لاب وام فقالا للابنة النصف وما بقي فللاخت واثت ابن مسعود فسيتابعنا فاتي الرجل ابن مسعود فساله واخبره بماقالا فقال عبدالله قد ضللت اذا وما انا من المهتدين ولكني ساقضي بماقضى رسول الله ﷺ للابنة النصف والابنة الابن السدس تكملة للثلثين وما بقي فللاخت

”ایک شخص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت سلیمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک عینی بہن کے بارے میں وراثت کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: بیٹی کا نصف ہے اور جو بچے وہ بہن کا ہے۔ اور فرمایا: حضرت عبداللہ ابن مسعود کے پاس جانا وہ بھی ہماری اتباع کرتے ہوئے یہی فیصلہ کریں گے۔ وہ آدمی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گیا اور یہی سوال پوچھا اور ساتھ یہ بھی بتادیا کہ وہ دونوں بزرگ یوں کہہ رہے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یوں تو میں بہک جاؤں اور راہ پر نہ رہوں۔ میں تو وہ فیصلہ کروں گا جو حضور ﷺ نے کیا

تھا، بیٹی کے لئے آدھا ہے، پوتی کے لئے چھٹا ہے تکملة للثلاثین اور جو بچے وہ بہن کا ہے
لے

(۲) چونکہ بنات کا کل حصہ ”ثلاثان“ ہی ہے۔ بنات خواہ ”حقیقی“ ہوں یا ”بنات
الابن“ ہوں۔ ”ثلاثان“ سے زیادہ ان کو کسی طور بھی نہیں دیا جائے گا۔ اس ثلاثان میں سے
نصف حصہ بیٹی کا ہو گیا اور بیٹیوں (جن میں پوتیاں اور بہنیں بھی شامل ہیں) کے ”ثلاثان“ میں
سے اب صرف ”سدس“ ہی باقی ہے کیونکہ نصف اور سدس مل جائیں تو ”ثلاثان“ بنتا ہے
لہذا پوتیوں کو ایک بیٹی کے ساتھ سدس ملے گا۔

مسئلہ 6		
پوتی	بیٹی	بھائی
سدس	نصف	ماہی
1	3	2

(4) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ دو صلیبی بیٹیاں ہوں اور ان کے درجہ میں یا ان کے نیچے
کوئی لڑکا نہ ہو۔ کیونکہ بنات کا کل حصہ ”ثلاثان“ ہی تھا اور وہ دو صلیبی بیٹیاں لے چکیں تو اب
پوتیوں کے لئے کچھ نہیں ہے۔ لہذا یہ محروم ہو گئیں۔

(5) باقی ماندہ تمام مال

یہ اس صورت میں ہے کہ یہ عصبہ بنیں، یہ اس وقت ہوگا جب کہ ان کے درجہ میں
یا ان کے بعد کوئی لڑکا ہو تو وہ اپنے درجہ والیوں کو اور اپنے سے اوپر والیوں کو عصبہ بنا دے
گا۔ جیسا کہ بیٹا بیٹیوں کو عصبہ کر دیتا ہے اسی طرح بیٹا نہ ہونے کی صورت میں پوتا اپنی بہنوں
اور پھوپھو بھئیوں کے ساتھ مل کر ان کو عصبہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہی ایک سدس ان سب کے

۱۔ (۱) جامع الترمذی جلد ۲، صفحہ ۳۰ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ کراچی۔

۲۔ (ii) بخاری شریف، جلد ۲، صفحہ ۹۹۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳۔ (iii) ابن ماجہ، مطبوعہ ۲۰۰، مطبوعہ ایچ ایم سید کتب خانہ کراچی۔

درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا۔

مسئلہ 3 تصحیح 9		
یت	پوتا	پوتی
2 بیٹیاں ثلثان	عصبہ	عصبہ
3+3=6	2	1

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

آپ کا موقف یہ ہے کہ اگر دو صلیبی بیٹیاں ہوں اور ان کے بعد پوتیوں کے ساتھ اگر کوئی پوتا ہو تو وہ اپنی بہنوں کو عصبہ نہیں بنا سکے گا۔ بلکہ کل ترکہ وہ خود لے گا اور پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

پہلی دلیل

اس لئے کہ اگر صلیبتین (دو حقیقی بیٹیوں) سے بچا ہوا مال (ایک تہائی) اگر ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے تحت تقسیم کیا جائے تو بعض صورتوں میں لڑکیوں کا حصہ ”ثلثان“ سے بڑھ جائے گا۔ حالانکہ وہ دو تہائی سے زائد کی مستحق ہی نہیں ہیں۔

جمہور کا جواب

صلیبتین (دو حقیقی بیٹیوں) کے لئے ثلثان ”فرضی حصہ“ ہے اور حدیث شریف میں اس کے ”فرضی حصہ“ کے ”ثلثان“ سے زیادہ نہ ہونے کی بات ہے۔ یہاں پر جو لڑکیوں کا حصہ ”ثلثان“ سے بڑھ رہا ہے وہ ”عصبہ“ ہونے کی بناء پر ہے۔ اس لئے لڑکیوں کے حصہ میں اضافہ لازم نہ آیا۔ چونکہ یہاں پر ”ثلثان“ کا سبب اور (فرضیت) تھا۔ اور اس پر ”اضافہ“ کا سبب اور (عصوبت) ہے۔ جب اسباب مختلف ہو گئے تو پھر ایک حق کو (جو ایک سبب سے حاصل ہوا) دوسرے حق کے ساتھ (جو کہ دوسرے سبب سے ملا) لاحق نہیں کر سکتے۔ اور یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ لڑکیوں کا حصہ ”ثلثان“ سے بڑھ گیا۔ یہ اعتراض تو آپ تب کرتے کہ ہم ان لڑکیوں کو ”ثلثان“ سے زیادہ ”فرضی حصہ“ کے طور پر دیتے۔

دوسری دلیل

عصبہ بننے کی صلاحیت اس عورت میں ہے جو اکیلی ہو (یعنی اس کے ساتھ وہ مذکر نہ ہو جس نے اس کو عصبہ کیا) تو ”ذات الفرض“ ہو۔ جیسا کہ بیٹیاں اور بہنیں کہ اگر کوئی بیٹا نہ ہو تو ایک بیٹی ”نصف“ ترکہ پاتی ہے یہ بھی فرضی حصہ ہے اور دو ہوں تو ”ثلثان“ پاتی ہیں یہ بھی فرضی حصہ ہے۔ اس کے برعکس بہن کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں ہیں، کہ یہ اگر ان مذکروں سے خالی ہوں جو ان کو عصبہ کر سکتے ہیں تو یہ ”ذی فرض“ نہیں بنتیں۔ لہذا یہ کسی کے ساتھ ہو کر عصبہ بھی نہیں بن سکتیں۔ بالکل یہی صورت حال یہاں پر ہے کہ پوتیاں اگر ایسے مذکر سے جدا ہوں جو ان کو عصبہ کر سکتے ہیں تو وہ ذی فرض نہیں ہو سکتیں اس لئے ان مذکروں کے ساتھ وہ عصبہ بھی نہیں بن سکے گی۔ معلوم ہوا کہ پوتیاں اپنے محاذی مذکر یا اپنے سے نیچے مذکر کی وجہ سے عصبہ نہیں بن سکتیں۔

جمہور کی طرف سے جواب

ہم یہ بات بالکل مانتے ہیں کہ جو ذی فرض نہیں ہو سکتی وہ عصبہ بھی نہیں ہو سکتی لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ پوتیاں ایسی ہیں کہ یہ اپنے عصبہ کرنے والے مذکر سے خالی ہوں تو وہ ”ذی فرض“ بھی نہیں بنتیں۔ کیونکہ اگر صلی لڑکیاں نہ ہوں اور ساتھ کوئی پوتا نہ ہو تو پوتی نصف حصہ پاتی ہے، یہ حصہ اس کو ”ذی فرض“ ہونے کی وجہ سے نہیں ملا تو اور کس بنیاد پر ملا ہے؟ اسی طرح 2 ہوں تو ”ثلثان“ پاتی ہیں یہ فرضی حصہ نہیں تو اور کیا ہے؟ فرق صرف یہ ہے کہ کوئی ذی فرض بن کر ظاہر ہو گیا اور کوئی ذی فرض تو بنا لیکن کسی کے پیچھے چھپ گیا اور مجھوب ہو گیا۔

جیسا کہ کسی کے پاس سوروپے موجود ہوں لیکن اگر وہ جیب میں چھپے ہوئے ہوں تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اس کے پاس سوروپے موجود ہی نہیں ہیں بلکہ موجود تو ہیں صرف نظر نہیں آرہے۔ یونہی سوروچ کبھی بادلوں کے پیچھے چھپ جائے تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ سوروچ موجود ہی نہ رہا۔ اسی طرح موجودہ صورت میں اگرچہ ان کو فرضی حصہ مل نہیں

رہا، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں ذی فرض نہیں بنتیں۔

قیاس کا جواب

باقی رہا یہ مسئلہ کہ آپ نے اس کو بہن کی بیٹیوں اور چچا کی بیٹیوں پر قیاس کیا تو یہ ”قیاس مع الفارق“ ہے۔ کیونکہ بہن کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں تو کسی صورت میں ”ذی فرض“ بنتی ہی نہیں ہیں جبکہ بہن اور بیٹی ذی فرض بنتی ہے۔ جب بہن اور بیٹی کا بہن کی بیٹی اور چچا کی بیٹی کیساتھ فرق ہے تو پھر بہن اور بیٹی کو ان پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ ”جس طرح بہن کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں تنہا ہونے کی صورت میں ذی فرض نہیں بنتی اسی طرح پوتیاں بھی تنہا ہونے کی صورت میں ذی فرض نہیں بنتیں“ درست نہ ہوگا۔

(6) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ پوتیوں کے ساتھ ساتھ کوئی بیٹا ہو۔ کیونکہ وہ عصبہ بن کر سارا مال لے گا۔ اس لئے ان کے واسطے کچھ نہیں بچے گا۔ لہذا یہ محروم ہو جائیں گی۔

قوله ولو ترک ثلث بنات الخ

﴿ مسئلہ تشبیہ ﴾

مسئلہ تشبیہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض پر ہیں۔ یونہی ایک دوسرے بیٹے کے بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض پر ہیں۔ یونہی ایک تیسرے بیٹے کے پوتے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض پر ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید کا ایک بیٹا منصور ہے، منصور کا ایک بیٹا خالد اور ایک بیٹی خالدہ ہے، پھر خالد کا ایک بیٹا شاہد اور ایک بیٹی شاہدہ ہے، پھر شاہد کا ایک بیٹا ناصر اور ایک بیٹی ناصرہ ہے۔ اسی طرح زید کا ایک بیٹا محمود ہے، محمود کا ایک بیٹا محبوب ہے، محبوب کا ایک بیٹا جمیل اور ایک بیٹی جمیلہ ہے، پھر جمیل کا ایک بیٹا عقیل اور ایک بیٹی عقیلہ ہے، پھر عقیل کا ایک بیٹا جلیل اور ایک بیٹی جلیلہ ہے۔

اسی طرح زید کا ایک اور تیسرا بیٹا جلال الدین ہے، جلال الدین کا ایک بیٹا جمال الدین ہے، جمال الدین کا ایک بیٹا علاء الدین ہے، اب علاء الدین کا ایک بیٹا حبیب الرحمن اور ایک بیٹی حبیبہ ہے، پھر حبیب الرحمن کا ایک بیٹا عزیز الرحمن اور ایک بیٹی عزیزہ ہے، پھر عزیز الرحمن کا ایک بیٹا منیب الرحمن ہے اور ایک بیٹی منیبہ ہے۔ اب مجموعی صورت حال یہ ہے کہ زید کے تمام بیٹے اور پوتے یعنی کہ منصور، خالد، شاہد، ناصر، محمود، محبوب، جمیل، عقیل، جلیل، جلال الدین، جمال الدین، علاء الدین، حبیب الرحمن، عزیز الرحمن اور منیب الرحمن سب فوت ہو چکے ہیں اور سب پوتیاں موجود ہیں۔

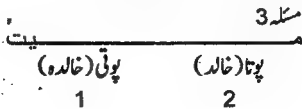
اب وراثت تقسیم کرنی ہے تو مسئلہ 6 سے بنے گا نصف ملے گا خالدہ کو اور بقیہ تمام پوتیوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا اب اگر ان میں سے کسی ایک کے مساوی کوئی لڑکا ہو تو وہ ان سب محاذیات اور اوپر والیوں کو عصبہ بنا دے گا اور ترکہ سب عصبات کے درمیان لشد کمر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا اور جو لڑکیاں اس ایک لڑکے سے نیچے ہوئیں وہ محروم ہو جائیں گی کیونکہ عصبات سے نیچے والے سب محروم ہوتے ہیں۔

مسئلہ تشبیہ میں محتمل صورتیں درج ذیل ہیں۔

نمبر: 1

ہر درجہ میں ہر لڑکی کے ساتھ لڑکا بھی موجود ہو۔

ایسی صورت میں سب سے پہلی صنف (منصور کی اولاد) میں جو لڑکا (خالد) ہوگا وہ اپنی بہن (خالدہ) کو عصبہ بنا دیگا اور سارا مال ان دونوں کے درمیان لشد کمر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا کیونکہ انکے محاذی کوئی بھی نہیں ہے بلکہ ان کے محاذی تو محبوب اور جمال الدین ہے (جو کہ فوت ہو چکے ہیں)



نمبر: 2

ایک لڑکا پہلی صنف کی علیا کے محاذی ہو۔
یعنی خالد اور خالدہ دونوں موجود ہیں۔ تو مال دونوں کے درمیان ”اثلاثاً“ ہوگا۔
یعنی کل مال کے تین حصے کر لیں گے جس میں سے ایک حصہ خالدہ کو دیں گے اور دو حصے خالدہ کو۔

مسئلہ 3	
پوتا (خالد)	پوتی (خالدہ)
2	1

نمبر: 3

صنف اول کی وسطی کے محاذی لڑکا ہوگا۔
یعنی شاہدہ کے ساتھ شاہد بھی موجود ہے، یہ شاہد اور شاہدہ صنف ثانی (محمود کی اولاد) کی علیا (جیلہ) کے محاذی ہے۔ جبکہ صنف ثالث (جلال الدین کی اولاد) کی علیا ابھی ان سے بھی نیچے ہے۔

ایسی صورت میں مسئلہ 8 سے بنے گا۔ ان میں سے 4، صنف اول (منصور کی اولاد) کی علیا (خالدہ کو) کیونکہ اس درجہ میں وہ اکیلی ہے، ”2“ شاہد کو، ”1“ شاہدہ کو اور ”1“ جیلہ کو دیں گے۔ کیونکہ شاہد صنف اول (اولاد منصور) کی وسطی (شاہدہ) اور صنف ثانی (اولاد محمود) کی علیا (جیلہ) کے محاذی ہے۔ (یہاں پر مسئلہ آٹھ سے بنایا گیا جبکہ اصلاً 8 سے نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چار سے سہام پورے نہیں ہو رہے تھے اس لئے یہاں پر تصحیح کا ایک قانون استعمال کیا گیا ہے) (جو کہ آپ آئندہ صفحات میں پڑھیں گے)۔

مسئلہ 8		
پوتی شاہدہ	1 پر پوتا	2 پر پوتیاں
نصف	عصبہ	عصبہ
4	2	2

نمبر: 4

لڑکا (ناصر) صنف اول (اولاد منصور) کی سفلی (ناصرہ) کے محاذی ہے۔ یعنی صنف ثانی (اولاد منصور) کی وسطی (عقیلہ) اور صنف ثالث (اولاد جلال الدین) کی علیا (حبیبہ) کے محاذی ہوگا۔ ایسی صورت میں مسئلہ 60 سے بنے گا۔ یہاں پر بھی قانون تصحیح کی وجہ سے ایسا ہوا (اس لئے یہ بحث کہ مسئلہ 60 سے کیسے بنا ایک طرف رکھتے ہوئے ابھی صرف اتنا سمجھ لیں کہ وہ ساٹھ سہام کس کس کو کیسے کیسے تقسیم کئے جائیں گے) چنانچہ 30 سہام، صنف اول (اولاد منصور) کی علیا (خالہ) کو دے دیں گے۔ باقی بچے 30۔ ان میں سے 5 صنف اول (اولاد منصور) کی وسطی (شاہدہ) کو۔ اور 5 صنف ثانی (اولاد محمود) کی علیا (جلیلہ) کو۔ باقی سہام 20 بچے ہیں اور چار افراد ”عصبات“ موجود ہیں۔ صنف اول کی سفلی (ناصرہ) اور ناصر، صنف ثانی کی وسطی (عقیلہ) اور صنف ثالث کی علیا (حبیبہ)۔ ان چاروں میں 20 سہام للذکر مثل خط الانثیین کے طور پر تقسیم ہونگے۔ لہذا 20 میں سے 8 حصے ناصر کو، 4 حصے ناصرہ کو، 4 حصے عقیلہ کو اور 4 حصے حبیبہ کو دیں گے۔ اس صورت میں تین لڑکیاں وراثت سے محروم رہیں۔

نمبر (۱) صنف ثانی کی سفلی (جلیلہ)

نمبر (۲) صنف ثالث کی وسطی (عزیزہ)

نمبر (۳) صنف ثالث کی سفلی (منیبہ)

مسئلہ 60

پوتی	2 پر پوتیاں	3 سکر پوتیاں	1 سکر پوتا
نصف	سدر	عصبہ	عصبہ
30	10	12	8

نمبر: 5

لڑکا محاذی ہو صنفِ ثانی کی سفلی کے۔

یعنی جلیلہ کے ساتھ جلیل بھی زندہ ہے۔ اب کی بار سوائے صنفِ ثالث کی سفلی (منیبہ) کے باقی سب کو وراثت ملے گی۔ پہلی تین یعنی صنفِ اول کی علیا (خالدہ) اور وسطی (شاہدہ) اور صنفِ ثانی کی علیا (جلیلہ) کو بطور ذی فرض حصہ ملے گا۔ اور باقیات کو بطور عصبہ۔ اسکا مسئلہ 84 سے بنے گا۔ اس میں سے نصف یعنی 42 سہام صنفِ اول کی علیا (خالدہ) کو، 7 سہام صنفِ اول کی وسطی (شاہدہ) اور صنفِ ثانی کی علیا (جلیلہ) کو کل مال کا سدس (14 سہام) دیا اس طرح کہ ہر ایک کو 7، 7 سہام آئیں۔ یہ کل 56 ہوئے۔ باقی بچے 28۔ یہ سہام پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوئے۔ چنانچہ ان 28 میں سے 8 سہام جلیلہ کو۔ اور بقیہ پانچوں لڑکیوں میں سے ہر ایک یعنی ناصرہ، عقیلہ، جلیلہ، حبیبہ اور عزیزہ کو 4.4 سے دیئے جائیں گے۔

مسئلہ 84			
پوتی	2 پر پوتیاں	5 سکر پوتیاں	1 سکر پوتا
نصف	سدس	عصبہ	عصبہ
42	14	20	8

نمبر: 6

اگر صنفِ ثالث کی سفلی کے محاذی کوئی لڑکا ہو۔

یعنی منیبہ زندہ ہے۔ تو اس صورت میں تمام لڑکیاں حصہ پائیں گی۔ ان میں سے پہلی تین یعنی کہ صنفِ اول کی علیا (خالدہ) اور وسطی (شاہدہ) اور صنفِ ثانی کی علیا (جلیلہ) تو بطور ذی فرض حصہ پائیں گی جبکہ بقیہ تمام لڑکیاں عصبہ کے طور پر وراثت حاصل کریں گے۔

چنانچہ مسئلہ 24 سے بنے گا (اس میں بھی تداعل ہو رہا تھا چونکہ ابھی آپ نے وہ

پڑھا نہیں اس لئے اس مقام پر ہم نے اس کی بحث کو نہیں چھیڑا بلکہ ڈائرکٹ آپ کو مسئلہ چوتیس سے بنادیا) اب ان میں سے 12 حصص (جو کہ 24 کا نصف ہے) خالدہ کو۔ 2 صنف اول کی وسطی (شاہدہ) کو۔ 2 صنف ثانی کی علیا (جمیلہ) کو۔ یہ ثلثان مکمل ہوا۔ 24 میں سے آٹھ باقی بچے۔ اور کل 6 لڑکیاں اور ایک لڑکا ابھی باقی ہے۔ چنانچہ ہر لڑکی (ناصرہ، عقیلہ، جلیلہ، حبیبہ، عزیزہ، اور منیبہ) کو 1، 1 اور غیب الرحمن کو 2 حصے دئے جائیں گے۔

مسئلہ 24			
پوتی	2 پر پوتیاں	6 سکر پوتیاں	1 سکر پوتا
نصف	سدس	عصبہ	عصبہ
12	4	6	2

سوال

پوتیوں میں جہاں کہیں نیچے لڑکا محاذی آیا، آپ نے اس کے محاذی اور اوپر سب لڑکیوں کو عصبہ بنا دیا لیکن صنف اول کی علیا (خالدہ) اور وسطی (شاہدہ) اور صنف ثانی کی علیا (جمیلہ) کو عصبہ نہیں بنایا، جب نیچے کا لڑکا اپنے محاذیات کو عصبہ بنا سکتا ہے جو کہ قرابت میں دوسری عورتوں سے دور ہے پھر وہ ان کو عصبہ کیوں نہیں بنا رہا جو ان نیچے کی عورتوں سے زیادہ قریب ہیں۔

جواب

لڑکیوں میں جو ذی فرض کے طور پر حصہ پالیتی ہے وہ پھر بطور عصبہ حصہ نہیں لے سکتی۔ ہاں جن کو ذی فرض کے طور پر حصہ نہیں ملا وہ بطور ”عصبہ“ حصہ پاسکتی ہیں۔ چونکہ موجودہ مسئلہ میں یہ تینوں لڑکیاں فرضی حصہ حاصل کر چکی ہیں اس لئے اب وہ عصبہ نہیں بن سکتیں۔

واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدة والثلاثان للانثيين فصاعدة ومع الاخ لاب وام للذكر مثل حظ الانثيين يصرن به عصبه لاستوائهم في القرابة الى الميت ولهن الباقي مع البنات او بنات الابن لقوله عليه السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبه والاخوات لاب كالاخوات لاب وام ولهن احوال سبع النصف للواحدة والثلاثان للانثيين فصاعدة عند عدم الاخوات لاب وام ولهن السدس مع الاخت لاب وام تكملة للثلاثين ولا يرثن مع الاختين لاب وام الا ان يكون معهن اخ لاب فيعصبهن والباقي بينهم للذكر مثل حظ الانثيين والسادسة ان يصرن عصبه مع البنات او بنات الابن لما ذكرنا وبنوا الاعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وان شغل وبالاب بالاتفاق وبالجد عند ابى حنيفة رحمة الله عليه ويسقط بنو العلات ايضا بالاخ لاب وام وبالاخت لاب وام اذا صارت عصبه واما للام فاحوال ثلاث السدس مع الولد او ولد الابن وان سفل او مع الانثيين من الاخوة والاخوات فصاعدا من اى جهة كانا وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين وثلث مابقى بعد فرض احد الزوجين وذلك في مسثلتين زوج وابوين وزوجة وابوين ولو كان مكان الاب جد فللام ثلث جميع المال الا عند ابى يوسف رحمة الله عليه فان لها ثلث الباقي وللجدة السدس لام كانت او لاب واحدة كانت او اكثر اذا كن ثابتات متحازيات في الدرجة ويسقطن كلهن بالام والابويات ايضا بالاب وكذلك بالجد الام الاب وان غلت فانها ترك مع الجد لانها ليست من قبله والقربى من اى جهة كانت تحجب البعدى من اى جهة كانت وارثة كانت القربى او محجوبة واذا كانت الجدة ذات قرابة واحدة كام ام الاب والاخرى ذات قرابتين او اكثر كام ام الام

وہی ایضاً ام اب الاب بھذہ الصورہ یقسم السدس بینہما عند ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ انصافا باعتبار الابدان وعند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اثلاثا باعتبار الجهات

ترجمہ

یعنی بہنوں کے پانچ احوال ہیں۔ (نمبر ۱) ”نصف“ ایک کے لئے (نمبر ۲) ”ثلثان“ دو اور اس سے زیادہ کے لئے اور (نمبر ۳) یعنی بھائی کے ساتھ للذکر مثل حظ الانثیین (کے طور پر حصہ پائیں گی کیونکہ) اس کے ساتھ وہ عصبہ بن جائیں گی اس لئے کہ وہ سب قرابت الی المیت میں برابر ہیں اور (نمبر ۴) ان کے لئے باقی ماندہ مال ہوگا حقیقی بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ حضور ﷺ کے اس قول کی وجہ سے اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ (بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ) اور علاتی بہنیں یعنی بہنوں کی طرح ہیں اور ان کے سات احوال ہیں، (نمبر ۱) نصف ایک کے لئے، (نمبر ۲) ثلثان دو اور زیادہ کے لئے جب کہ یعنی بہنیں نہ ہوں اور (نمبر ۳) ان کے لئے سدس ہوگا ایک یعنی بہن کے ساتھ ثلثان کو پورا کرنے کے لئے اور (نمبر ۴) دو یعنی بہنوں کے ساتھ یہ حصہ نہیں پائیں۔ مگر (نمبر ۵) یہ کہ ان کے ساتھ کوئی یعنی بھائی موجود ہو تو وہ ان کو عصبہ بنا دے گا تو باقی مال ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور (نمبر ۶) چھٹا حال یہ ہے کہ بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ مل کر یہ عصبہ بن جاتی ہیں جیسا کہ پہلے بھی ہم نے ذکر کیا اور (نمبر ۷) تمام علاتی اور اخانی بہن بھائی بیٹے، پوتے، پوتے کے بیٹے نیچے تک سب کی موجودگی میں محروم ہو جاتے ہیں۔ اور باپ کی موجودگی میں بالاتفاق محروم ہو جاتے ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا کی وجہ سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور علاتی بہن بھائی یعنی بھائی اور بہن سے بھی محروم ہو جاتے ہیں جب یہ عصبہ بن جائیں۔ اور ماں کے تین احوال ہیں (نمبر ۱) چھٹا حصہ ہے اولاد یا بیٹے کی اولاد نیچے تک کے ساتھ یا کم دو بہن، بہنوں کے ساتھ بہ بہن بھائی خواہ کسی بھی جہت سے ہوں اور (نمبر ۲) تمام مال کا ثلث ہے جب کہ یہ

مذکورہ تمام ورثہ نہ ہوں اور (نمبر ۳) احد الزوجین میں سے ایک کا فرضی حصہ نکال کر باقی کا ثلث اور یہ صرف دو مسئلوں ہی میں ہوگا نمبر ایک جب کوئی عورت شوہر اور ماں باپ چھوڑ کر مری ہو یا کوئی مرد، بیوی اور ماں باپ چھوڑ کر مرا ہو اور اگر باپ کی جگہ دادا ہو تو ماں کے لئے جمع مال کا ثلث ہے مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی کل مال کا نصف دیا جائے گا۔ اور دادی کے لئے چھٹا حصہ ہے خواہ ماں کی طرف کی ہو یا دادا کی طرف کی، ایک ہو یا زیادہ جبکہ سب جدہ ثابتہ ہوں اور میت کے ساتھ قرب درجہ میں برابر ہوں اور سب کی سب دادیاں، ماں کی موجودگی میں محروم ہو جاتی ہیں اور باپ کی طرف کی تمام دادیاں باپ کی موجودگی سے بھی محروم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح دادا سے بھی محروم ہو جاتی ہیں مگر باپ کی ماں اگر چہ اوپر تک ہوں دادا کے ساتھ بھی حصہ پاتی ہے کیونکہ یہ دادا کے واسطے سے وارث نہیں ہے اور قریبی دادی کسی بھی جہت سے ہو دور والی کو محبوب کر دیتی ہے خواہ دور والی کسی بھی جہت سے ہو، قریبی دادی خود وارث ہو یا محبوب۔ اور جب ایک دادی ایک قرابت والی ہو جیسا کہ باپ کی ماں کی ماں اور دوسری دادی دو یا دو سے زیادہ قرابتوں والی ہو جیسا کہ ماں کی ماں کی ماں اور وہ میت کے باپ کے باپ کی بھی ماں ہو (اس کی تشریح صورت مسئلہ میں پیش کی جائے گی) تو امام ابو یوسف کے نزدیک ایک سدس ان سب کے درمیان ان کے اہل ان کا اعتبار کرتے ہوئے برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور امام محمد کے نزدیک ان کی جہات کا اعتبار کرتے ہوئے مال کو تین حصوں میں تقسیم کر کے دو حصے دو قرابتوں والی کو اور ایک حصہ ایک قرابت والی دادی کو ملے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قوله واما للاخوات لابن وامر فاحوال خمس الخ

﴿یعنی بہنوں کے احوال﴾

ان کے پانچ احوال ہیں۔

(i) نصف

یہ اس صورت میں ہوگا جب یعنی بہن صرف ایک ہو اور اس کے ساتھ کوئی دوسری بہن یا کوئی بیٹی نہ ہو۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک ہے:

وله اخت فلها نصف ماترك ۱

”اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے“ (ترجمہ کنز الایمان)

مسئلہ 2

یت	یعنی بہن
چچا ماضی	نصف
1	1

(ii) ثلثان

یہ اس صورت میں ہوگا کہ یعنی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك ۲

”پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ترکہ میں ان کا دو تہائی“ (ترجمہ کنز الایمان)

سوال

قرآن کریم میں تو صرف دو بہنوں کے لئے ”ثلثان“ حصہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ سے زیادہ کے لئے ”ثلثان“ کس بناء پر قرار دیا ہے؟

چونکہ ان کے لئے حصہ ”ثلثان“ ہی ہے۔ جب 2 بہنیں ”ثلثان“ کی مستحق ہیں تو پھر دو سے زیادہ تو بدرجہ اولیٰ ”ثلثان“ کی مستحق ہوگی۔

مسئلہ 3	
یت	
چچا	2 عینی بہنیں
ماتنی	ثلثان
1	2

نوٹ

بہنوں کے احوال میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ 2 ہوں تو ان کا ”ثلثان“ ہوگا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بیٹیاں بھی اگر دو ہوں تو ان کے لئے بھی ”ثلثان“ ہی ہوگا کیونکہ ”بہن“ کی قرابت ”بیٹی“ سے کم ہوتی ہے۔ تو جب بہن دور کی قرابت دار ہو کر ”ثلثان“ پارہی ہے تو پھر بیٹیاں قریب کی قرابت دار ہوتے ہوئے کیوں محروم رہیں۔ نیز بیٹیوں کے احوال میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگر دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے ”ثلثان“ ہی ہے اس سے یہ بات بھی سمجھ آگئی کہ اگر بہنیں دو سے زیادہ ہوں تو وہ بھی ”ثلثان“ ہی پائیں گی۔ کیونکہ ”بیٹی“ میت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ تو جب یہ اتنی قریب ہو کر اور اتنی زیادہ قربت رکھنے کے باوجود صرف ”ثلثان“ کی حقدار ہیں خواہ تعداد میں کتنی ہی ہوں۔ تو پھر جو قرابت میں ان کی بہ نسبت زیادہ دور ہیں وہ ”ثلثان“ سے زیادہ کی مستحق کیسے ہو سکتی ہیں؟

(iii) عصبہ بالغیر

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت نے عینی بھائی چھوڑے ہوں خواہ ایک ہو یا زیادہ یہ بہنیں اس بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائیں گی۔ چنانچہ ان کے درمیان ترکہ لسلند کبر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين .
 ”اور اگر بنائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر“ (ترجمہ کنز الایمان)

مسئلہ 34	
2 یعنی بہنیں	یعنی بہن
ثلثان	ماقی
2	1

نوٹ

یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ یعنی بہنوں کو یعنی بھائی ہی عصبہ کر سکتا ہے۔ علاقائی بھائی حقیقی بہنوں کو عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ بہن حقیقی ہو اور بھائی علاقائی تو حقیقی بہن اپنا فرضی حصہ پائے گی اور یہ (علاقائی بھائی) بطور عصبہ وارث بنے گا اور اگر حقیقی بھائی ہو اور علاقائی بہن تو یہ بھائی بھی بہن کو عصبہ نہیں بنائے گا بلکہ خود بطور عصبہ وارث بنے گا اور علاقائی بہن محروم ہوگی۔

بعض علماء نے یہاں پر اختلاف کیا ہے وہ یہ کہ جب میت نے بیٹی اور حقیقی بھائی اور ایک حقیقی بہن چھوڑی ہو تو بیٹی کو نصف دے کر باقی جو بچے گا وہ بھائی کو دیں گے بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔ ان کی دلیل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان مبارک ہے:

فما بقتہ فلا ولی رجل ذکر

”جو ذی فرض چھوڑ دیں تو وہ مردوں میں سے اس کے لئے ہے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے“ ۲

اور میت کا ”قریبی مرد“ بھائی ہی ہے کیونکہ بہن تو مؤنث ہے اس پر ذکر کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ لہذا بہن محروم ہو جائے گی۔

جواب

اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ بیٹی کے ساتھ پوتا، پوتی چھوڑے ہوں تو اس صورت میں بیٹی کا حصہ نکال کر باقی جو بچا وہ ان دونوں پوتا پوتی کے درمیان لالہ کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ بیٹی کے ساتھ، چچا، پھوپھی چھوڑے ہوں تو بیٹی کا حصہ نکال کر باقی صرف چچا کو ملے گا اور پھوپھی محروم ہوگی۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ بیٹی کے ساتھ بھائی، بہن چھوڑے ہوں تو بیٹی کا حصہ نکال کر باقی سارے کا سارا بھائی کو ملے گا یا بہن بھی حقدار ہوگی؟

اس سلسلہ میں ہماری گزارش یہ ہے کہ بیٹی کے ساتھ بہن اور بھائی والے مسئلہ کو بیٹی کے ساتھ پوتا، پوتی والے مسئلہ کے ساتھ لاحق کر کے اسی کے احکام جاری کریں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس بہتری کی وجہ یہ ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جب پوتا اور پوتی کے ساتھ بیٹی نہ ہو تو جمیع مال دونوں کے درمیان بطور عصوبیت تقسیم ہوگا اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جب بھائی اور بہن کیساتھ بیٹی نہ ہو تو ترکہ بہن اور بھائی کے درمیان لالہ کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا اس بات میں بھی اتفاق ہے کہ جب چچا اور پھوپھی کے ساتھ بیٹی نہ ہو تو ان کے درمیان لالہ کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم نہیں ہوگا بلکہ جمیع مال چچا لے گا اور پھوپھی محروم ہوگی۔

اب دیکھیں کہ بیٹی نہ ہو تو اس کے ساتھ تین طرح کی صورتیں بنتی ہیں۔

(۱)..... بیٹی نہ ہو، پوتا اور پوتی ہو۔

(۲)..... بیٹی نہ ہو، بہن اور بھائی ہوں۔

(۳)..... بیٹی نہ ہو، چچا اور پھوپھی ہوں۔

ان تینوں مسئلوں میں دو (پہلا ”پوتا اور پوتی، بیٹی کے بغیر ہوں“ اور دوسرا ”بہن

اور بھائی، بیٹی کے بغیر ہوں“) مسئلے ایک جیسے ہیں۔

جبکہ

تیسرا مسئلہ ”چچا اور پھوپھی، بیٹی کے بغیر ہوں“ ان سے ملتا جلتا نہیں ہے۔
ان تینوں مسئلوں میں دیکھ لیں ”بہن اور بھائی“ والا مسئلہ ”پوتا اور پوتی“ کے
ساتھ ملتا جلتا ہے جبکہ ”چچا اور پھوپھی“ سے مختلف ہے۔ اس لئے جو مسئلہ بہن نہ ہونے کی
صورت میں متفقہ طور پر ”پوتا پوتی“ جیسا ہے، بہن کی موجودگی میں بھی اس مسئلہ کو ”پوتا پوتی“
والے مسئلہ کے ساتھ لاحق کر کے وہی احکام جاری کریں تو زیادہ بہتر ہے کہ اس مسئلہ کی اسی
کے ساتھ مشابہت بنتی ہے۔

حدیث شریف کا جواب

یہ حدیث شریف اس بات پر محمول ہے کہ عورت ”عصبہ“ نہ بن سکتی ہو تو پھر
لاولسی رجل ذکر والا حکم ہے۔ جبکہ (جب بیٹی کے ساتھ بھائی اور بہن ہوں) یہاں پر
بہن ”عصبہ“ بن سکتی ہے۔ لہذا جو ہم نے دعویٰ کیا، حدیث شریف اس کے منافی نہیں ہے
اور حدیث جس کے منافی ہے وہ ہم نے دعویٰ ہی نہیں کیا۔

(iv) عصبہ مع الخیر

یہ اس صورت میں ہے کہ بیٹیاں یا پوتیاں بھی ہوں تو ایسی صورت میں یہ عصبہ بن
جائیں گی اور بیٹوں اور پوتیوں سے بچا ہوا یعنی نصف یا ثلث حاصل کریں گی۔ امام بخاری
رحمۃ اللہ علیہ نے بہنوں کی بیٹیوں کے ساتھ میراث کے سلسلے میں ایک مستقل باب باندھا
ہے جس کا نام ہے ”باب میراث الاخوات مع البنات عصبۃ“ اس باب کے
تحت آپ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے:

للابنة النصف ولابنة الابن السدس وما بقی فلالخت

”بیٹی کے لئے آدھا، پوتی کے لئے چھٹا اور ان سے جو بچ رہے وہ بہن کے لئے

ہے“

اصحاب فرائض سے بچا ہوا مال حاصل کرنے والا ”عصبہ“ ہی تو ہوتا ہے، اور مذکورہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے بیٹی اور پوتی سے بچا ہوا مال بہن کو دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ بہن جب بیٹی اور پوتی کے ساتھ ہوتی ہے تو ”عصبہ“ بنا کرتی ہے۔ اکثر صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے ﴿

مسئلہ 6

بیٹ	بیٹی	پوتی
عصبہ	نصف	سدس
1+1=2	3	1

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: جب بیٹیاں اور پوتیاں ہوں اور ساتھ بہنیں ہوں تو بہنوں کو عصبہ نہیں بنائیں گے۔ آپ سے کہا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے تھے: بہن کو ”ماقی“ ملے گا۔ تو آپ ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا: تم بہتر جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ مطلب ان کا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان امرء هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف مترك
 ”اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے“ (ترجمہ کنز الایمان)

اس کا سیدھا سا مطلب یہی ہے کہ اگر ”ولد“ ہو تو ”اخت“ کو کچھ نہیں ملے گا۔ معلوم ہوا کہ ”ولد“ حاجب ہے بہن کے لئے اور لفظ ”ولد“ عام ہے، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ جیسا کہ پیچھے گذرا کہ اگر ”ولد“ نہیں ہے تو ماں کو ”ثلث“ ملے گا اور اگر ”ولد“ ہے یعنی لڑکا ہے یا لڑکی تو ماں کے لئے ”سدس“ ہوگا۔ دیکھیں یہاں پر بھی ”ولد“ حاجب بنا اس میں لڑکا ہونے کی قید نہیں ہے بلکہ اگر لڑکی بھی ہو تب بھی ماں ”ثلث“ سے محروم ہو جائے گی۔ اسی طرح زوج کو نصف سے ربع تک بھی ”ولد“ نے ہی پہنچایا اور زوجہ کو ربع سے ثمن تک بھی مطلق ”ولد“ ہی نے پہنچایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حاجب ”ولد“ ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ لہذا

اگر ”ولد“ کے ساتھ اخت ہوگی تو وہ ”ولد“ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، اخت کے لئے حاجب ہوگا اور اس اخت کو وراثت میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

سوال

جب ”ولد“ حاجب ہے تو پھر یہ سب کے لئے حاجب ہونا چاہئے۔ آپ ولد اور وہ بھی لڑکی کی وجہ سے ”اخت“ کو تو محروم کر رہے ہیں لیکن بھائی کو وراثت دے رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ اس ”ولد“ نے بھائی کو محروم کیوں نہیں کیا؟

جواب

”ولد“ حاجب ہے اس سے انکار نہیں ہے اور بھائی کو جو حصہ دیا گیا ہے وہ ”عصبہ“ ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ جبکہ ”اخت“ عصبہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ لفظ یہ ہیں ”فلا ولسی رجل ذکر“ اس لئے ہم نے بھائی کو بطور ”عصبہ“ حصہ دیا ہے جبکہ بہن کو نہیں دیا۔ کیونکہ ولد سے وہ محبوب ہوگئی اور عصبہ نہ بن سکی۔

جمہور کا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل کا سارا زور اس بات پر ہے کہ عبارت میں لفظ ”ولد“ آیا ہے اور یہ عام ہے ”ذکر اور انثی“ دونوں کو شامل ہے۔ لیکن اس بات پر بھی تو غور کیا جائے کہ عام میں تخصیص کی گنجائش تو بہر حال ہوتی ہے یہاں پر بھی ”ولد“ سے مراد عام نہیں بلکہ ”خاص“ (ذکر) مراد ہے۔ اس تخصیص پر دلیل یہ ہے کہ اسی آیت کے آگے لفظ یوں ہیں:

وہو یرثہا ان لم یکن لہا ولد

یہاں پر ”ولد“ سے مراد بالاتفاق بیٹا ہے نہ کہ بیٹی۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ”ولد“ نہ ہو تو بھائی میراث پاتا ہے۔ یہاں پر ”ولد“ سے مراد ”بیٹا“ ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ میت کا بیٹا نہ ہو تو بھائی میراث پائے گا (خواہ بیٹی موجود ہی کیوں نہ ہو) اور بیٹا ہو تو میراث نہیں پائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ”ولد“ سے مراد عام نہیں ہے بلکہ خاص ”بیٹا“

ہے۔ لہذا بہن ان کے ساتھ مل کر عصبہ بنے گی اور بیٹی سے بچا ہوا مال لے گی۔

مزید تائید

ہمارے اس موقف کی تائید حضرت حذیل بن شرییل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں: کسی شخص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا، مسئلہ یہ تھا ”اگر کوئی شخص بیٹی، پوتی اور بہن چھوڑ کر مرے تو ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟“ آپ نے جواباً کہا کہ نصف بیٹی کا اور باقی بہن کا پھر آپ نے اس سائل سے کہا کہ یہی مسئلہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا اور جو جواب وہ دیں وہ مجھے بھی آکر بتانا۔ وہ شخص حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: نصف بیٹی کا اور سدس پوتی کا تکلمۃ للثلاثین اور جو باقی بچے وہ ”بہن“ کے لئے ہے۔ جب یہ بات اس سائل نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتائی تو آپ نے فرمایا: جب تک ان جیسا بحر عالم موجود ہے اس وقت تک مجھ سے کوئی سوال نہ پوچھو۔ ۱

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ بہن کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔ دونوں بزرگوں نے بہن کو عصبہ بنایا فرق صرف یہ ہوا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوتی کو بھی اس کا حصہ دیا جبکہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوتی کو سچھ نہیں دیا تھا۔ لیکن ”بہن“ کو دونوں نے ”عصبہ“ تو بہر حال بنایا ہے۔ اس سے اندازہ کریں کہ بہنوں کو بیٹیوں کیساتھ عصبہ بنانے کا خیال کس قدر واضح تھا کہ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہ ہوا۔

۱۔ (۱) جامع الترمذی، جلد ۲، صفحہ ۳۰، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، کراچی۔

(۲) بخاری شریف، جلد ۲، صفحہ ۹۹۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

(۳) ابن ماجہ، صفحہ ۲۰۰، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

(v) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ بیٹا یا پوتا نیچے تک کوئی موجود ہو، تو یہ محروم ہو جاتی ہیں۔

نوٹ

مصنف علیہ الرحمہ نے عینی بہنوں کے احوال میں سے یہ پانچواں حال یہاں پر ذکر نہیں کیا بلکہ علاقائی بہنوں کے احوال میں ساتویں درجہ میں بیان کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علاقائی بہنوں کا بھی ایک حال بعینہ یہی آگے آ رہا تھا تو مصنف علیہ الرحمہ نے بجائے اس کے کہ دو مقامات پر الگ الگ بیان کرتے اختصار کی وجہ سے دونوں کا ذکر ایک ہی جگہ پر کر دیا۔

﴿علاقائی بہنوں کے احوال﴾

ان کے 7 احوال ہیں۔

(i) نصف

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاقائی بہن ایک ہو اور حقیقی بہن کوئی نہ ہو۔

مسئلہ 2	
عینی بہن	شوہر
نصف	نصف
1	1

(ii) ثلثان

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاقائی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں اور ان کے ساتھ کوئی حقیقی بہن نہ ہو۔

مسئلہ 3	
2 عینی بہنیں	چچا
ثلثان	ماقی
2	1

(iii) سدس

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاقائی بہنوں کے ساتھ (خواہ علاقائی بہن ایک ہو یا زیادہ) ایک عینی بہن بھی ہو تو ”نصف“ حقیقی بہن کا اور ”سدس“ ان (علاقائی بہنوں) کا

تکملہ للثلثین

مسئلہ 6		
عینی بہن	علاقائی بہن	چچا
نصف	سدس	ماقی
3	1	2

(iv) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ دو عینی بہنیں ہوں۔ اس صورت میں علاقائی بہنیں محروم ہو جاتی ہیں کیونکہ بہنوں اور بیٹیوں کا کل حصہ ”ثلثان“ ہی تھا اور وہ دو عینی بہنیں وصول کر چکیں، اب اخوات کے لئے مزید کچھ نہیں بچا۔

مسئلہ 3		
عینی بہنیں	علاقائی بہن	بچا
ثلثان	محروم	باقی
2	0	1

(v) عصبہ بالغیر

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاقائی بہنوں کے ساتھ کم از کم دو عینی بہنیں ہوں اور ایک علاقائی بھائی ہو۔ ایسی صورت میں علاقائی بھائی، علاقائی بہن کو عصبہ بنا دیگا۔ لہذا دو عینی بہنوں کا ”ثلثان“ نکال کر باقی جو بچا وہ علاقائی بہن اور بھائی میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ عینی بہن بھائیوں کی میراث، صلبی بیٹیوں کی طرح ہوتی ہے اور علاقائی بہن بھائیوں کی میراث پوتے اور پوتیوں کی طرح ہوتی ہے۔ لہذا حقیقی بھائی، بیٹیوں کی طرح۔ حقیقی بہنیں، بیٹیوں کی طرح۔ علاقائی بھائی، پوتوں کی طرح اور علاقائی بہنیں، پوتیوں کی طرح ہونگی۔ تو جیسے پوتے اور پوتیاں بھی عصبہ بنتے ہیں اسی طرح علاقائی بھائی اور بہنیں بھی عصبہ بنیں گی۔

مسئلہ 3x3 = 9 صحیح		
2 عینی بہنیں	علاقائی بہن	علاقائی بھائی
ثلثان	عصبہ	عصبہ
2x3=6	1	2

(vi) عصبہ مع الغیر

یہ اس صورت میں ہوگا کہ بیٹیاں یا پوتیاں ساتھ ہوں، حدیث شریف میں ہے:

اجعلوا الاخوات مع البنات عصبہ

”بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ“

اکثر صحابہ کرام اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ اس میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف ہے وہ بیٹیوں کے ساتھ علاقہ بنائے پر راضی نہیں ہیں وہ تو ”یعنی“ بہنوں کو عصبہ نہیں بنا رہے تھے ”علاقہ“ کو کیسے بنائیں گے۔ انکے دلائل اور ان کا جواب یعنی بہنوں کے احوال میں گذر چکے۔

مسئلہ 6		
پوتی	بیٹی	علاقہ بنائیں
عصبہ	نصف	عصبہ
1	3	1X1=2

(vii) محرومیت

اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) بیٹا ہو۔

(۲) پوتا، پڑپوتا یا نیچے تک کوئی ہو۔

(۳) باپ ہو۔

(۴) دادا ہو۔ عند ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

ان تمام صورتوں میں علاقہ بنائیں محروم ہو جاتی ہیں۔ جبکہ دادا میں امام اعظم اور

صاحبین کا اختلاف ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا بھی علاقہ بنائیں محروم کر دیتا ہے۔

سب کی تفصیل یہ ہے کہ بیٹے سے حقیقی بھائی اور علاقہ بھائی تو اس لئے محروم

ہو جاتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وہو یرثہا ان لم یکن لہا ولد

یعنی کہ بھائی تب وارث ہوگا جب اس کا ”ولد“ نہ ہو۔ اور ولد سے یہاں مراد ”بیٹا“ ہے۔ اس کی دلیل پیچھے گذر گئی۔ اس لئے بیٹا، حقیقی بھائیوں کو محروم کر دیتا ہے اور بیٹے کی وجہ سے بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں اس کی بھی وجہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان امراء هلک لیس له ولد وله اخت فلہا نصف ماترک

اگر کسی مرد کا انتقال ہو جائے جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں

اس کی بہن کا آدھا ہے“ (ترجمہ کنز الایمان)

پیچھے گذرا کہ ولد سے مراد ”بیٹا“ ہے۔ معلوم ہوا کہ بیٹا، بہنوں کو بھی محروم کر دیتا ہے اور پوتا، بہنوں اور بھائیوں کو اس لئے محروم کر دیتا ہے کہ یہ بیٹے کے قائم مقام ہیں تو جو کام بیٹا کرتا تھا وہی کام اب اس کا جانشین کریگا۔

باپ کی وجہ سے یہ محروم اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کو وراثت جو ملتی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ میت ”کُلُّہ“ ہو اور ”کُلَّالہ“ کے لئے ضروری ہے کہ نہ اولاد ہو نہ باپ۔ تب کہیں یہ لوگ حصہ پائیں گے۔ جب باپ کی عدم موجودگی میں حصہ پائیں گے تو اس کی موجودگی میں حصہ نہیں پائیں گے۔ اس لئے باپ بھی بہن بھائیوں کے لئے حاجب بن گیا اور چونکہ دادا باپ کے قائم مقام ہوتا ہے اس لئے باپ موجود نہ ہونے کی صورت میں وہی کام جو باپ کیا کرتا تھا اب دادا کرے گا۔ یعنی کہ جن کو باپ محروم کرتا ہے ان کو دادا بھی محروم کرے گا اس کی مفصل بحث آگے ”مقامۃ الجد“ کے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

واماللامر فاحوال ثلث الخ

﴿ ماں کے احوال ﴾

ماں کے تین احوال ہیں۔

(i) سدس

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) کوئی موجود ہو۔ یا کم از کم دو بہن بھائی موجود ہوں خواہ دونوں عینی ہوں یا علاقائی یا خیانی یا مختلف۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ولا بویہ لكل واحد منهما السدس مما ترک ان کان له ولد
 ”اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا“ (ترجمہ کنز الایمان)
 مذکورہ آیت میں ”ولد“ کا لفظ ہے اور یہ لفظ بیٹوں اور پوتوں سب کو شامل ہے۔
 دوسری دلیل یہ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ ماں کے لئے حصہ وراثت کا تعیین کرانے میں پوتے، بیٹوں کے قائم مقام ہوتے ہیں فلہذا ان سب کی موجودگی میں ایک ہی حکم ہے کہ ماں کو سدس ملے۔ اسی طرح کم از کم دو بہنیں یا دو بھائی یا بھائی بہن ہوں خواہ سب عینی ہوں یا سب علاقائی ہوں یا سب خیانی ہوں یا مختلف ہوں اس طرح کہ بعض عینی اور بعض علاقائی یا بعض عینی اور دوسرے بعض خیانی وغیرہ بہر حال دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو بھی ماں کو سدس ہی ملے گا۔ اس پر دلیل رب ذوالجلال کا یہ ارشاد ہے:

فان کان له اخوة فلامه السدس

”پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا“ (ترجمہ کنز الایمان)

اس آیت میں لفظ ”اخوة“ آیا ہے، جو کہ ہر اس فرد کو شامل ہے جس پر ”اخوة“ کا اطلاق ہوتا ہو، خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے۔ یہی اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مذہب ہے اور جمہور کا بھی یہی موقف ہے۔

مسئلہ 6		
ماں	یعنی بھائی	3 علاقائی بہنیں
سدر	عصبہ	عصبہ
1	2	3

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

اگر بہن بھائی تین یا تین سے زیادہ ہوں تو ماں کے لئے ”سدر“ ہوگا، لیکن بہن بھائی صرف دو ہی ہوں تو اب ”سدر نہیں“ بلکہ اب ثلث ہوگا۔ کیونکہ لفظ ”اخوة“ جمع ہے جس کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ لہذا جب تک تین سے کم ہونگے تب تک یہ حکم بھی نہیں لگے گا۔

جواب

میراث کے باب میں دو پر بھی وہی حکم لگتا ہے جو جماعت پر لگتا ہے۔ جیسا کہ پیچھے گذرا کہ حصول ”ثلث“ میں دو بیٹیاں بھی جمع کی طرح ہیں اور دو بہنیں بھی جمع کے حکم میں ہیں، کیونکہ جب بھی وراثت ہی سے متعلقہ ہے اس لئے اس میں بھی دو پر جمع کا حکم ہوگا۔ اسی طرح یہاں ماں کے لئے حاجب بننے میں بھی دو پر جمع والا حکم لگے گا۔ چنانچہ یہ اگرچہ دو ہی ہوں، تب بھی ماں کو ثلث سے محروم کر کے ”سدر“ کا حقدار بنادیں گی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ”مطلق جمع“ جو ہوتی ہے وہ ”دو“ کو بھی شامل ہوتی ہے اور یہ مقام تو خاص طور پر ایسا ہے کہ جمع سے مراد ”مطلق جمع“ نہیں۔ جس کا اطلاق ”ما فوق الواحد“ پر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ باب الوراثة ہے اور اس باب میں جمع سے مراد ”مطلق جمع“ ہی ہوتا ہے۔

استحقاق سدر

وہ مسئلہ تو ختم ہوا کہ دو بہنیں حاجب ہوں گی یا زیادہ۔ بہر حال جب حاجب ہوں گیں (جہور کے نزدیک دو بھی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دو سے زیادہ ہی)

تو وہ ”سدس“ جس سے ماں کو محروم کریں گی، اب ماں سے ہٹا کر یہ حصہ دیا کس کو جائے گا؟ اس میں پھر اختلاف ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہی ”بہن بھائی“ اس کے مستحق ہیں جنہوں نے ماں کو محروم کیا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ان بہن بھائیوں نے ماں کو اسی لئے تو محروم کیا تھا کہ جتنے حصہ سے ماں کو محروم کریں گے اتنا حصہ ان کو ملے گا اگر وہ حصہ ان کو ملنا ہی نہیں ہے تو پھر انکے حاجب ہونے کا فائدہ کیا ہوا؟ اور یہ بات یاد رہے کہ جو وارث نہیں ہوتا وہ حاجب بھی نہیں ہو سکتا یہاں اگر ان بہن بھائیوں کو اس سدس کا حقدار قرار نہ دیں تو پھر انکو حاجب قرار دینا ہی غلط ہو جائیگا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ جب کسی کے بہن بھائی کفار ہوں (نعوذ باللہ من ذلک) یا غلام ہوں تو وہ ماں کے لئے حاجب نہیں ہو سکتے یہاں حاجب نہ ہونے کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ ”وارث“ نہیں ہیں۔ تو چونکہ یہ وارث نہیں ہیں اس لئے یہ حاجب بھی نہیں ہیں اسی طرح اگر بہن بھائیوں کو ”سدس“ ملے گا ہی نہیں تو ان کو حاجب کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس پر ایک اور دلیل بھی ہے کہ حضرت طاؤس سے مرسل روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ماں باپ کے ساتھ بہن بھائیوں کو سدس عطا فرمایا۔

جمہور فقہاء کرام کا مذہب

عند الجمهور اس سدس کا مستحق ”باپ“ ہے۔

جمہور کی دلیل

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان لم یکن له لد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان له اخوة

فلامہ السدس

پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا، (ترجمہ کنزالایمان)

یہاں پر آیت کا پہلا حصہ یہ بتا رہا ہے کہ ماں کے لئے ”ثلث“ ہے اور باقی جتنا بچا وہ باپ کے لئے ہے۔ اسی طرح اگلے کلام میں بھی یہی ہوگا کہ اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ اور باقی جتنا بچا وہ باپ کا۔ یعنی پہلے جملہ میں یہ بتایا گیا کہ اگر اولاد اور بہن بھائی نہ ہوں تو ماں کا ثلث ہے، بقیہ باپ کا۔ اور اب یہ بتایا گیا کہ اگر بہن بھائی ہوں تو اس صورت میں ماں کا ثلث نہیں بلکہ ماں کا سدس ہے اور عصبہ ہونے کی وجہ سے بقیہ حصہ باپ کا۔

شرط حجب کا جواب

شرط حجب یہ ہے کہ حاجب جو ہے وہ کسی نہ کسی صورت میں محبوب کا وارث بنتا ہو اور اس کا شمار اس کے ورثاء میں ہوتا ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جس چیز سے حاجب ہو اس کو یہ حاصل بھی کرے۔ کافر اور غلام بھائی ماں کے لئے حاجب ہیں جبکہ باپ سے خود محبوب ہو جاتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو یہ ماں کے لئے حاجب ہیں لیکن جو سدس ان کی وجہ سے ماں سے ساقط ہوا وہ ان کو نہیں بلکہ باپ کو ملے گا۔

فائدہ

مذکورہ گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آگئی کہ بہن بھائی موجود ہوں اور ماں باپ بھی تو یہ ماں کے لئے حاجب ہوتے ہیں اس کا حصہ کم کروادیتے ہیں اور اسی صورت میں باپ ان کے لئے حاجب ہو جاتا ہے چنانچہ جو حصہ انہوں نے ساقط کروایا تھا وہ باپ لے لے گا اور ان کو کچھ نہیں ملے گا۔

باپ، بھائیوں کے لئے حاجب ہے اس پر یہ بھی دلیل ہے کہ جب ماں موجود نہ ہو تو باپ ان کو کچھ نہیں لینے دیتا، اب جبکہ ماں کی عدم موجودگی میں تو یہ کچھ حاصل کرنے سکے تو ماں کی موجودگی میں کیونکر حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا وہ حال جو ماں کی عدم موجودگی میں

تھا وہ ماں کی موجودگی والے حال سے کوئی زیادہ قوی اور مضبوط تو نہیں ہے۔

حدیث کا جواب

حضرت طاؤس سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میری اس شخص سے ملاقات ہوگئی جس کو رسول اکرم ﷺ نے ”ابوین“ کے ساتھ ”سدس“ دیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھ لیا کہ آپ کو وہ ”سدس“ کس بناء پر ملا تھا؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس میت نے میرے لئے ”سدس“ کی وصیت کی تھی اس لئے مجھے سدس ملا۔

لیجئے حضرت طاؤس کی اس شہادت اور وضاحت کے بعد یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استدلال کے قابل ہی نہ رہی، کیونکہ وہ تو یہ ثابت کرنے کے درپے ہیں کہ بھائیوں کو ”وراثت“ میں سدس دیا گیا۔ یہاں پتہ چلا کہ وہ سدس تو ”وصیت“ کی بنیاد پر دیا گیا تھا۔ حدیث شریف کی اس وضاحت کے بعد نہ صرف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استدلال جاتا رہا بلکہ الٹا یہ حدیث ہمارے موقف کی مؤید ہوگئی وہ اس طرح کہ حضرت طاؤس نے خود وضاحت کر دی کہ اس شخص کو ”وصیت“ کی بنیاد پر سدس ملا تھا اور وارث کے لئے ”وصیت“ جائز ہی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ بھائی وارث ہی نہ تھا کہ اگر وارث ہوتا تو اس کے لئے وصیت نہ کی جاتی۔ جب اس کا وارث ہونا باطل ہو گیا تو اس کا سدس پانا بھی باطل ہو گیا کیونکہ ”سدس“ وغیرہ تو وارث پاتے ہیں اور یہ ”وارث“ ہی نہیں۔

فائدہ

اصل بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ ”دادا“ ”اخوة اور اخوات“ کے لئے حاجب ہے۔ مطلب یہ کہ دادا کی موجودگی میں ”اخوة“ کو کچھ نہیں ملتا اور اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہیں۔ اب یہ بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ دادا جو کہ باپ کے قائم مقام ہوتا ہے وہ تو ”اخوة“ کو محجوب کر دے اور اس

بات کو ابن عباس مان لیں لیکن باپ ”اخوة“ کو محوب کر دیتا ہے اس بات کو نہ مانیں! یہ کیسے ممکن ہے؟ جبکہ باپ کی بات ماننا تو بہ نسبت ”دادا“ کے زیادہ آسان ہے کیونکہ دادا دور ہو کر اگر حاجب ہو سکتا ہے تو باپ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہے بدرجہ اولیٰ حاجب ہوگا۔

(ii) جمع مال کا ٹکٹ

یہ اس صورت میں ہوگا جب بیٹا، پوتا، پڑپوتا نیچے تک کوئی یاد یا دو سے زیادہ بہن بھائی موجود نہ ہوں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث

”پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی“ (کنز الایمان)

لیکن اس حال کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے ساتھ ”زوجین“ میں سے کوئی نہ ہو۔

مسئلہ 3

بیت

ماں	باپ
ٹکٹ	تہائی
1	2

(iii) زوجین سے بچے ہوئے کا ٹکٹ

اس کی صورت یہ ہوگی کہ میت نے ماں باپ کے ساتھ زوج یا زوجہ کو چھوڑا ہو ایسی صورت میں احد الزوجین کا حصہ نکال کر ”تہائی کا ٹکٹ“ ماں کو دیں گے اس کی دو صورتیں ہوں گی۔

نمبر (ا) میت نے ماں باپ اور زوج چھوڑا تو مسئلہ 6 سے بنے گا، نصف زوج کا یعنی کہ 3، اور تہائی یعنی کہ 3 کا ٹکٹ یعنی کہ 1 ماں کا اور بقیہ 2 باپ کا۔

مسئلہ 6

بیت

ماں	باپ	شوہر
تہائی کا ٹکٹ	تہائی من سہام الام	نصف
1	2	3

نمبر (۲) میت نے باپ اور زوجہ کو چھوڑا ہو ایسی صورت میں مسئلہ 4 سے بنے ربح زوجہ کو دیا جاتی ہے 3، ان کا ثلث یعنی 1 ماں کو اور بقیہ 2 باپ کو دیں گے۔

مسئلہ 4

میت	ماں	باپ	بیوی
ماقی کا ثلث	ماقی	ماقی	ربح
1	2	1	1

یہ مذہب اکثر صحابہ کرام اور جمہور فقہاء کرام کا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

آپ کا یہ موقف ہے کہ دونوں صورتوں میں ماں کو ”کل ترکہ کا ثلث“ دیں گے ان کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان لم یکن له ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث

”پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی“ (ترجمہ کنز الایمان)

غور کریں کہ میت کے ترکہ کے وارث ”اولاد“ نہ ہو بلکہ صرف ماں باپ ہوں تو ایسی صورت میں ماں کے لئے ”ثلث“ اور ثلث بھی ”کل ترکہ“ کا، کیونکہ اس سے پچھلی آیت میں یہ ہے:

ولا یؤتیہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان له ولد

”اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا“ (ترجمہ کنز الایمان)

تو جس طرح سابقہ آیت میں ”سدس“ ماترک کا ہے وہی قید یہاں پر بھی معتبر ہوگی کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں جو ”ثلث“ کا حکم دیا تو یہ بھی ”ماترک“ کا ثلث ہے نہ کہ ”ماقی“ کا۔

تاسید

سہام جتنے بھی ہوتے ہیں سب کے سب ”کل مال“ سے نکلا کرتے ہیں یعنی ادائے دین اور وصیت کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس کے سہام کئے جاتے ہیں اور ذوی الفروض میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔

ابوبکر اصم کا موقف

آپ فرماتے ہیں کہ میت نے شوہر اور ماں باپ چھوڑے ہوں تو شوہر کا حصہ نکال کر ”باقی“ کا ثلث ماں کو دیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر جمع مال کا ”ثلث“ ماں کو دیتے ہیں تو ماں کا حصہ باپ سے بڑھ جائے گا جس میں ”انٹی“ کو ”ذکر“ (یعنی عورت کو مرد) پر ترجیح دینا لازم آرہا ہے جو کہ جائز نہیں اس کی صورت یہ ہوگی کہ میت نے شوہر، ماں اور باپ چھوڑے ہوں تو مسئلہ ”6“ سے بنے گا۔ کیونکہ ”نصف“ اور ”ثلث“ جمع ہو رہے ہیں اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنایا۔ اب ”نصف حصہ“ زوج کو دیا باقی بچے ”3“ اس میں سے ماں کے لئے کل مال کا ثلث ”2“ ہوا۔ باقی باپ کے لئے ایک بچا۔

مسئلہ 6

شوہر	ماں	باپ
نصف	کل کا ثلث	باقی
3	2	1

دیکھئے باپ کو ماں سے ”نصف“ ملا۔ یہ ہے عورت کو مرد پر ترجیح دینا جو کہ درست نہیں۔ یہ خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب ہم نے ماں کو ”کل مال کا ثلث“ دیا۔ اس لئے ”کل مال“ کا نہیں بلکہ ”باقی“ کا ثلث دیں۔ اب خرابی لازم نہیں آئے گی۔ چنانچہ مسئلہ 6 سے بنائیں گے۔ ”نصف“ شوہر کا۔ باقی بچے ”3“۔ اور 3 کا ثلث ہے 1۔ یہ دیا ”ماں“ کو۔ باقی بچے ”2“ یہ دیے باپ کو۔ اب دیکھیں تقسیم بھی ہوگئی اور ”ترجیح انٹی علی الذکر“ بھی لازم نہ آئی۔ جبکہ اگر میت نے زوج، ماں اور باپ چھوڑے ہوں تو اس صورت میں ”کل مال

کا ٹکٹ“ ماں کو دیں گے۔ کیونکہ اس صورت میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ چنانچہ مسئلہ 12 سے بنائیں گے۔ ربع (یعنی کہ ۳ سہام) بیوی کو اور ایک ٹکٹ (یعنی کہ ۴ سہام) ماں کو۔ باقی بچے ۵ سہام۔ یہ دے دیئے باپ کو۔ اب کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ فلہذا اگر زوجہ اور ابویں چھوڑے تو اعداء الزوجین کا حصہ نکالنے کے بعد بچ جانے والے مال کا ٹکٹ ماں کو دیں اور اگر زوج مع الابویں چھوڑے ہوں تو ماں کو ”جمع مال کا ٹکٹ“ دیں گے۔

مسئلہ 6

شوہر	ماں	باپ
نصف	باقی کا ٹکٹ	باقی
3	1	2

جمہور کی طرف سے جواب

قرآن کریم میں جہاں ماں کے لئے ٹکٹ کا بیان کیا گیا ہے وہ آیت یہ ہے:

فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث

”پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کو دو تہائی“ (کنز الایمان)

یہاں پر ماں کے لئے اس چیز کا ”ثلث“ ہے جس کی وہ وارث بنی۔ وہ خواہ ”کل مال“ کا ٹکٹ ہو یا ”بعض مال“ کا۔ اب آیت کے اندر ”ماورثاء“ کا ٹکٹ مراد اس لئے لیا کہ اگر ہر صورت میں ”کل مال“ کا ٹکٹ ہی مراد ہو تو پھر آیت اتنی ہی کافی تھی۔

”فان لم یکن له ولد فلامه الثلث“

”پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو تو ماں کو دو تہائی“ (ترجمہ کنز الایمان)

پھر

”ورثه ابواه“

”اور ماں باپ چھوڑے ہوں“

کیوں فرمایا؟

اب یہ ماننا پڑے گا کہ یہ الفاظ زائد از ضرورت ہیں جبکہ کلام اللہ میں کوئی لفظ بھی

آمد از ضرورت نہیں ہو سکتا۔

اسی کی مثال خود قرآن کریم میں موجود ہے جہاں دو یا دو سے زیادہ بیٹیوں کا حصہ

میان کیا وہاں:

فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك

اور آگے فرمایا:

وان كانت واحدة فلها النصف

یہاں پر ایک عورت کے لئے ”نصف“ ثابت کیا، چونکہ یہ کل مال کا نصف تھا اس

لئے یہاں پر یہ نہیں فرمایا کہ ”اگر لڑکی ایک ہو اور وہ جس مال کی وارث ہو تو اس کا نصف

حصہ ہے“ بلکہ مطلقاً فرمادیا:

وان كانت واحدة فلها النصف

لہذا اس سے مراد ”کل مال“ کا نصف ہوا، اگر وہاں پر بھی ”کل مال“ کا ثلث

مراد ہوتا تو ورثہ ابواء کا تذکرہ نہ آتا۔

اعتراض

آپ کا یہ کہنا کہ اگر آیت میں مطلقاً ”ثلث للام“ مانا جائے تو ورثہ ابواء

والی عبارت کا فضول ہونا لازم آتا ہے یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیوں فائدہ نہیں؟ فائدہ ہے۔ اور وہ

یہ کہ اس آیت نے حصر کا فائدہ دیا کہ وارث صرف ماں باپ ہی ہوں تو ان کا ”ثلث“ ہے۔

دیکھئے آیت نے حصر کا فائدہ تو دیا لہذا یہ کہنا کہ ”ان لفظوں کا کچھ فائدہ نہیں“ غلط ہے۔

جواب

آیت میں ماں باپ کے حصر پر کوئی دلالت موجود نہیں ہے وہاں پر تو یہ ہے کہ

ماں باپ وارث ہوں یہ تو نہیں کہ کوئی اور وارث نہ ہو۔ کسی کے لئے کسی چیز کا صرف

”اثبات“ اس کے لئے حصر کا فائدہ کیونکر دے سکتا ہے اور اگر یہ مان بھی لیں کہ آیت میں

حصر ہے کہ ورثاء صرف ماں باپ ہی ہوں تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ اہل زوجین

موجود ہوں تو کل مال کا ثلث ہوگا یا بعض کا۔ مطلب یہ کہ حصہ پر دلالت ہو بھی سہی پھر بھی نزاع چل رہا ہے آیت میں اس حوالے سے کوئی حل موجود نہیں ہے نہ نفیاً نہ اثباتاً۔ تو جب نزاع کا حل موجود ہی نہیں ہے تو کوئی ایسا مفہوم ڈھونڈنا چاہئے جس کا اعتبار کر کے ہم اس نزاع سے نکل سکیں تو آئے ایک ضابطہ دیکھتے ہیں۔

ضابطہ

اصول میں ماں باپ کا وہی حکم ہوتا ہے جو فرود میں بیٹوں اور بیٹیوں کا۔ کیونکہ لڑکے اور لڑکی کے لئے سبب وراثت ایک ہی چیز ہوتی ہے۔ ماں اور باپ دونوں میں سے ہر ایک بلا واسطہ میت کا تعلق دار ہوتا ہے لہذا اعداد زوجین سے جو بچ جائے گا وہ ان دونوں میں املائی تقسیم کریں گے۔ جیسا کہ بیٹے اور بیٹی میں کرتے ہیں۔ چونکہ دونوں کا میت سے اتصال ایک جیسا ہے، دونوں بلا واسطہ فرع ہیں اس لئے دونوں میں املائی مال تقسیم کیا جائے گا۔ یونہی ماں باپ جبکہ زوج اور زوجہ سے خالی ہوں تو ان کے درمیان ترکہ ”املائی“ تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں ماں کا حصہ، باپ کے نصف سے زیادہ نہیں ہوتا اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ عورت کا حصہ مرد کے نصف سے زائد نہ ہو۔ اب اگر زوجین کی صورت میں بھی ماں کو ”جمع ترکہ کا ثلث“ دیں تو ماں کا حصہ باپ کے حصہ سے بڑھ جائے گا کیونکہ مسئلہ جب 6 سے بنے گا تو اگر ابوین ”زوج“ کیساتھ ہیں تو اس صورت میں ”نصف“ یعنی کہ (تین سہام) زوج کے۔ کل مال کا ثلث (یعنی کہ دو سہام) ماں کے۔ باقی بچا ”سدس“ (یعنی کہ ایک سہم) یہ باپ کا۔ دیکھ لیں ماں کا حصہ باپ کے حصہ سے ڈبل ہو گیا۔ اور اگر ابوین، زوجہ کے ساتھ ہوں تو مسئلہ 12 سے بنے گا۔ زوجہ کا رُبع (یعنی کہ تین سہام) نکالنا باقی بچا 9۔ اب کل مال کا ثلث (4) ماں کو دیں۔ باقی بچے 5۔ یہ ہوگا باپ کا۔ اس صورت میں بھی دیکھ لیں کہ ماں کا حصہ باپ کے نصف حصہ سے بڑھ گیا۔

معلوم ہوا کہ اعداد زوجین ہونے کی صورت میں ماں کو ”باقی“ کا ”ثلث“ ملے گا نہ کہ ”کل مال کا ثلث“۔

ہماری اس گفتگو سے حضرت امم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب بھی آگیا جو اس بات کے قائل ہیں کہ زوج کیساتھ ہوں تو ”ماقی کا ٹکٹ“ اور زوجہ کے ساتھ ہوں تو ”کل مال کا ٹکٹ“۔ یہ زوج کی صورت میں تو ہمارے ساتھ ہیں اور زوجہ کی صورت میں فرماتے ہیں کہ ماں کے لئے ”ماقی کا ٹکٹ“ کیونکہ اس صورت میں ”تفضیل الام علی الاب“ لازم نہیں آتی۔ ان کو بھی جواب مل گیا کہ تفضیل تو ہوگئی اس لئے کہ اس صورت میں بھی باپ کے ”نصف“ حصہ سے تو ماں کا حصہ بڑھ گیا ہے۔ یہ فضیلت نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک مسئلہ میں دو ریلج

یہ بات یاد رہے کہ جب زوجہ کا فرضی حصہ نکال کر ماں کو ”ماقی کا ٹکٹ“ دیں گے تو ایسی صورت میں مسئلہ میں لفظاً تو نہیں البتہ حقیقتاً دو ریلج موجود ہو گئے۔ کیونکہ اس صورت میں مسئلہ 12 سے بنے گا۔ کل مال کا ریلج (3) ہے یہ زوجہ کو دیا جائیگا۔ باقی بچے 9۔ اب ماقی کا ٹکٹ (3) ہے {یہی ”3“ کل ترکہ (12) کا ریلج تھا جو کہ زوجہ کو دے چکے} یہ ماں کو دیں گے۔ یہاں پر غور فرمائیں کہ زوجہ کو بھی 3 سہام ملے اور ماں کو بھی 3 سہام۔ اور 12، 3 کا ریلج ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں 2 ریلج ہیں۔ ایک بیوی کا اور ایک ماں کا (جو کہ اصل میں ماقی کا ٹکٹ ہے)

اگر باپ کی جگہ دادا ہو

اگر باپ نہ ہو اور اس کی جگہ دادا ہو یعنی کہ میت نے احد الزوجین، ماں اور دادا وارث چھوڑے ہوں تو ایسی صورت میں ماں کو ”کل ترکہ کا ٹکٹ“ ملے گا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت یہ ہے۔ حضرت امام ابو یوسف کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں: جس طرح باپ ہونے کی صورت میں ماں کو ”ماقی کا ٹکٹ“ ملتا ہے اسی طرح اسی دادا کے ساتھ بھی ”ماقی کا ٹکٹ“ ملتا ہے۔ اس روایت کے مطابق گفتگو یہ ہوگی کہ باپ کی طرح دادا بھی ماں کو عصبہ بنا دیا اور عصبہ ہونے کی صورت میں ترکہ دونوں کے درمیان اثلاً ثانیاً تقسیم ہوگا۔

پہلی روایت کی وجہ

”فلامہ الثلث“ آیت کے ظاہر کو جو ہم نے ترک کیا اور ”ماقی کا ثلث“ مراد لیا وہ صرف باپ تک محدود رکھیں گے اور وہاں پر وہی تاویل کریں گے جو پیچھے گذر چکی۔ کیونکہ باپ اور ماں دونوں قرب الی المیت میں مساوی ہیں تو پھر ماں، باپ سے آگے کیوں بڑھے؟ اس کی تائید اقوال صحابہ سے بھی ہوتی ہے۔

اب مسئلہ ہے ”دادا“ کا، تو اس کے حق میں ہم اس آیت کے ظاہر پر عمل کریں گے اور ماں کو ”کل مال کا ثلث“ دیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں اور دادا دونوں قرب الی المیت میں مساوی نہیں ہیں۔

اعتراض

جب دادا کی صورت میں ماں کو ”کل ترکہ کا ثلث“ دیں گے تو زوج کی صورت میں جب مسئلہ 6 سے بنے گا تو نصف (3) زوج کو اور کل ترکہ کا ثلث (2) ماں کو دیا۔ باقی بچا (1)۔ یہ دادا کو دیں گے۔ اب ماں کو ”ثلث“ اور دادا کو ”سدس“ ملا۔ یہاں بھی تو عورت کو مرد پر فضیلت دی جا رہی ہے یہ ناجائز کیوں نہیں؟

جواب

در اصل تفصیل ان ورثاء میں منع ہے جن میں قرب الی المیت میں مساوات اور برابری ہو اور جہاں پر اس قرب میں برابری نہ ہوگی وہاں پر تفصیل درست ہے جیسا کہ میت نے زوجہ، یعنی بہن اور علاقائی بھائی چھوڑا ہو، تو مسئلہ 4 سے بنے گا۔ رُبع (ایک سہم) زوجہ کو دیں گے۔ نصف (دو سہم) بہن کو اور ماقی (رُبع) علاقائی بھائی کو۔ اب دیکھیں کہ یہاں پر اخت کو ”نصف“ اور اخت کو ”رُبع“ مل رہا ہے اور اخت کو اخت پر فضیلت دے دی گئی اس کی بھی وجہ یہی ہے کہ یعنی بہن اور علاقائی بھائی قرب الی المیت میں مساوی نہیں ہیں اس لئے ان میں انہی کی ذکر پر تفصیل جائز ہے۔

مسئلہ 4		
بیوی	یعنی بہن	علاقائی بھائی
ربع	نصف	ماقی
1	2	1

دادا کے ساتھ ماں کو ”کل کا ٹکٹ“ ملنے کی دوسری وجہ

میت، ماں باپ کی بھی ولد ہے اور دادا کی بھی۔ لیکن ماں باپ سے اس کی ولادت ”حقیقی“ ہے جبکہ دادا سے ”حکمی“ اور تعصیب کے لئے ضروری ہے کہ سبب ایک ہو یعنی کہ جس سبب سے ایک وارث ہو دوسرا بھی اسی سبب سے وارث ہو، تب تو ان میں عصوبت جاری ہو سکے گی لیکن اگر سبب میں اختلاف ہو، کوئی حقیقتاً وارث ہو اور کوئی حکماً۔ تو ایسی صورت میں حقیقی سبب والا حقیقی سبب والے کو تو عصبہ کر دے گا لیکن ”حکمی“ والا ”حقیقی“ والے کو عصبہ نہیں بنا سکتا۔ اس لئے چونکہ ”دادا“ ماں کو عصبہ نہیں بنا سکے گا اس لئے ماں کو اس کا فرضی حصہ (کل مال کا ٹکٹ) مل جائے گا اور بقیہ دادا کو۔

نوٹ

ہم نے آغاز میں جہاں دادا کے احوال بیان کئے تھے وہاں کہا تھا کہ دادا کے احوال بھی باپ کی طرح ہیں سوائے چار مقامات کے ان چار مقامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امام ابو یوسف تو دادا کو باپ کی طرح کہتے ہیں لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرق کرتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ باپ ہو تو ماں کو ”ماقی کا ٹکٹ“ ملتا ہے اور دادا ہو تو ”جمع مال کا ٹکٹ“ ملتا ہے۔ یعنی کہ باپ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں جبکہ دادا میں اختلاف ہے۔

وللجدۃ السدس الخ

﴿ دادی کے احوال ﴾

جدہ صحیحہ کے دو حال ہیں۔

(i) فرضی حصہ

یہ اس صورت میں ہوگا کہ دادی ”صحیح“ ہو، فاسد نہ ہو۔ خواہ باپ کی ماں ہو یا ماں کی ماں۔ یعنی جس طرح ہمارے عرف میں باپ کی ماں کو دادی اور ماں کی ماں کو نانی کہتے ہیں۔ اصطلاح فرائض میں دونوں کو دادی ہی کہا جاتا ہے تاہم فرق یہ ہے کہ جو دادیاں باپ کی طرف سے ہوتی ہیں وہ ”ابویات“ اور ماں کی طرف سے ”امیات“ کہلاتی ہیں۔ یہ دادی ایک ہی ہو یا زیادہ، جب درجے میں مساوی ہوں تو ان سب کے لئے سدس یعنی کہ چھٹا حصہ ہے۔

ایک دادی کو جو سدس دیئے ہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دادی کو سدس دیا۔ اور اگر ایک ہی درجہ میں ایک سے زیادہ دادیاں ہوں تو اب یہی ”سدس“ سب میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اس کی وجہ وہ روایت ہے کہ ایک میت کی (ثانی) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میری بیٹی کا بیٹا (نواسا) مر گیا ہے مجھے میری بیٹی کے بیٹے (نواسے) کی وراثت کا حصہ دلوائیے۔ آپ نے فرمایا: کچھ انتظار کریں میں صحابہ کرام سے مشورہ کر لوں کیونکہ تیرے لیے نہ تو میرے سامنے قرآن کی کوئی نص ہے اور نہ ہی آقا علیہ السلام کا کوئی فرمان عالی سنا ہے جس سے تیرا حق ثابت ہوتا ہو۔

پھر آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت دی کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سے زیادہ دادیوں کو سدس دیا آپ نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کوئی اور گواہ بھی ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

شہادت دی، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس (ثانی) کو سدس دلوا دیا۔ یہ تو ایک سدس لے کر چلی گئی بعد میں اسی میت کی دادی آگئی اور میراث کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا: وہی سدس تم دونوں کا حصہ تھا جو وہ اکیلی لے گئی ہیں چنانچہ اس دادی کو ثانی والے سدس ہی میں سے حصہ دلوایا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دادی ایک ہو زیادہ باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے یا مختلف، جب سب کی سب محاذی ہوں تو وہی ایک ”سدس“ ہی سب میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک اور روایت اس سے آگے بھی ہے کہ میت کی دادی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی: میت کی ثانی (جس کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حصہ دیا تھا) سے وراثت کی زیادہ حقدار ”میں“ ہوں۔ کیونکہ اگر وہ (ثانی) مر جائے تو اس کے نواسوں کو اس کی میراث کا کچھ حصہ نہ ملے اور اگر میں مردوں تو میرے پوتوں کو حصہ ملے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ زیادہ حقدار میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسی سدس میں سے اپنا حصہ لے لو، دادیوں کا بھی ایک ہی سدس ہے جب تم دو ہو گئیں تو دونوں کو ملے گا اور اگر تم میں سے کوئی ایک ہو تو پھر وہی ”سدس“ اکیلی لے گی۔ تو آپ نے دونوں کو ایک ہی سدس میں شریک ہونے کا فیصلہ فرمایا۔ دونوں بزرگوں کے عمل سے یہ معلوم ہوا کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ دادی ایک ہو یا زیادہ، باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے، سب کے لئے ”سدس“ ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

آپ فرماتے ہیں کہ ثانی کے احوال میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اگر میت کی ماں موجود نہ ہو تو ثانی اس ماں کے قائم مقام ہوگی اور ”ثلث“ حصہ پائے گی، جب کہ میت کی اولاد اور بہن بھائی موجود نہ ہوں۔ جیسا کہ ماں کے احوال میں گذرا اور اگر ماں بھی موجود ہو تو اب ثانی کو ”سدس“ ملے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل

جس طرح دادا، باپ کی عدم موجودگی میں باپ کے قائم مقام ہوتا ہے اور پوتا، بیٹے کی عدم موجودگی میں اس کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اسی طرح نانی بھی مائیں کی غیر موجودگی میں اسکی قائم مقام ہوگی۔ دونوں میں امر مشترک یہ ہے کہ جس طرح پوتا بواسطہ بیٹے کے اور دادا بواسطہ باپ کے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے اسی طرح نانی بھی ماں کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ لہذا جس طرح دادا، باپ کی عدم موجودگی میں باپ کا اور پوتا، بیٹے کی عدم موجودگی میں بیٹے کا قائم مقام ہوا اسی طرح نانی بھی ماں کی عدم موجودگی میں ماں کے قائم مقام ہوگی۔ نیز ماں کے فرضی حصہ کے حصول میں کوئی دادی رکاوٹ نہیں بنتی اسی طرح ماں کی ماں کے فرضی حصہ میں بھی کوئی دادی رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔

جمہور کا جواب

کسی عورت سے۔۔۔ اسطے سے میت کی طرف منسوب ہونا یہ اس بات کا سبب نہیں ہے کہ منسوب ہونے والا اپنے واسطے کے حصے کا حقدار ہو جائے جیسے بہن کی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی کہ یہ دونوں ایک ذی فرض عورت کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود بیٹی کی عدم موجودگی میں نواسی اور بہن کی عدم موجودگی میں بہن کی بیٹی اس کے قائم مقام نہیں ہوتی اور نہ ہی نواسی، بیٹی کی عدم موجودگی میں بیٹی کے حصہ کی مستحق ہوتی ہے اور نہ بہن کی بیٹی بہن کی غیر موجودگی میں اس کے حصہ کی حقدار ہوتی ہے۔

(ii) محرومیت

دادی ایک دو یا زیادہ جب میت کی ماں موجود ہو تو یہ سب ساقط ہو جاتی ہیں دادیاں خواہ باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے۔ نیز باپ کی موجودگی میں ماں کی طرف کی دادیاں یعنی کہ نانیاں محروم نہیں ہوتیں جبکہ باپ کی طرف کی دادیاں اس کی موجودگی میں محروم ہو جاتی ہیں۔ یہ قول حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے اور یہی علماء احناف کا مسلک ہے۔

حضرت عمرو ابن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ باپ کی موجودگی میں دادی وراثت پاتی ہے قاضی شریح، حضرت حسن اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ باپ کی طرف کی وادیاں، دادا کی موجودگی میں محروم ہو جاتی ہیں سوائے باپ کی ماں کی ماں (باپ کی نانی) کے، کہ یہ دادا کی موجودگی میں بھی حصہ پاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دادی، دادا کے واسطے سے وارث نہیں بنی۔ بلکہ میت کے باپ کی ماں کی ماں ہونے کی وجہ سے وراثت کی حقدار ہوئی۔ لہذا یہ دادا کیساتھ وراثت پائے گی۔ دادا سے اوپر جو دادیاں ہیں یعنی کہ دادا کی ماں یہ محروم ہوگی اور اگر دادا کی ماں موجود ہے اور دادا کے باپ کی ماں بھی تو ایسی صورت میں دادا کی زوجہ تو حصہ پائے گی لیکن دادا کی ماں محروم ہوگی، یونہی ہر درجہ میں کہ دادا کے درجے میں جو دادیاں ہیں وہ دادا کے ساتھ مستحق ہیں لیکن جو دادا سے اوپر ہیں وہ دادا کے ساتھ حقدار نہیں ہوتیں۔ اسی طرح میت سے جتنے درجے دور ہوتے جائیں گے اتنی ہی وادیاں وارث ہوں گی جبکہ موجود دادا کی ماں اگرچہ اوپر تک ہوں محروم ہوگی۔

اور قریبی درجہ کی دادی خواہ کسی بھی جہت سے ہو خواہ دادی ہو یا نانی یہ بعید درجہ والی کو محروم کر دیتی ہے بعید درجہ والی خواہ ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے۔

ضابطہ

اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ جس جہت سے میت کے ساتھ قرب ہے اگر وہ واسطہ خود موجود ہے تو پھر یہ ذی واسطہ ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح قریب والی دادی بعید والی کو محروم کر دیتی ہے، خواہ قریب والی دادی کسی بھی جہت سے ہو یعنی کہ ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے۔

نوٹ

جب ایک درجہ میں مختلف وادیاں ہوں اور ان کی میت کے ساتھ قرابت میں فرق ہو یعنی کہ ایک دادی ایک قرابت والی اور دوسری دو قرابتوں والی یا ایک دادی ایک قرابت

والی اور دوسری تین قرابتوں والی ہو۔ تو ایسی صورت میں آیا ان کی تعداد دیکھ کر سدس کو تقسیم کریں گے، قطع نظر اس کے کہ کس کو کتنی قرابتیں حاصل ہیں یا تقسیم وراثت باعتبار قرابت ہوگی؟ اس سلسلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ میں اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا موقف

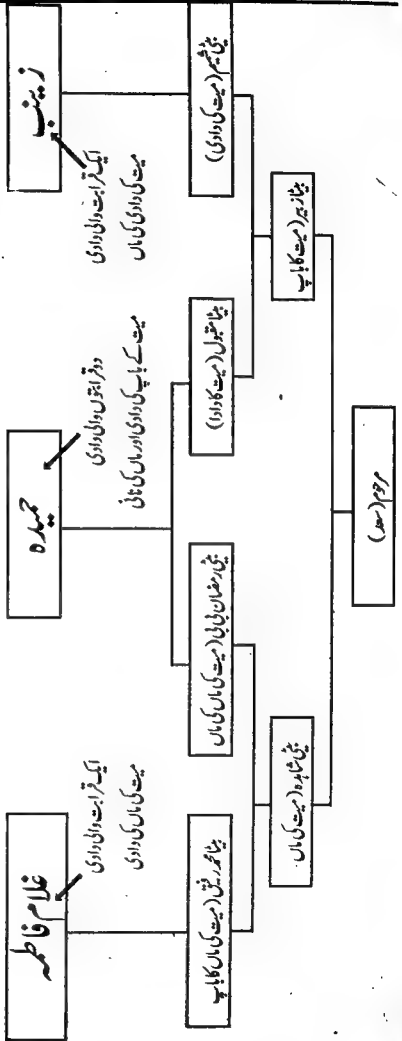
آپ فرماتے ہیں کہ وہ ”سدس“ ان سب میں تعداد کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا یہ نہیں دیکھیں گے کہ کس کو کتنی قرابتیں حاصل ہیں۔ لہذا ایک دادی ایک قرابت والی اور دوسری دو قرابتوں والی ہے تو دونوں کے درمیان وہ سدس نصف نصف (آدھا آدھا) تقسیم ہوگا۔ اس اعتبار سے کل مال کے دو حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ ایک دادی کو دیں گے اور دوسرا حصہ دوسری دادی کو۔

امام محمد علیہ الرحمہ کا موقف

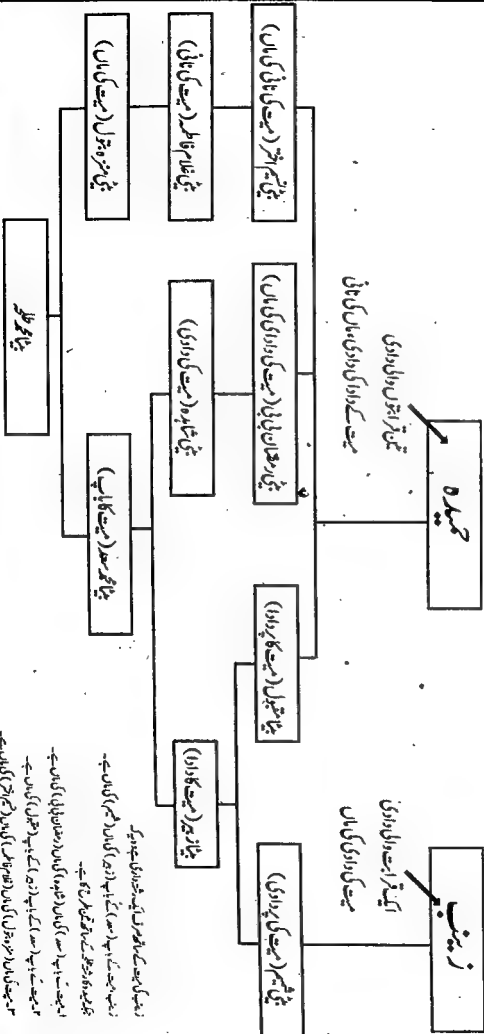
آپ کے نزدیک ”جہات“ کا اعتبار کرتے ہوئے تقسیم کریں گے۔ لہذا جس کی ایک جہت ہے اس کو ایک حصہ اور جس کی دو جہتیں ہیں اس کو دو حصے دئے جائیں گے یعنی کہ کل مال کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر لیں گے اور ان میں سے ایک حصہ ایک قرابت والی دادی کو ملے گا اور دو حصے دو قرابت والی کو۔ جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے ظاہر ہے

ایک، دو اور تین قرابتوں والی دادیوں کے متعلق وراثت کا نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ ایک اور دو قرابتوں والی دایوں کا نقشہ ﴾



ایک اور تین قرابتوں والی وادیوں کا نقشہ



زمینب کی میت کے ماحول میں ایک شہر آباد ہے، دیگر

زمینب میت کے باپ (سدا) کے باپ (زجر) کی ماں (شہر) کی ماں ہے۔

پٹی زجر اور زمینب کے ماحول میں ہے۔

زمینب (سدا) کی ماں (شاہدہ) کی ماں (مرغان بی بی) کی ماں ہے۔

زمینب (سدا) کے باپ (زجر) کے باپ (شہر) کی ماں ہے۔

زمینب کی ماں (مرغان بی بی) کی ماں (شاہدہ) کی ماں (شہر) کی ماں ہے۔

باب العصابات

العصابات النسبية ثلاثة عصابة بنفسه وعصابة بغيره وعصابة مع غيره اما العصابة بنفسه فكل ذكر لا تدخل في نسبته الى الميت انثى وهم اربعة اصناف جزء الميت واصله وجزء ابيه وجزء جده الاقرب فالاقرب يرجحون بقرب الدرجة اعنى اولهم بالميراث جزء الميت اى البنون ثم بنوهم وان سفلوا ثم اصله اى الاب ثم الجد اى اب الاب وان علا ثم جزء ابيه اى الاخوة ثم بنوهم وان سفلوا ثم جزء جده اى الاعمام ثم بنوهم وان سفلوا ثم يرجحون بقوة القرابة اعنى به ان ذا القرابتين اولى من ذى قرابة واحدة ذكر اكان او انثى لقوله عليه السلام ان اعيان بنى الام يتوارثون دون بنى العلات كالاخ لاب وام او الاخت لاب وام اذا صارت عصابة مع البنت اولى من الاخ لاب والاخت لاب وابن الاخ لاب وام اولى من ابن الاخ لاب وكذلك الحكم فى اعمام الميت ثم فى اعمام ابيه ثم فى اعمام جده واما العصابة بغيره فاربع من النسوة وهن اللاتى فرضهن النصف والثلثان يصرن عصابة باخوتهن كما ذكرنا فى حالاتهن ومن لا فرض لها من الاناث واخوها عصابة لاتصير عصابة باخيها كالعم والعمة المال كله للعم دون العمة واما العصابة مع غيره فكل انثى تصير عصابة مع انثى اخرى كالاخت مع البنت لما ذكرنا واخر العصابات مولى العتاقة ثم عصبته على الترتيب الذى ذكرنا لقوله عليه السلام الولاء لخدمة كخدمة النسب لاشئ للاناث من ورثة المعتق لقوله عليه السلام ليس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من كاتبين او كاتب او كاتب من كاتبين او دين او دين او جرولاء معتقهن او معتق معتقهن ولو ترك ابا المعتق وابنه عند ابى يوسف رحمه الله تعالى سدس الولاء للاب والباقي للابن وعن ابى حنيفة ومحمد رحمهما لله تعالى

الولاء كله للابن ولا شيء للاب ولو ترك ابن المعتق وجده فالولاء كله للابن بالاتفاق ومن ملك ذارحم محرم منه عتق عليه ويكون ولائه له بقدر الملك كثلث بنات للكبرى ثلثون ديناراً وللصغرى عشرون ديناراً فاشتريتا اباهما بالخمسین ثم مات الاب وترك شيئا فالثلثان بينهما اثلاثاً بالفرض والباقي بين مشتریتی الاب اخماساً بالولاء ثلثة اخماسه للكبرى وخمساه للصغرى وتصح من خمسة واربعين

ترجمہ

عصبات نسبیه تین ہیں۔ عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ۔ عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر ہے جس کی میت کے ساتھ رشتہ داری کے درمیان کوئی عورت داخل نہ ہو۔ اور یہ چار اصناف ہیں میت کی جزء، اس کے باپ کی جزء اور اس کے دادا کی جزء، سب سے زیادہ حقدار سب سے زیادہ قریبی ہے۔ وہ قویہ درجہ کی وجہ سے ترجیح پاتے ہیں یعنی ان میں سے وراثت کا سب سے زیادہ حقدار میت کی جزء (بیٹے) ہے پھر اس کے بیٹے اگرچہ نیچے تک ہوں۔ پھر میت کی اصل یعنی باپ پھر دادا یعنی باپ کا باپ اگرچہ اوپر تک ہوں۔ پھر اس کے باپ کی جزء یعنی بھائی پھر ان کے بیٹے، پھر ان کے بیٹے پھر میت کے دادا کی جزء یعنی چچے پھر ان کے بیٹے اگرچہ کتنے ہی نیچے تک ہوں۔ پھر ان میں ترجیح دی جاتی ہے قوت قرابت کی وجہ سے یعنی دور رشتہ داریوں والا ایک رشتہ داری والے سے زیادہ حقدار ہوگا۔ دو قرابتوں والا، خواہ مذکر ہو یا مؤنث، کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: یعنی رشتہ دار حصہ پاتے ہیں (اور ان کے ہوتے ہوئے) علاقائی رشتہ دار حصہ نہیں پاتے جیسا کہ یعنی بھائی اور یعنی بہن جبکہ بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بن چکی ہو یہ علاقائی بھائی اور علاقائی بہن سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور یعنی بھائی کا بیٹا، علاقائی بھائی کے بیٹے سے زیادہ حقدار ہے۔ اور یہی حکم میت کے چچوں کے متعلق ہے پھر میت کے باپ کے چچوں کے بارے میں پھر میت کے دادا کے چچوں کے بارے میں۔ عصبہ بغیرہ چار طرح کی عورتیں ہیں، یہ وہ عورتیں ہیں جن کا فرضی

حصہ نصف اور ثلثان ہوتا ہے اور یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ملکر عصبہ بنتی ہیں جیسا کہ ہم نے ان کے حالات میں ذکر کیا۔ اور وہ عورتیں جن کا فرضی حصہ نہیں ہوتا اور ان کا بھائی عصبہ ہوتا ہے یہ اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ نہیں بن سکتیں۔ جیسا کہ چچا اور پھوپھی تمام کا تمام مال چچا کا ہوگا پھوپھی کا کچھ نہیں ہوگا۔ اور عصبہ مع غیرہ ہر وہ مؤنث ہے جو دوسری مؤنث کے ساتھ مل کر عصبہ بنے جیسا کہ بہن بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور سب سے آخری عصبہ مولیٰ العتاقہ ہے پھر اس کے بعد اس کے عصبات اس ترتیب پر جو ہم نے ذکر کی ہے حضور ﷺ کے اس قول کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا: ولاء بھی نسب کی طرح ایک رشتہ داری ہے اس معنی (آزاد کرنے والے) کے وثناء میں سے عورتوں کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: عورتوں کے لئے ولاء میں سے حصہ نہیں ہے سوائے اس کی ولاء کے جس کو انہوں نے خود آزاد کیا یا ان کے آزاد کئے ہوؤں نے آزاد کیا یا جس کو انہوں نے خود مکاتب بنایا یا ان نے مکاتبتین نے مکاتب بنایا یا جس کو انہوں نے خود مدبر بنایا یا ان کے مدبرین نے مدبر بنایا یا ان کا آزاد کیا ہو ولاء کو ان کی طرف کھینچ لائے یا ان کے آزاد کردہ ولاء کو ان کی طرف کھینچ لائے اور اگر معنی (آزاد کردہ) نے معنی (آزاد کنندہ) کا باپ اور اس کا بیٹا چھوڑا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ولاء کا سدس معنی کے باپ کے لئے اور باقی ولاء بیٹے کے لئے ہوگی۔ اور امام اعظم اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام کی تمام ولاء بیٹے کے لئے ہے اور باپ کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور اگر معنی کا بیٹا اور دادا چھوڑا ہو تو بالاتفاق پوری کی پوری ولاء بیٹے کے لئے ہوگی اور دادا کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور جو شخص اپنے کسی ذی رحم محرم کا مالک بنے تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء اس کے لئے ملک کی مقدار کی مطابقت سے ہوگی جیسا کہ تین بیٹیاں ہوں جن میں سے بڑی کے تین دینار ہوں اور چھوٹی کے بیس دینار ہوں تو ان دونوں نے پچاس دینار کے عوض اپنا باپ خریدا پھر باپ مر گیا اور کچھ ترکہ چھوڑا ہو تو اس میں سے دو ثلث تو ان تینوں کے درمیان فرضی حصہ کے طور پر املا نا

تقسیم ہوگا اور باقی باپ کی دونوں خریداریوں میں ولاء کے طور پر انہما س تقسیم ہوگا ان پانچ انہما س میں سے تین خمس بڑی کے لئے اور دو خمس چھوٹی کے لئے ہونگے اور اس کی تصحیح 45 سے ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿باب العصبات﴾

لغت میں باپ کی طرف سے رشتہ داری کو ”عصبہ“ کہتے ہیں۔

قوله العصبات النسبة الخ

عصبہ کی اقسام

عصبہ کی دو قسمیں ہیں۔

- (i) عصبہ بالنسب، یعنی وہ عصبہات جو نسب کی وجہ سے رشتہ دار ہوتے ہیں۔
- (ii) عصبہ بالسبب، یعنی وہ عصبہات جن کی ”عصبوت“ نسب کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ”اعتاق“ یا ”موالاة“ کی وجہ سے ہو۔

عصبہ بالنسب کی اقسام

عصبہ بالنسب کی تین اقسام ہیں۔

(i).....عصبہ بنفسہ۔

(ii).....عصبہ بغيرہ۔

(iii).....عصبہ مع غیرہ۔

عصبہ بنفسہ کی تعریف

برہ مرد رشتہ دار جو میت کی طرف منسوب ہونے میں کسی مؤنث کا محتاج نہ ہو۔

عصبہ بغیرہ کی تعریف

ہر وہ عورت رشتہ دار جس کا فرضی حصہ ”نصف“ یا ”ثلثان“ ہو اور وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہو۔

عصبہ مع غیرہ کی تعریف

ہر وہ عورت جو کسی دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بنے۔

عصبہ بالسبب کی اقسام

عصبہ بالسبب کی دو قسمیں ہیں۔

(i)..... مولیٰ العتاقہ۔

(ii)..... مولیٰ الموالاة۔

قولہ لا تدخل الخ

سوال

عصبہ بنفسہ کی تعریف میں یہ قید کیوں لگائی گئی کہ میت کی طرف منسوب ہونے میں عورت واسطہ نہ بنے۔

جواب

اس لئے کہ میت کی طرف منسوب ہونے میں جن ورثاء کے لئے عورت واسطہ بنتی ہے وہ ورثاء ”عصبہ“ نہیں بن سکتے۔ بلکہ وہ یا تو ”ذی فرض“ ہوتے ہیں جیسا کہ ماں کی اولاد یا ”ذوی الارحام“ ہوتے ہیں جیسا کہ نواسا اور ناتا۔

سوال

یعنی بھائی ”عصبہ بنفسہ“ ہوتا ہے حالانکہ اس کی میت کے ساتھ رشتہ داری میں ماں (جو کہ مؤنث ہے) واسطہ بنتی ہے۔

جواب

عصبہ بنانے میں ”اصل“ باپ کی رشتہ داری ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ باپ اگرچہ اکیلا ہو پھر بھی ”عصوبت“ ثابت کر دیتا ہے۔ رشتہ داری اگرچہ ماں کی طرف سے بھی ہوتی ہے لیکن اس رشتہ داری سے عصوبت ثابت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جو ورثہ ماں کی نسبت سے وارث ہوتے ہیں وہ عصبہ نہیں بن پاتے۔ معلوم ہوا کہ عصبہ بنانے میں ماں کی رشتہ داری ناکافی ہے۔

سوال

جب عصبہ بنانے میں ماں کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا تو پھر وہ عصبات جن میں ماں اور باپ دونوں کا واسطہ ہوتا ہے وہ صرف باپ کے ذریعے سے عصبہ بننے والوں پر مقدم کیوں ہوتے ہیں؟

جواب

دو کی طرف منسوب ہونے والوں کو وہ ترجیح حاصل ہے جو ایک کی طرف سے منسوب ہونے والوں کو حاصل نہیں۔ یعنی اگرچہ ان میں عصبہ بت باپ کی وجہ سے آئی لیکن ان میں ماں کی طرف سے رشتہ دار ہونا ایک ہی اضافی خوبی ہے جن سے علاقائی بہن بھائی محروم ہوتے ہیں۔

عصبہ بنفسہ کی اقسام

عصبہ بنفسہ کی 4 اقسام ہیں۔

(i) میت کی جزء۔

(ii) میت کی اصل۔

(iii) میت کے باپ کی جزء۔

(iv) میت کے دادا کی جزء۔

عصبات نسبہ کی ترتیب

تمام عصبات میں وراثت کا سب سے زیادہ حقدار

(۱)..... میت کا جزء، ہوتا ہے یعنی کہ میت کے بیٹے۔

(۲)..... یہ نہ ہوں تو پھر ان کے بیٹے۔

(۳)..... یہ نہ ہوں تو پھر ان کے بیٹے۔

(۴)..... وہ بھی نہ ہوں تو ان کے بیٹے۔ نیچے تک جہاں بھی کوئی بیٹا موجود ہو۔

اگر میت کا کوئی جزء نیچے تک موجود نہ ہو تو پھر وراثت کا سب سے زیادہ حقدار

(۱)..... اس کی ”اصل“ ہے یعنی کہ باپ۔

(۲)..... پھر اگر باپ نہ ہو تو دادا۔

(۳)..... وہ نہ ہو تو دادا کا باپ۔

(۴)..... وہ نہ ہو تو اس کا باپ۔ اوپر تک جہاں بھی کوئی موجود ہو۔

اگر باپ دادا اوپر تک کوئی بھی موجود نہ ہو تو پھر

(۱)..... باپ کے جز مستحق ہوتے ہیں یعنی کہ بھائی۔

(۲)..... یہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے۔

(۳)..... وہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے۔ نیچے تک جہاں بھی کوئی موجود ہوں۔

اگر یہ بھی نہ ہوں تو پھر

(۱)..... دادا کی جزء وارث بنتی ہے یعنی کہ چچے۔

(۲)..... یہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے۔

(۳)..... وہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے۔ نیچے تک جہاں بھی کوئی موجود ہو۔

مذکورہ بالا تقسیم سے معلوم ہوا کہ عصبہ بنفسہ چار طرح ہوتے ہیں۔

(i) بیٹا، پھر ان کے بیٹے، پھر ان کے بیٹے، نیچے تک جو بھی موجود ہو۔

(ii) باپ، پھر ان کا باپ، پھر ان باپ اور پر تک جہاں بھی کوئی موجود ہو۔

(iii) بھائی، پھر ان کے بیٹے، پھر ان کے بیٹے، نیچے تک جو بھی موجود ہو۔

(iv) چچا، پھر ان کے بیٹے، پھر ان کے بیٹے، نیچے تک کوئی بھی موجود ہو۔

قوت قرابت کی وجہ سے ترجیح

مذکورہ بالا ترتیب تو بالعموم عصابات میں معتبر ہے۔ اس میں یہ بات ہے کہ قریب کے درجے والے عصابات مقدم ہوتے ہیں دور کے درجے والے پر، جیسا کہ ”بیٹا“ قریبی عصبہ ہے تو اس کے ہوتے ہوئے پوتا عصبہ نہیں بن سکتا، اسی طرح باپ عصبہ ہے تو اس کے ہوتے ہوئے دادا عصبہ نہیں بن سکتا۔ لیکن اگر کبھی ایسا ہو کہ دوا زیادہ عصابات درجہ میں تو برابر ہوں لیکن ان میں سے ایک صرف ایک اعتبار سے میت کا عصبہ ہے اور دوسرا دوا اعتبار سے عصبہ ہے تو ایسی صورت میں جس کی زیادہ قرابتیں ہوں وہ دوسرے سے زیادہ حقدار ہوگا۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اعم میں مذکر و مؤنث کا کوئی فرق نہیں ہے یعنی کہ جس کی قرابتیں زیادہ ہیں وہ زیادہ حقدار ہوگا خواہ مذکر ہو یا مؤنث، اور مقابلے والا خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان بنی اعیان الام یتوارثون۔ دون بنی العلات

یعنی کہ جب بنی اعیان اور بنی علات موجود ہوں تو ان میں سے بنی اعیان وراثت کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں“ ۱۔

حدیث پاک میں ”الام“ کا ذکر اسی بات کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے تاکہ بنو اعیان کی بنو علات سے اولویت اور مقدم ہونے کی وجہ معلوم ہو جائے؟۔ وہ یہ ہے کہ بنو اعیان کی میت کے ساتھ دو طرح کی رشتہ داری ہوتی ہے جبکہ بنو علات کی ایک طرح کی رشتہ داری ہوتی ہے۔ بنو اعیان کی میت کے ساتھ ذیل رشتہ داری یہ ہے کہ ان کا رشتہ ماں کی طرف سے بھی ہوتا ہے اور باپ کی طرف سے بھی جبکہ بنو علات کا رشتہ باپ کی طرف سے ہوتا ہے ماں کی طرف سے نہیں ہوتا۔

۱۔ ترمذی، جلد 2، صفحہ 30، مطبوعہ مکتبہ دار القرآن والحدیث، لبنان۔

سوال

بیٹوں کو باپ پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ بیٹے، میت کی فرع ہیں اور باپ اصل۔ فرع کو اصل کے ساتھ ملانا اور میت کا مال اس کی فرع کو دینا زیادہ ظاہر ہے بہ نسبت اصل کو فرع کے ساتھ ملانے کے۔ جیسا کہ فرع اصل کے تابع ہوا کرتی ہے اور اصل کو ذکر کرنے کے بعد فرع کا ذکر کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ بلکہ اصل کے ذکر کے ساتھ ہی فرع کا ذکر ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس کا الٹ نہیں ہوتا یعنی کہ فرع کا ذکر کرنے سے اصل کا بھی ذکر ہو جائے یہ ضروری نہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ فرع کو اصل کے ساتھ لاحق کرنا زیادہ بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمین خریدیں تو درخت اور عمارتیں خرید میں شامل ہوتی ہیں جبکہ عمارت یا درخت خریدے ہوں تو اس میں زمین شامل نہیں ہوتی۔ اس سے یہ بات پتہ چلی کہ فرع اصل کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہے اگرچہ اصل بھی فرع کے ساتھ لاحق ہو سکتی ہے لیکن اس کے الحاق کے لئے اس کا ذکر الگ سے ضروری ہے۔

سوال

پوتوں کو باپ پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ پوتوں کے عصبہ بننے کا سبب بیٹا ہوتا ہے اور یہ سبب باپ پر مقدم ہے اس لئے جس کا یہ سبب بنا اس کو بھی مقدم کر دیا۔

دو قرابتوں والے مذکر کے ایک قرابت والے مذکر سے اولیٰ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے عینی بھائی اور علاقائی بھائی چھوڑے ہوں تو عینی بھائی چونکہ میت کا دو جہتوں سے رشتہ دار ہوتا ہے اس لئے وہ علاقائی بھائی سے اولیٰ ہوگا کیونکہ علاقائی بھائی کی میت کے ساتھ صرف ایک جہت سے رشتہ داری ہوا کرتی ہے۔

دو قرابتوں والی مَوْنِث کے ایک قرابت والے مذکر سے اولیٰ ہونے کی مثال
جیسا کہ کسی نے ایک پوتی، ایک عینی بہن اور ایک علاقائی بھائی چھوڑا ہو، تو ایسی
صورت میں عینی بہن، پوتی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی اس کی میت کے ساتھ چونکہ
رشتہ داری ڈبل ہے اس لئے یہ علاقائی بھائی سے اولیٰ ہوگی۔

دو قرابتوں والے مذکر کے ایک قرابت والی مَوْنِث سے اولیٰ ہونے کی مثال
جیسا کہ کسی نے ایک عینی بھائی اور ایک علاقائی بہن چھوڑی ہو تو ان میں سے عینی
بھائی میت کے ساتھ ڈبل رشتہ داری ہونے کے وجہ سے علاقائی بہن کی بہ نسبت اولیٰ ہوگا۔

دو قرابتوں والی مَوْنِث کے ایک قرابت والی مَوْنِث سے اولیٰ ہونے کی مثال
جیسا کہ کسی نے ایک پوتی، ایک عینی بہن اور ایک علاقائی بہن چھوڑی ہو، تو ایسی
صورت میں عینی بہن، پوتی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائے گی اور علاقائی بہن سے اولیٰ ہوگی
کیونکہ عینی بہن کی میت کے ساتھ ڈبل رشتہ داری ہوتی ہے۔

سوال

دوسری اور چوتھی مثال میں بہن کے عصبہ ہونے کی مثال دی گئی جو کہ ”عصبہ بنفسہ“
نہیں ہے۔ جب کہ بحث، عصبہ بنفسہ کی چل رہی ہے۔ تو جس مثال کا اس بحث سے تعلق
نہیں ہے اس کو یہاں پر کیوں پیش کیا گیا؟

جواب

اس عصبہ کا حکم ”عصبہ بنفسہ“ والا ہے، کیونکہ جب یہ عصبہ ہوگی تو یہ حکم ہوگا
اور جب عصبہ نہ ہوگی تو حکم بھی یہ نہ ہوگا بلکہ اس وقت اس کا حکم ”ذی فرض“ والا ہوگا۔ تو چونکہ
ان کا حکم ”عصبہ بنفسہ“ والا تھا اس لئے ”عصبہ بنفسہ“ کے تحت مثال دے دی گئی۔ لہذا یہ
مت کہیے کہ اس مثال کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نوٹ

جس طرح عصابات میں درجہ کے قرب و بعد کا اعتبار ہوتا ہے اسی طرح ان کی فروعات میں بھی درجہ کے قرب و بعد کا اعتبار ہوتا ہے۔ چنانچہ یعنی بھائی کا بیٹا، علاقائی بھائی کے بیٹے سے مقدم ہوگا۔ کیونکہ یعنی بھائی کی اولاد جس باپ کی وجہ سے رشتہ دار بنے ہیں وہ باپ دو قرابتوں والا ہے اس لئے اس کے ذی قرابتین ہونے کا اولاد کو فائدہ ہوگا کہ اگرچہ یہ لوگ درجہ قرابت میں تو برابر ہیں لیکن قوت قرابت میں یعنی بھائی کی اولاد علاقائی بھائی کی اولاد پر مقدم ہوگی۔

میت کے چچوں میں اور باپ کے چچوں کا بھی یہی حکم ہے یعنی کہ میت کے چچاؤں میں بھی اولاد درجہ قرابت میں تقدیم و تاخیر ہوگی اور ثانیاً قوت قرابت میں۔ مطلب یہ ہوا کہ کسی نے چچا اور باپ کا چچا چھوڑا ہو تو چونکہ ان کا چچا، باپ کے چچا سے زیادہ قریب ہے اس لئے میت کا چچا مقدم ہوگا باپ کے چچا پر، یونہی اگرچہ درجہ قرابت میں تو برابر ہوں لیکن ان میں سے بعض کو بعض پر قوت قرابت میں فوقیت حاصل ہو یعنی کہ ایک چچا کو دو قرابتیں حاصل ہوں اور دوسرے کو صرف ایک۔ تو دو قرابتوں والا چچا ایک قرابت والے چچا پر مقدم ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے ایک یعنی چچا (باپ کا یعنی بھائی) اور ایک علاقائی چچا (باپ کا علاقائی بھائی) چھوڑا ہو۔ تو ان میں سے یعنی چچا، علاقائی چچا پر مقدم ہوگا۔

یونہی میت کے باپ کے چچاؤں کے بارے میں احکام ہیں یعنی کہ میت کے باپ کا یعنی چچا (میت کے دادا کا یعنی بھائی) مقدم ہوگا میت کے باپ کے علاقائی چچا (میت کے دادا کے علاقائی بھائی) پر اور یہی حکم ان اصناف کی فروغ کے متعلق ہے کہ پہلے تو ان میں ”درجہ قرابت“ دیکھا جائے گا کہ جو قریب کے درجہ کا رشتہ دار ہوگا وہ دور والے سے مقدم ہوگا اور ایک درجہ سے تعلق رکھنے والوں میں جو زیادہ قرابتوں والا ہوگا وہ کم قرابتوں والے پر مقدم ہوگا۔ چنانچہ میت کے چچا کا بیٹا مقدم ہوگا چچا کے پوتے پر، اور میت کے یعنی چچا کا بیٹا مقدم ہوگا علاقائی چچا کے بیٹے پر۔

عصبہ بغیرہ

اس کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعریف یوں کی ہے ”ہر وہ مؤنث ہے جو اپنے برابر کے مذکر کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے ۱۔

یہ کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں۔ عصبہ بغیرہ میں وہ عورتیں ہیں جو اکیلی ہوں تو ذی فرض کے طور پر حصہ پاتی ہیں۔ یہ 4 طرح کی عورتیں ہیں ۲۔
(i) بیٹی، کہ بیٹے کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔ اکیلی ہو تو نصف، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان پاتی ہیں۔

(ii) پوتی، کہ پوتے کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے۔ بیٹی نہ ہونے کی صورت میں اس کا حال بیٹی والا ہوتا ہے۔

(iii) یعنی بہن، کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے۔ بیٹیاں اور پوتیاں نہ ہوں تو ان کا حال بھی بیٹیوں جیسا ہوتا ہے۔

(iv) علاقائی بہن، کہ یہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہیں۔ مذکورہ تینوں کی عدم موجودگی میں ان کا حال بیٹیوں جیسا ہوتا ہے۔ ۳۔

یہ چاروں قسم کی عورتیں (جیسا کہ ان کے احوال میں بھی گزرا ہے) اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہیں۔ پہلی دو کے عصبہ ہونے پر دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ النِّثَاءِ

”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے

برابر ہے“ (ترجمہ کنز الایمان)

۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 249 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

۲۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 253 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

۳۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 249 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

اور آخری دو کے عصبہ ہونے پر دلیل یہ ہے:

وان كانوا اخوة الرجال ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین
 ”اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر“

نوٹ

ایسی عورت جس کا کوئی فرضی حصہ نہیں ہوتا وہ بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں بن

سکتی ۱۔

مثلاً کسی نے عینی چچا اور عینی پھوپھی چھوڑی ہو یا علاقائی چچا اور علاقائی پھوپھی چھوڑی ہو، ایسی صورت میں سارے کا سارا مال چچا لے گا۔ اور پھوپھی کے لئے کچھ نہ ہوگا اور اس صورت میں چچا، پھوپھی کو عصبہ نہیں بنا سکتا کیونکہ پھوپھی جب اکیلی ہو تو فرضی حصہ نہیں پاتی یونہی عینی چچا کا بیٹا، عینی چچا کی بیٹی کو عصبہ نہیں بنا سکتا کیونکہ یہ بھی اکیلی ہونے کی صورت میں فرضی حصہ نہیں پاتی۔

سوال

جو ذی فرض نہیں ہے بھائی اس کو عصبہ کیوں نہیں بنا سکتا؟

جواب

اس کی دو وجہیں ہیں۔

(۱) اصلاً تو عصبہ ”مردوں“ کو ہونا چاہئے لیکن عورت کے متعلق چونکہ نص آگئی ہے اس لئے خلاف قیاس عورت کو بھی عصبہ بنایا گیا۔ لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ جب نص کا حکم خلاف قیاس ثابت ہوتا ہے تو وہ اپنے مورد پر بند رہتا ہے۔ چنانچہ عورتوں کی عصوبت کے متعلق قرآن کریم میں دو مقامات پر ذکر ہے اور دونوں جگہ پر جن عورتوں کا ذکر ہے وہ ایسی ہیں کہ اکیلی ہوں تو ذی فرض ہوتی ہیں۔ اس لئے جو عورتیں اکیلی ہو کر ذی فرض نہیں ہوتیں ان کو نص شامل نہ ہوگی۔

(۲) ایسی عورت جو کہ اکیلی ہو کر ذی فرض ہوتی ہے اور بھائی ان کو عصبہ بناتا ہے۔ تو وہ بھائی دراصل اس کو ذی فرض سے عصبہ کی طرف منتقل کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ بھائی ہر عورت کو عصبہ بنادیتا ہے بلکہ صرف ان کو عصبہ بناتا ہے جن کا اپنا حصہ فرضی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر بھائی ان کو عصبہ نہ کرے تو خدشہ ہے کہ بہن، بھائی کے برابر یا اس سے زیادہ حصہ پائے۔ حالانکہ یہ اسلوب شرع کے خلاف ہے کہ عورت، مرد کے برابر یا اس سے بڑھ کر حصہ پائے۔

جیسا کہ کسی نے ایک بہن اور ایک بھائی چھوڑا ہو تو اس صورت میں اگر بالفرض بہن کو بھائی کے ساتھ عصبہ نہ بنائیں بلکہ بہن کو فرضی حصہ دیں۔ تو پھر اس اکیلی کو نصف ملے گا۔ بھائی عصبہ ہے باقی ماندہ نصف اس کو دیں گے تو بہن اور بھائی کو برابر حصے ملے گا۔ اور اگر دو بہنیں اور دو بھائی ہوں اور ان بہنوں کو بھائیوں کے ساتھ عصبہ نہ بنائیں بلکہ فرضی حصہ ہی دیں تو ایسی صورت میں دو بہنوں کا حصہ ”ثلثان“ ہے جب ان کو دے کر باقی ماندہ عصبات (بھائیوں) کو دیا تو بھائیوں کا حصہ بہنوں کے حصہ سے کم ہو گیا اور بہنوں کا حصہ بھائیوں سے بڑھ گیا۔ اسی خرابی سے بچنے کے لئے جب بہنوں کے ساتھ بھائی ہوتا ہے تو وہ بہنوں کو فرضی حصے سے عصبہ کی طرف منتقل کر دیتا ہے تاکہ وہ خرابی لازم نہ آئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بھائی نے جو بہنوں کو عصبہ کیا ہے وہ صرف اس لئے تھا کہ کہیں فرضی حصہ پانے والی بہن کا حصہ، بھائی کے برابر یا اس سے زیادہ نہ ہو جائے۔ اب جو عورت سرے سے ذی فرض ہی نہ ہوگی اس کے بھائی کے برابر آنے یا اس سے بڑھ جانے کا تو کوئی خدشہ نہیں ہے اس لئے ایسی عورتوں کو عصبہ بنانے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔

عصبہ مع غیرہ

اس کی بھی تعریف پیچھے گزر چکی ہے۔ جیسا کہ معنی یا علاقائی بہن، جب بیٹی کے ساتھ ملتی ہے تو عصبہ بنتی ہے۔ یہ بیٹی خواہ صلیبی ہو یا بیٹی کی بیٹی، یونہی ایک ہو یا زیادہ۔ حضرت بشر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سالت ابن ابی الزناد عن رجل ترك بنتا واختا فقال لابنته النصف ولاختہ ما بقى وقال اخبرنى ابى خارجه بن زيدان زيد بن ثابت كان يجعل الاخوات مع البنات عصبه لا يجعل لهن الاما بقى

”میں نے ابن ابی زیاد سے ایک ایسے شخص کی وراثت کا مسئلہ پوچھا جس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑے تو انہوں نے فرمایا: تمہاری بیٹی کے لئے نصف ہے اور جو بچے وہ بہن کے لئے ہے اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے والد نے خارجه بن زيد کے حوالے سے بتایا ہے کہ زيد بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناتے تھے اس لئے ان کے لئے باقی کا حکم دیتے“ ۱۔

عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ میں فرق

عصبہ بغیرہ میں جو غیر ہوتا ہے وہ بذات خود ”عصبہ“ ہوتا ہے اور جب اس کے ساتھ بہن وغیرہ شامل ہوتی ہے تو اس کی عصوبت کی وجہ سے اُس عورت میں بھی عصوبت آجاتی ہے۔ جبکہ عصبہ مع غیرہ میں جو ”غیر“ ہوتا ہے وہ بذات خود ”عصبہ“ نہیں ہوتا بلکہ جب دوسری عورت کے ساتھ ملتا ہے تو اس مجامعت کی وجہ سے دونوں عصبہ بن جاتے ہیں۔

عصبات کی آخری قسم ”مولى العتاقہ“

آزاد کرنے والے کو ”مولى العتاقہ“ کہتے ہیں۔ جب آزاد کردہ غلام مر جائے اور اس کا کوئی عصبہ نہ ہو تو اس کا آزاد کنندہ اس کا ”عصبہ“ ہوگا۔ اور اگر یہ آزاد کنندہ نہ ہو تو پھر اس کے ”عصبات“ وراثت کے حق دار ہونگے، اس میں ترتیب وہی ہوگی جو عصبات میں ہم نے ذکر کر دی ہے۔ چنانچہ اس کے عصبات نسبہ اس کے عصبات سبیہ (معتق معتق) پر مقدم ہونگے۔ اور عصبہ نسبہ سے مراد یہاں پر صرف ”عصبہ بنفسہ“ ہے۔ (اس کی وجہ آگے آرہی ہے) چنانچہ آزاد کنندہ موجود نہ ہو تو اس کا بیٹا، وہ نہ ہو تو پوتا نیچے تک۔ یہ سب موجود نہ

ہو تو آزاد کنندہ کا باپ، وہ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو دادا کا باپ اور تک۔ یہ بھی اور تک نہ ہو تو بھائی، بھائی نہ ہو تو اس کی اولاد، وہ نہ ہو تو اس کی اولاد نیچے تک۔ اگر بھائیوں اور اس کی اولادوں میں کوئی نہ ہو تو چچا، وہ نہ ہو تو اس کی اولاد یونہی نیچے تک۔

مولیٰ العتاقہ کے وارث ہونے کی دلیل

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب لایباع ولا یوہب

”ولاء ایک قرابت ہے جیسا کہ نسب ایک قرابت ہے جسے نہ بیچا جاسکتا ہے نہ ہبہ

کیا جاسکتا ہے“ ۱

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آزادی انسان کے لئے زندگی ہے کیونکہ آزادی کی وجہ سے انسان کے لئے مالک ہونے کی صفت ثابت ہوتی ہے جس کی بناء پر انسان جمیع ماعدا یعنی جمادات و حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے جبکہ غلامی، اس چیز کو ضائع کر دیتی ہے اور یہ صفات ہلاک کر دیتی ہے۔ چنانچہ آزاد کنندہ معقن کو زندہ کرنے کا باعث بنا جیسا کہ باپ ولد کی ایجاد کا سبب بنا۔ یونہی جیسے بیٹا نسباً باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور باپ کے اقرباء کی طرف باپ کی تابعیت کی وجہ سے منسوب ہوتا ہے اسی طرح آزاد کردہ اپنے آزاد کنندہ کی طرف ”ولاء“ کے اعتبار سے منسوب ہوتا ہے اور اس کے عصبات کی طرف تابعیت میں منسوب ہوتا ہے۔ اس لئے جس طرح نسب کی وجہ سے وراثت ثابت ہوتی ہے اسی طرح ”ولاء“ کی وجہ سے بھی وراثت ثابت ہوگی۔

معقن نہ ہو تو اس کے ”عصبات“ وارث ہوتے ہیں اس میں ہم نے یہ کہا کہ تمام عصبات نہیں بلکہ صرف ”عصبات بنفسہ“ یعنی کہ مذکر عصبات۔ جبکہ معقن کے عصبات میں سے مؤنث کے لئے کچھ نہ ہوگا یعنی کہ معقن کے ”عصبہ بغیرہ“ اور ”عصبہ مع غیرہ“ کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من کاتبین او کاتب
من کاتبین او دبرن او دبرن او جرولاء معتقن او معتق معتن ۱۔
عورتوں کے لئے ولاء صرف درج ذیل لوگوں کی ہو سکتی ہے:

(i) ان کے آزاد کردہ کی۔

(ii) ان کی کہ جن کو ان کے آزاد کئے ہوؤں نے آزاد کیا۔

(iii) ان کے مکاتبوں کی۔

(iv) ان کے مکاتبوں کے مکاتبوں کی۔

(v) ان کے مدبروں کی۔

(vi) ان کے مدبروں کے مدبروں کی۔

(vii) ان کا آزاد کردہ جن کی ولاء کو کھینچ لائے۔

(viii) یا آزاد کردہ کا آزاد کردہ جن کی ولاء کھینچ لائے۔

اس حدیث شریف میں اگرچہ شذوذ ہیں لیکن کبار صحابہ کرام (مثلاً حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے اسی کی مثل جو احادیث مروی ہیں ان سے اس روایت کو تاکید حاصل ہو جاتی ہے۔ تو گویا کہ یہ روایت بمنزلہ مشہور حدیث کے ہوگئی۔

حدیث کا مطلب

مذکورہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو اپنے آزاد کردہ غلاموں کی ولاء حاصل ہوتی ہے یا پھر ان کی کہ جن کو ان کے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو۔ آزاد کردہ کی بات تو واضح ہے۔ آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی ولاء حاصل ہونے کی صورت درج ذیل ہے۔

آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی ولاء

جیسے زینب نے اپنے غلام (خالد) کو آزاد کیا ہو۔ خالد نے آزاد ہونے کے بعد ایک غلام (جمیل) خریدا۔ اور پھر اس کو آزاد کر دیا۔ پھر خالد مر گیا۔ اور اس کا کوئی عصبہ نہی

نہ تھا۔ اور اب جمیل مر گیا۔ جبکہ اس کا بھی کوئی عصبہ نسبی موجود نہیں ہے۔ تو اس صورت میں زینب اس آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی وارث ہوگی۔

مکاتب کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد سے کہا کہ تو مجھے ہزار روپے دے دے تو تو آزاد ہے۔ خالد نے کمائی کر کے ہزار روپے زینب کو ادا کر دیئے۔ تو وہ آزاد ہو گیا۔ اب خالد مر گیا۔ جبکہ اس کا کوئی عصبہ نسبی نہ تھا۔ تو زینب کو اس کی ولاء حاصل ہوگی۔

مکاتب کے مکاتب کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو مکاتب کیا، خالد بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا، پھر خالد نے ایک غلام (جمیل) خریدا اور اس کو مکاتب کیا، اس نے بھی بدل کتابت ادا کر دیا۔ اور آزاد ہو گیا، اب خالد مر گیا، اور اس کا کوئی نسبی عصبہ نہ تھا، پھر جمیل مر گیا اور اس کا بھی کوئی نسبی عصبہ نہ تھا۔ اب جمیل کی ولاء زینب کو حاصل ہوگی۔

مدبر کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو مدبر بنایا پھر زینب (معاذ اللہ) مرتد ہو گئی اور دارالحرب میں چلی گئی، قاضی نے اس کے مدبر کی آزادی کا فیصلہ کر دیا پھر زینب اسلام لے آئی اور دارالاسلام میں آ گئی۔ اب اگر خالد مر گیا تو اس کی ولاء زینب کو حاصل ہوگی۔

مدبر کے مدبر کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو مدبر کیا پھر معاذ اللہ مرتد ہو گئی، قاضی نے خالد کے آزاد ہونے کا فیصلہ کر دیا، پھر زینب مسلمان ہو کر دارالاسلام میں چلی آئی، خالد نے ایک غلام (جمیل) خریدا اور اس کو مدبر بنایا اور خود مر گیا، اس کا کوئی نسبی عصبہ نہ تھا، پھر جمیل مر گیا اس کا بھی کوئی نسبی عصبہ نہ تھا۔ تو زینب، جمیل کی ولاء کی حقدار ہوگی اور وراثت پائے گی۔

آزاد کردہ کے ولاء کو کھینچ کر لانے کی مثال

جیسا کہ زینب کے غلام خالد نے زینب کی اجازت سے ہندہ کے ساتھ شادی کر لی (ہندہ احمد کی آزاد کردہ ہے) شادی کے بعد ایک بچہ حبیب پیدا ہوا۔ یہ بچہ آزاد ہوگا۔ کیونکہ حریت و رقیّت میں بچہ، ماں کے تابع ہوا کرتا ہے۔ تو چونکہ اس کی ماں آزاد ہے اس لئے بچہ بھی آزاد ہوگا۔ اور اگر یہ (حبیب) مرجائے تو اس کی ولاء اس کی ماں کے آزاد کنندہ (احمد) کے لئے ہوگی۔ لیکن ہوا یہ کہ زینب نے خالد کو آزاد کر دیا اب وہ ولاء جو کہ ماں کے آزاد کنندہ کی طرف جارہی تھی اب باپ کے آزاد کنندہ کی طرف جائے گی کیونکہ باپ آزاد ہوا تو بیٹے کی ولاء اس کو مل گئی۔ اور چونکہ وہ خود زینب کا آزاد کردہ ہے اس لئے اس کی ولاء زینب کے لئے ہوگی گویا کہ حبیب کی ولاء کو اس کا باپ (زینب کا آزاد کردہ یعنی کہ خالد) زینب کے لئے کھینچ لایا۔ اب اگر خالد مرجائے اور پھر حبیب مرجائے تو حبیب کی ولاء اس کے باپ (خالد) کی معیت (زینب) کے لئے ہوگی۔

آزاد کردہ کا آزاد کردہ ولاء کو کھینچ لائے، اس کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو آزاد کیا۔ خالد نے ایک غلام (جلیل) خریدا اور اس کا نکاح ہندہ (جو کہ احمد کی آزاد کردہ ہے) سے کر دیا۔ جلیل اور ہندہ کے ہاں ایک بچہ (حبیب) پیدا ہوا۔ یہ بچہ آزاد ہے کیونکہ اس کی ماں آزاد ہے اور حریت و رقیّت میں بچہ ماں کے تابع ہوا کرتا ہے اور اس حبیب کی ولاء اس کی ماں کے آزاد کردہ (احمد) کے لئے ہوگی۔ لیکن ہوا یوں کہ خالد نے جلیل کو آزاد کر دیا تو اس کے اعتاق کی وجہ سے حبیب کی ولاء احمد (باپ کا آزاد کنندہ) سے ہٹ کر اس کے باپ (جلیل) کی طرف اور اس سے اس کے آزاد کنندہ (خالد) کی طرف آ گئی۔ تو یوں کہیں گے کہ خالد نے حبیب کی ولاء اپنے آزاد کردہ کے ذریعے اپنی طرف کھینچی اور پھر اپنے آزاد کنندہ کی طرف روانہ کر دی۔ تو یوں زینب کو حبیب کی ولاء خالد کے ذریعے حاصل ہوگی کہ خالد کو یہ ولاء جلیل کے ذریعے حاصل ہوئی تھی۔ اور جلیل کو باپ ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔

ولاء کھینچ کر لانے پر ایک اور بھی دلیل موجود ہے

روایت ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوجوانوں کی ایک جماعت کو دیکھا۔ تو وہ نوجوان آپ کو بہت اچھے لگے کیونکہ وہ بہت خوبصورت اور توانا تھے۔ ان نوجوانوں کی ماں حضرت رافع بن خدیج کی آزاد کردہ تھیں جبکہ ان کا باپ کسی اور کا غلام تھا۔ حضرت زبیر نے ان کے باپ کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔ اور نوجوانوں سے فرمایا ”اب تم میری طرف منسوب ہوا کرو گے۔ کیونکہ تم میرے موالی ہو“ جبکہ ان کی ماں کے آزاد کنندگان کہنے لگے کہ یہ ہمارے آزاد کردہ ہیں اور ہمارے موالی ہیں لہذا ان کی ولاء ہمارے لئے ہے۔ جب جھگڑا بڑھ گیا تو یہ معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ آپ نے مقدمہ سن کر حضرت زبیر بن عوام کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا: ان کی ولاء زبیر بن عوام کے لئے ہے۔ یہ واقعہ بھی اس بات پر دلائل کرتا ہے کہ بیٹا اپنی ماں کے آزاد کنندگان کی طرف صرف اسی صورت میں منسوب ہوتا ہے جبکہ اس کے باپ کی طرف سے ولاء ثابت نہ ہو۔ اگر باپ کی طرف سے ولاء ثابت ہو جائے تو باپ یہ ولاء اپنے موالی کی طرف کھینچ لاتا ہے کیونکہ ماں کی طرف نسبت تو ضرورتاً کی گئی تھی جیسا کہ ولد الزنا، کہ اس کا باپ شرعی طور پر ثابت نہیں ہوتا اس لئے مجبوراً اس کا نسب ماں کی طرف سے چلتا ہے۔

ولو نترک ابالمعتق وابنته الخ

اگر کوئی آزاد کردہ (معتق) مر گیا اور اس نے ورثاء میں معتق کا باپ اور اس کا بیٹا چھوڑا ہو تو امام ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ معتق کے باپ کے لئے ولاء کا ”سدس“ ہے اور ماہقی بیٹے کے لئے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک تمام تر ولاء بیٹے کے لئے ہے۔

امام ابو یوسف کی دلیل

اگر معتق مال چھوڑتا تو ”سدس“ باپ کا اور ”ماہقی“ بیٹے کا ہوتا۔ اسی طرح ولاء میں بھی ہوگا کہ ”سدس“ باپ کے لئے اور ماہقی بیٹے کیلئے۔ کیونکہ ولاء ”ملک“ کا اثر ہوتا ہے۔ جب ملک میں باپ کا حصہ سدس ہوتا ہے تو ملک کے اثر میں بھی باپ کا سدس ہونا چاہئے۔

استناف کی طرف سے جواب

ولاء اگرچہ ملک کا اثر تو ہے۔ لیکن مال نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس پر مال کے احکام جاری ہوتے ہیں جیسا کہ قصاص کے لئے مال کے احکام ہیں جس کی بناء پر اس کے عوض مال لیا جاسکتا ہے۔ لیکن قصاص کی طرح ولاء کے لئے مال والے احکام نہیں ہیں اسی لئے ولاء میں سہام نہیں ہوا کرتے۔ معلوم ہوا کہ ولاء نہ مال ہے اور نہ ہی مال کے حکم میں ہے بلکہ یہ تو ایک سبب ہے جس کی وجہ سے وراثت بطور عصوبت جاری ہوتی ہے۔ جب اس میں وراثت بطور عصوبت جاری ہوتی ہے تو عصبیت کی طرح یہاں بھی جو اقرب ہوگا وہی زیادہ حقدار ہوگا۔ اور باپ و بیٹا میں سے اقرب، بیٹا ہے۔ اس لئے بیٹا ہی زیادہ حقدار ہوگا۔ اگر ولاء میں وراثت کے فرضی حصوں کی طرح سہام جاری ہوتے تو ولاء کی وجہ سے عورتیں بھی وراثت کا حصہ پاتیں۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب لا یباع ولا یوہب

”ولاء بھی نسب کی طرح ایک رشتہ داری ہے نہ بیچی جاسکتی ہے نہ بہہ کی جاسکتی ہے“
اس بات پر بین ثبوت ہے کہ ولاء کے سہام نہیں ہونگے اور تمام کی تمام ولاء بیٹے کے لئے ہوگی۔

اور اگر کسی معتق (آزاد کردہ) نے اپنے معتق (آزاد کنندہ) کا بیٹا اور دادا چھوڑا۔
تو اب بالاتفاق تمام تر ولاء اسی بیٹے ہی کی ہوگی۔

سوال

جب بیٹا دادا کے ساتھ ہے تو اختلاف نہیں ہے بلکہ سب بالاتفاق بیٹے کو ولاء دیتے ہیں تو پھر جب معتق کے بیٹے کے ساتھ اس کا باپ تھا تو وہاں اختلاف کیوں ہوا؟

جواب

اس لئے کہ باپ اور بیٹا دونوں بلا واسطہ رشتہ دار ہوتے ہیں۔ جب صورت حال یہ ہے کہ دونوں ہی بلا واسطہ رشتہ دار ہوتے ہیں تو پھر ان میں سے اقرب کا فیصلہ کرنا مشکل ہوگا۔ کیونکہ اقرب ہونا یا بعد ہونا ایک حکمی امر ہے جو ظاہراً معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ تو چونکہ یہاں زیادتی قرب کا فیصلہ کرنا مشکل ہے اس لئے اختلاف ہو گیا کہ باپ بھی حصہ لے گا یا نہیں۔ جبکہ دادا اور بیٹے میں اس طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہی نہیں ہوتے۔ کیونکہ بیٹا بلا واسطہ رشتہ دار ہے اور دادا بلا واسطہ۔ اس لئے بیٹا یقیناً اقرب ہے اور دادا بیٹے سے یقیناً بعد ہے۔ جب ان دونوں میں قرب و بعد کا تعین ہو گیا تو اس بات میں بھی شک نہ رہا کہ دادا محروم ہوگا۔ کیونکہ اقرب کے ہوتے ہوئے بعد محروم ہوا کرتا ہے۔

نوٹ

شروع میں جہاں دادا کے احوال بیان کئے گئے تھے وہاں یہ کہا گیا تھا کہ چار مقامات ایسے ہیں جہاں باپ اور دادا کے احکام الگ الگ ہیں۔ اُن چار مقامات میں سے ایک مقام یہ بھی ہے کہ معنی کا باپ اور بیٹا ہوں تو باپ کے حصہ پانے میں اختلاف ہے جبکہ دادا اور بیٹا ہوں تو دادا کے محروم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ومن ملک ذاد حرم منہ عنق علمہ الخ

مسئلہ

جو شخص کسی ذی رحم محرم کا مالک بن جائے تو وہ ذی رحم اُس خریدار پر آزاد ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ولاء خریدار کے لئے ہوتی ہے۔

مثال

جیسا کہ تین بہنیں ہوں، جن کا باپ غلام اور ماں آزاد ہو۔ ان میں سے دو بہنیں اپنے باپ کو خرید لیں۔ جس میں بڑی بہن نے 30 روپے اور چھوٹی بہن نے 20 روپے

شامل کر کے 50 روپے میں اپنے باپ کو خریدا۔ تو خریدتے ہی وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء، ان خریدنے والیوں کے لئے ہوگی۔

اب اگر باپ مر جائے اور کچھ ترکہ چھوڑے تو اس ترکہ کا ”ثلثان“ تینوں بہنوں کے لئے فرضی حصہ ہوگا۔ اور باقی جو بچے گا وہ ان دونوں (خریدنے والیوں) کے درمیان تقسیم ہوگا۔ اس طرح کہ اس ثلث کے پانچ حصے کریں گے جن میں سے 3 بڑی کو اور 2 چھوٹی کو دیں گے۔ اس طرح اصل مسئلہ 3 سے بنائیں گے۔ جس میں سے ثلثان (2 سهام) تینوں بیٹیوں کو اور ایک ثلث (1) خریدنے والیوں کو دیں گے۔ اور یہ 2 حصے تین بہنوں پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جبکہ ان حصص (2) اور ردوس (3) کے درمیان نسبت بتائیں کی ہے۔ تو ہم نے جمع عدد ردوس (3) کو محفوظ کر لیا۔ یونہی ایک سہم دو خریدار بیٹیوں کے سهام الولاء (5) پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا۔

اب گویا کہ 5 ردوس اور 1 سہم ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان نسبت بتائیں کی ہے اور اس مجموعے کو محفوظ کر لیا۔ جبکہ ہمارے پاس اس سے قبل محفوظ شدہ عدد 3 تھا۔ حاصل شدہ دونوں عددوں میں نسبت بتائیں کی ہے۔ اس لئے دونوں کو آپس میں ضرب دی تو $(15 = 5 \times 3)$ حاصل ضرب 15 ہوا۔ پھر اس 15 کو اصل مسئلہ (3) کے ساتھ ضرب دی تو $(45 = 3 \times 15)$ حاصل ضرب 45 ہوا۔ اس سے تصحیح کی جائے گی۔ اصل مسئلہ سے تینوں بیٹیوں کے 2 سهام تھے۔ ان کو بھی 15 کی ساتھ ضرب دی تو $(30 = 2 \times 15)$ حاصل ضرب 30 آیا۔ یہ حصہ (بطور فرض) ہے تینوں بیٹیوں کا۔ اس طرح کہ ہر بیٹی کو 10، 10 سهام آئیں۔ اصل مسئلہ سے صغریٰ اور کبریٰ کے لئے ولاء سے (1) سہم تھا۔ اس کو بھی 15 کے ساتھ ضرب دی تو $(15 = 1 \times 15)$ حاصل ضرب 15 ہوا۔ یہ حصہ ہے تصحیح سے دو خریدار بیٹیوں کا۔ اب یہ سهام، ولاء کی مناسبت سے ان میں تقسیم کئے۔ بڑی کے تین انماس (3/5) تھے اور چھوٹی کے دو انماس (2/5) چنانچہ 15 کے 3 انماس 9 ہیں کیونکہ پندرہ کا ایک خمس (3) ہوتا ہے اس لئے بڑی کو تین انماس یعنی کہ 9 سهام دیئے اور چھوٹی کو 2 انماس یعنی کہ 6 سهام دیئے۔ اب اس

تقسیم سے بڑی کے پاس کل سهام 19 ہو گئے۔ کیونکہ 10 سهام اس کو بطور فرض ملے تھے اور 9 سهام اس کو بطور ولاء ملے ہیں۔ چھوٹی کے لئے کل سهام 16 ہیں کیونکہ فرضی حصہ میں اس نے 10 سهام پائے تھے اور 6 سهام بطور ولاء پائے۔ کل سهام 16 ہو گئے۔ درمیانی بہن (جس نے باپ کو خریدنے میں شرکت نہیں کی تھی) کے کل سهام 10 ہیں جو کہ اس کو فرضی حصہ میں ملے تھے۔ اس طرح

$$10+9=19$$

بڑی کے سهام

$$10+6=16$$

چھوٹی کے سهام

$$10.....=0$$

درمیانی کے سهام

$$45.....$$

کل سهام

سوال

ولاء کے سهام تو پچاس تھے آپ نے پانچ کیسے کر دیئے؟

جواب

اس لئے کہ چھوٹی اور بڑی بہن کے مالوں میں نسبت توافق بالعشر کی تھی۔ کیونکہ بڑے سے بڑا عدد جو دونوں کو نبا کر دے وہ 10 ہے۔ چنانچہ (30) کا عشر (3) ہے اور (20) کا عشر 2 ہے اور ان دونوں کا مجموعہ 5 ہے اور یہ 5 در ثاء کے عدد در دوس کے قائم مقام ہے۔ اس لئے کہ باقی ماندہ ٹکٹ کو کبریٰ (بڑی بیٹی) اور صغریٰ (چھوٹی بیٹی) پر تقسیم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں کے مالوں کے ساتھ کوئی مناسبت ہو۔ اور ان کے مالوں کی نسبت ان دونوں کے وفق ہیں۔

نوٹ

یہ مسئلہ دراصل عصابت نسبیہ کا تہہ ہے اور اس بات پر حتمیہ کرنے کے لئے پیش کیا گیا ہے کہ حق اگرچہ غیر اختیاری ہو پھر بھی ولاء حاصل ہوتی ہے۔

اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ قرابت تین قسم کی ہوا کرتی ہے۔

(i) قرابت قریبہ

جس میں ذی رحم محرم کی ولاء حاصل ہوتی ہے۔

اس قرابت کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو بطریق اصلیت ہوگی جیسا کہ ماں، باپ اور اجداد اور پر تک۔ یا بطریق فریعت ہوگی جیسا کہ اولاد اور اولاد کی اولاد نیچے تک۔

قرابت قریبہ کا حکم

کوئی شخص ان میں سے کسی کا مالک بن جائے تو خواہ وہ آزاد کرنا چاہے یا نہ چاہے یہ آزاد ہو جائیں گے اور خریدار کو اس آزاد شدہ کی ولاء حاصل ہوگی۔

(ii) قرابت متوسطہ

وہ قرابت جو اصول و فروع کے علاوہ ہوتی ہے۔ اس قرابت میں بہن، بھائی، ان کی اولاد، چچے، پھوپھی، خالائیں اور ماموں شامل ہیں۔ ان کی اولاد شامل نہیں ہے۔

قرابت متوسطہ کا حکم

جو شخص ان میں سے کسی کا مالک بن جائے تو وہ بھی اس پر آزاد ہو جاتے ہیں خواہ خریدنے والے کا آزاد کرنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔

قرابت کی اس قسم کے حکم میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ بغیر ارادہ کے آزاد نہیں ہوں گے۔

(iii) قرابت بعیدہ

یہ قرابت ان رشتہ داروں کی ہے جو ذی رحم تو ہیں لیکن محرم نہیں ہیں جیسا کہ چچاؤں، پھوپھیوں، خالائوں اور ماموں کی اولاد ہیں۔

قرابت بعیدہ کا حکم

جب کوئی شخص ان کا مالک ہو جائے تو بالاتفاق یہ بغیر ارادہ کے آزاد نہیں ہوتے۔

مولیٰ العتاقہ کے ذوی الارحام سے مقدم یا موخر ہونے میں اختلاف ائمہ
مولیٰ العتاقہ، ذوی الارحام سے مقدم ہے یا نہیں اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف یہ ہے کہ مولیٰ العتاقہ ذوی
الارحام سے موخر ہے۔ ان کے پاس اپنے موقف پر 2 دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والوالارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ

”اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں“

(ترجمہ کنز الایمان)

اور میراث کی بنیاد قرابت پر ہے۔ لہذا جو ذی رحم ہوگا وہ مولیٰ العتاقہ پر مقدم
ہوگا کیونکہ مولیٰ العتاقہ رشتہ دار نہیں ہوا کرتا۔

دوسری دلیل

ایک شخص نے غلام آزاد کیا۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تیرا مولیٰ (آزاد
کردہ) ہے۔ اگر وہ تیرا شکریہ ادا کرے تو اس کے لئے بہت اچھا ہے اور اگر وہ تیری ناشکری
کرے تو اس کے لئے بہت بری بات ہے۔ اور اگر وہ (آزاد کردہ) مرجائے اور اس کا کوئی
عصبہ نہ ہو تو تو اس کا ”وارث“ ہوگا۔^۱

اس حدیث میں آزاد کنندہ کے وارث بننے کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ
آزاد کردہ کا اپنا کوئی وارث نہ ہو جبکہ ذوی الارحام، وراثہ میں سے ہوا کرتے ہیں اس لئے
اگر ذوی الارحام میں سے بھی کوئی موجود ہو تو بھی یہ آزاد کرنے والا ”مولیٰ العتاقہ“ عصبہ نہیں

۱..... سنن دارمی، جلد 2، صفحہ 468، مطبوعہ دارالکتب العربیہ، بیروت۔

بنے گا۔ اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ذوی الارحام، مولیٰ العتاقہ سے مقدم ہوا کرتے ہیں۔

احناف کا موقف

ہمارے نزدیک مولیٰ العتاقہ، ذوی الارحام اور رد علی ذوی الفروض پر مقدم ہے، حضرت علی اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی موقف ہے۔

دلیل

مولیٰ العتاقہ، عصبات میں سے ہے اور ”عصبات“ مطلقاً ذوی الارحام اور رد علی ذوی الفروض پر مقدم ہوا کرتے ہیں اس لئے مولیٰ العتاقہ بھی ان سے مقدم ہوگا۔

آیت کا جواب

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار میں ایک عقد کروایا جس کی بناء پر مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا گیا تھا اس عقد کو ”عقد مواخاۃ“ کہا جاتا ہے۔ اس عقد کے بعد مہاجرین و انصار میں اس قدر محبت اور بھائی چارہ قائم ہو گیا کہ وہ ایک دوسرے کو وراثت میں بھی حصہ دینے لگے۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کو منسوخ فرمایا کہ عقد مواخاۃ و مولاۃ کی وجہ سے جو تعلق قائم ہوتا ہے اس کی وجہ سے وراثت جاری نہیں ہو سکتی بلکہ ان لوگوں کی بجائے ذوی الارحام تمہارے وارث ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہونے والے اس حکم کو تو ہم بھی مانتے ہیں کہ ذوی الارحام مولیٰ المولاۃ اور مواخاۃ پر مقدم ہوا کرتے ہیں۔ تاہم اس آیت سے مولیٰ العتاقہ کی تقدیم کی نفی نہیں ہوتی۔

حدیث کا جواب

حدیث شریف میں جو شرط ہے کہ ”آزاد کردہ“ کا کوئی وارث نہ ہو تو آزاد کنندہ

اس کا عصبہ ہوگا۔ یہاں پر وارث سے مراد ”عصبہ“ ہے۔ مطلق وارث نہیں ہے کہ ذوی الارحام کو بھی ان میں شامل کیا جاسکے۔ کیونکہ پوری حدیث شریف پڑھیں تو آخر میں یہ ہے کہ ”اگر کوئی وارث نہ ہو تو تو اس کا عصبہ ہے“ یہ نہیں کہا کہ ”تو اس کا وارث ہے“ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث شریف کس مفہوم پر ہے کہ اگر اس کا کوئی عصبہ نہ ہو تو تو اس کا عصبہ ہوگا۔ جبکہ آزاد کردہ کا جب کوئی اور عصبہ موجود نہ ہوگا تو پھر مولیٰ العتاقہ اس کا عصبہ ہوگا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ مولیٰ العتاقہ، مقدم ہے ذوی الارحام پر اور رد علی ذوی الفروض النسبہ پر۔

مسئلہ

گناہ کے لئے غلام آزاد کیا یا یہ کہہ کر کہ اس کو اس شرط پر آزاد کیا کہ اس کی ولاء میرے لئے نہ ہوگی تو آیا اس صورت میں آزاد کنندہ کو ولاء حاصل ہوگی یا نہیں۔ اس سلسلہ میں امام مالک اور احناف کا اختلاف ہے و

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں اس شخص کو اس آزاد کردہ کی ”ولاء“ حاصل نہ ہوگی۔

دلیل

اس لئے کہ ”ولاء“ ایک ”صلہ شرعیہ“ ہے اور برے ارادے سے آزاد کرنے والا شخص معصیت کا مرتکب ہوا ہے اس لئے معصیت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے وہ اس صلہ شرعی سے محروم ہو جائے گا۔ اور جس نے صراحتاً اپنی ولاء کی نفی کر دی ہے تو گویا کہ اس نے اپنا ثابت ہونے والا حق رد کر دیا۔ اور کوئی شخص بھی اپنا ثابت شدہ حق رد کر سکتا ہے۔ لہذا اس رد کے بعد اب وہ آزاد کردہ کی ولاء کا حق دار نہ رہا۔

احناف کا موقف

ان مذکورہ دونوں صورتوں میں وہ شخص ”ولاء“ کا حقدار ہوگا۔

دلیل

ولاء کا سبب ”اعتاق“ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الولاء لمن اعتق

”ولاء، آزاد کنندہ کے لئے ہے“ ۱

اور یہ سبب مذکورہ دونوں صورتوں میں پایا گیا ہے بلکہ کسی بھی صورت میں اعتاق متحقق ہو جائے تو آزاد کنندہ کو ولاء حاصل ہوگی۔ مثلاً کہا کہ تو اس شرط پر آزاد ہے کہ تو ”سائبہ“ ہے سائبہ کا مطلب یہ ہے کہ ”تو آزاد ہے اور تیری ولاء کا حق کسی کے پاس بھی نہ ہوگا“ یا کسی مال کے عوض آزاد کیا یا بطریق کتابت آزاد کیا۔ ہر صورت میں چونکہ اعتاق پایا گیا اس لئے ”ولاء“ کا حق ثابت ہوگا۔

۱۔ بخاری شریف، جلد 2، صفحہ 999، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

باب الحجب

الحجب علی نوعین حجب نقصان وهو حجب عن سهم الی سهم وذلك لخمسة نفر للزوجین والام وبنت الابن والاخت لاب وقد مر بیانہ وحجب حرمان والورثة فیہ فریقان فریق لایحجبون بحال البتہ وهم ستة الابن والاب والزوج والبنت والام والزوجة وفریق یرثون بحال ویحجبون بحال وهذا مبني علی اصلین احدهما هو ان کل من یدلی الی المیت بشخص لایرث مع وجود ذالک الشخص سنوی اولاد الام فانهم یرثون معها لانعدام استحقاقها جمیع التركة والثانی الاقرب فالاقرب کما ذکرنا فی العصبات والمحروم لایجب عندنا وعند ابن مسعود یحجب حجب النقصان کالکافر والقاتل والرقيق والمحبوب یحجب بالاتفاق کالاثنین من الاخوة والاختوات فصاعداً من اى جهة کانا فانهما لایرثان مع الاب ولكن یحجبان الام من الثلث الی السدس

ترجمہ

”حجب کی دو قسمیں ہیں حجب نقصان اور وہ، محبوب ہونا ہے ایک سهم سے دوسرے سهم کی طرف اور یہ پانچ افراد کے لئے ہے۔ شوہر، بیوی، ماں، پوتی اور علاتی بہن، اس کا بیان گزر چکا ہے اور (دوسری قسم) حجب حرمان (ہے)۔ اور اس میں ورثہ کی دو قسمیں ہیں ایک فریق ایسا جو کہ کسی بھی حال میں (کلیہ) محبوب نہیں ہوتا یہ 6 افراد ہیں، بیٹا، باپ، شوہر، بیٹی، ماں اور بیوی۔ اور ایک فریق ایسا ہے جو بعض احوال میں وراثت پاتا ہے اور بعض احوال میں محبوب ہوتا ہے اور یہ امور (دراصل) دو قاعدوں پر مبنی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر وہ رشتہ دار جو میت کی طرف کسی کے واسطے سے منسوب ہوتا ہے وہ اس (واسطے) کے ہوتے ہوئے محروم ہوتا ہے سوائے اخپانی بہن بھائیوں کے کہ وہ (باوجودیکہ ماں کے واسطے سے رشتہ دار ہوتے ہیں) ماں کی موجودگی میں بھی حصہ پاتے ہیں کیونکہ ماں کی طور بھی جمیع ترکہ

حق دار نہیں ہوتی (اس لئے اس سے بچ جانے والا مال اس کی اولاد کو ملتا ہے) اور دوسرا
 وعدہ یہ ہے کہ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہے وہ زیادہ حقدار ہے جیسا کہ ہم نے عصبات کے
 باب میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے اور ہمارے نظریے کے مطابق میراث سے محروم
 رہنے والا شخص کسی دوسرے کے لئے حاجب نہیں بن سکتا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ جب نقصان کا باعث بن سکتا ہے مثلاً کافر، قاتل اور غلام
 اور (جو خود) محجوب (ہوتا ہے وہ دوسروں کے لئے) بالاتفاق حاجب بن سکتا ہے جیسا کہ دویا
 دوسے زیادہ بہن بھائی کسی بھی جہت سے ہوں کہ یہ باپ کے ہوتے ہوئے وراثت نہیں
 پاتے لیکن ماں کو ٹکٹ سے سب سے زیادہ کی طرف محجوب کر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿باب الحجب﴾

حجب کا معنی

حجب کا لغوی معنی ”روکنا“ ہے اسی لئے اُس چیز کو حجاب کہتے ہیں جس کے ساتھ کسی چیز کو ڈھانپ لیا جائے کیونکہ وہ (حجاب بھی) نظروں کو اس چیز تک پہنچنے سے روک دیتا ہے۔ اصطلاح اہل فرائض میں کسی مخصوص شخص کو کسی دوسرے شخص کی موجودگی میں وراثت سے کُلی یا جزوی طور پر محروم کر دینا ”حجب“ کہلاتا ہے۔

حجب کی اقسام

حجب کی دو قسمیں ہیں۔ (i) حجب نقصان (ii) حجب حرمان

حجب نقصان

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص وراثت کے زیادہ حصہ کا مستحق ہوتا ہے لیکن دوسرے آدمی کی موجودگی اس کے حصہ میں کمی کا باعث بن جاتی ہے یعنی کہ اس کی موجودگی میں جتنا ملنا تھا اب موجودگی میں اس سے کم ملے۔
حجب کی اس قسم سے 5 آدمی متاثر ہوتے ہیں۔

- (i) شوہر، کہ اولاد نہ ہو تو اس کو نصف ملا کرتا ہے اور اولاد اس کو نصف سے محروم کر دیتی ہے اور صرف رُبع ($1/4$) پر گزرا کر کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔
- (ii) بیوی، کہ اولاد نہ ہو تو یہ رُبع ($1/4$) کی مستحق ہوتی ہے لیکن اولاد اس کو رُبع ($1/4$) سے ثمن ($1/8$) تک لے جاتی ہے۔

- (iii) ماں، کہ میت کی اولاد نہ ہو اور نہ ہی دو بہنیں یا دو بھائی ہوں تو ثلث پاتی اور ان میں سے کوئی موجود ہو تو اس صورت میں ماں کو ثلث نہیں بلکہ سِدس لینا پڑتا ہے۔
- (iv) پوتی، کہ صلیبی بیٹی نہ ہو تو اکیلی نصف پاتی ہے لیکن جب کوئی صلیبی بیٹی ساتھ ہو تو اس کو صرف سِدس ملتا ہے۔

- (v) علاقائی بہن، کہ عینی بہن کی عدم موجودگی میں نصف پاتی ہے لیکن ایک

کی موجودگی میں نقصان کا شکار ہو جاتی ہے اور نصف کی بجائے سدس پاتی ہے۔

حب حرمان

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے وارث کو اس کی وراثت سے بالکل ہی محروم کر دے اور کچھ بھی نہ حاصل کرنے دے۔

نوٹ

جب کی اس قسم سے کچھ لوگ تو متاثر ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو جب کی اس قسم سے کبھی بھی متاثر نہیں ہوتے۔ جو (مکمل طور پر) کبھی بھی محروم نہیں ہوتے وہ کل قسم کے لوگ ہیں تین مرد اور تین عورتیں۔

محجوب بحجب حرمان نہ ہونے والے ورثاء

وہ وارث جو جب حرمان سے کبھی بھی محجوب نہیں ہوتے وہ تین مرد اور دو عورتیں ہیں۔

(i) بیٹا، باپ، شوہر

(ii) بیٹی، ماں، بیوی

یہ ایسے لوگ ہیں جو بالکل (مکمل طور وراثت سے) کبھی بھی محروم نہیں ہوتے۔

سوال

باپ نے اگر بیٹے کو قتل کر دیا تو وراثت سے بالکل محروم ہو جاتا ہے۔ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ یہ لوگ کبھی جب حرمان کے ساتھ محجوب نہیں ہوتے؟

جواب

ہماری بحث اس صورت میں ہے کہ کسی وارث کی موجودگی دوسرے کے لئے کی کا باعث بن جائے اور اگر وہ موجود نہ ہو تو محرومی بھی نہ ہو جبکہ پیش کردہ مثال محرومیت کی وجہ وہ نہیں ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

مذکورہ ورثاء کے علاوہ جتنے بھی ورثاء ہیں سب کے سب حجب حرمان کا شکار ہوں گے۔
 ہیں سوائے ان کے کہ جو عصبیات ہوں یا ذوی الفروض ہوں۔ حجب حرمان سے ورثاء کے
 متاثر ہونے کی دو جوہات میں کوئی ایک ہوتی ہے۔

علت نمبر.....1-

ہر وہ وارث جو میت کی طرف کسی کے واسطے سے منسوب ہو، تو اس واسطے کی
 موجودگی میں یہ ذی واسطہ وارث نہیں بن سکتا۔ جیسا کہ پوتا، کہ ایک شخص (بیٹے) کے واسطے
 سے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے اس لئے جب تک واسطہ (بیٹا) خود موجود ہوتا ہے یہ ذی
 واسطہ (پوتا) محروم رہتا ہے۔

سوال

اخیاانی بھائی باوجودیکہ میت کی طرف منسوب تو ماں کے واسطے سے ہوتے ہیں
 لیکن ماں کی موجودگی میں محروم نہیں ہوتے بلکہ ماں کے ساتھ حصہ پاتے ہیں۔ کیوں؟

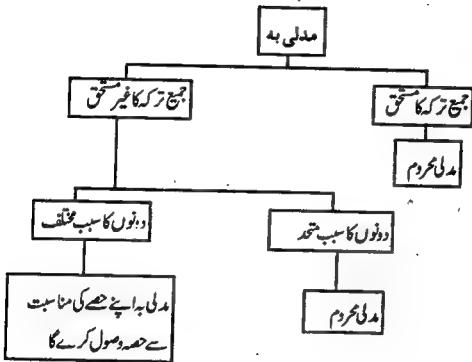
جواب

اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں کسی بھی صورت میں جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی، بلکہ
 اس کو دینے کے بعد کچھ نہ کچھ بچ جاتا ہے۔ اس لئے وہ بچا ہوا ان کو مل جاتا ہے۔

فائدہ

اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ مدلی بہ دو حال سے خالی نہ ہوگا کہ جمیع ترکہ کا مستحق
 ہوگا یا نہیں؟ بصورت اول مدلی کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ خواہ مدلی اور مدلی بہ کا سبب وراثت
 ایک ہو جیسا کہ باپ اور دادا بیٹا اور پوتا۔ خواہ دونوں کا سبب وراثت مختلف ہو۔ جیسا کہ باپ
 اور بہن بھائی۔ ان صورتوں میں جب مدلی بہ سارا مال وصول کر لے گا تو مدلی کے لئے کچھ بھی
 نہیں بچے گا۔ اور بصورت ثانی (جبکہ مدلی بہ جمیع مال نہیں سمیٹے گا تو) دو حال سے خالی نہیں
 ہوگا کہ مدلی بہ اور مدلی دونوں کا سبب وراثت ایک ہوگا یا مختلف ہونگے۔ بصورت اول، مدلی
 محروم ہو جائے گا کیونکہ جب سبب کی بناء پر مدلی بہ نے حصہ وصول کر لیا تو اس سبب سے

حصہ بنتا تھا وہ اس نے لے لیا۔ اس سبب سے اب کوئی حصہ باقی ہیں نہیں رہا جو مدلی کو دیا جائے۔ جبکہ مدلی کے پاس کوئی دوسرا سبب نہیں ہے کہ اپنے لئے الگ حصہ نکلوا سکے۔ جیسا کہ ماں اور باپ اور بیوی اور بیوی (مدلی اور مدلی بہ کا سبب وراثت الگ الگ ہو تو) مدلی بہ اپنے سبب سے جو حصہ بنتا ہوگا وصول کر لے گا اور مدلی کا سبب چونکہ اس کے سبب سے الگ ہے اس لئے اپنے سبب کی وجہ سے جتنا حصہ اس کا بنتا ہوگا وہ اس کو مل جائے گا اور بالکل یہ محروم نہ ہوگا۔



سوال

ماں بھی توجیع ترکہ کی مستحق ہو جاتی ہے مثلاً جب دیگر ورثاء اور اصحاب فرائض ساتھ نہ ہوں۔ تو آپ نے پیچھے یہ کیسے کہہ دیا کہ ماں کسی بھی صورت میں جمیع ترکہ کی حقدار نہیں ہو سکتی۔

جواب

ہمارے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ماں ایک جہت سے کبھی بھی جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہو سکتی جبکہ آپ نے جو مثال دی ہے اس میں ماں، ایک جہت سے جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی بلکہ کچھ حصہ ذی فرض کے طور پر پاتی ہے اور باقی رو علیٰ ذی الفروض کے طور پر لیتی ہے۔ لہذا ہم نے جس چیز کا انکار کیا ہے آپ نے وہ ثابت نہیں کیا اور جو آپ نے ثابت کیا ہے ہم نے اس کا انکار نہیں کیا۔

علت نمبر.....2-

الاقرب فالاقرب

یعنی کہ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہوتا ہے وہی زیادہ مستحق ہوتا ہے جیسا کہ باب العصبات میں گزرا کہ وہ قرب درجہ کی وجہ سے ترجیح پاتے ہیں چنانچہ ان میں سے اقرب، البعد کو محروم کر دیتا ہے۔ جیسا کہ باپ، دادا کو اور بیٹا، پوتے کو محروم کر دیتا ہے۔

یہی علت غیر عصبات میں بھی جاری ہوتی ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ وہ یہ کہ اگر اقرب والبعد کا سبب وراثت ایک ہو تو اقرب، البعد کے لئے حاجب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ علاقائی بہنیں جبکہ دو یعنی بہنوں کے ساتھ ہوں، دادیاں جب کہ ماں کے ساتھ ہوں، پوتیاں جبکہ دو صلیبی بیٹیوں کے ساتھ ہوں کہ ان میں ماں، دادیوں کو، بیٹیاں، پوتیوں کو، اور یعنی بہنیں، علاقائی بہنوں کو اس لئے محروم کرتی ہیں کہ ان میں سے ہر قسم کا سبب وراثت ایک ہے۔

نوٹ

وراثت سے مکمل طور پر محروم شخص کے دوسروں کے لئے حاجب بننے یا نہ بننے کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے۔

احناف کا مذہب

جو شخص خود بالکلیہ وراثت سے محروم ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کے لئے حاجب نہیں بن سکتا نہ حجب نقصان کے ساتھ اور نہ ہی حجب حرمان کے ساتھ۔ احناف کا اور عام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے۔

دلیل

روایت ہے کہ ایک مسلمان عورت فوت ہوئی اور اس نے ایک مسلمان شوہر، دو مسلمان اخیانی بھائی اور ایک کافر بیٹا چھوڑا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ شوہر کو نصف اور دونوں بھائیوں کو ثلث دیا جائے اور باقی عصبہ کے لئے اگر بیٹے کے علاوہ کوئی ہو تو اس کو دے دیں گے ورنہ بھائیوں کو رد علیٰ ذوی الفروض کے طور پر دیں گے۔ اگر کافر بیٹا حاجب ہوتا تو زوج کو نصف کی بجائے رابع ملتا اور بھائیوں کو بھی کچھ نہ ملتا۔ حالانکہ زوج نصف ملا اور بھائیوں کو بھی حصہ ملا، جس سے پتہ چلا کہ محروم عن الوراثة حاجب نہیں ہے نہ حاجب نقصان اور نہ ہی حاجب حرمان جیسا کہ کافر، قاتل اور غلام۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں:

(i) جو محروم بالکلیہ ہو وہ حاجب نقصان تو ہو سکتا ہے، حاجب حرمان

نہیں ہو سکتا جیسا کہ کافر، قاتل اور غلام۔

(ii) جو محروم بالکلیہ ہو وہ حاجب نقصان بھی ہو سکتا ہے اور حاجب حرمان

بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کافر اور قاتل اور غلام کہ یہ خود محروم ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ حاجب نقصان بھی ہیں۔

محروم کے حاجب نقصان ہونے پر دلیل

یہ جب نص سے ثابت ہے جو ”ولد“ اور ”اخ“ کے لفظوں کے ساتھ منقول ہے اور یہ لفظ (ولد اور اخ) ہر اولاد اور بھائی کو شامل ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر، آزاد ہو یا غلام قاتل ہو۔ اور اگر اس کے ساتھ مسلمان ہونے کی قید لگائیں گے تو نص پر زیادتی ہوگی جو کہ نص کے مترادف ہے اور نص کے کسی حکم کو خبر واحد کے ساتھ منسوخ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نص کے لئے نص، اجماع اور خبر مشہور کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

محروم عن الوراثة کے حاجب حرمان نہ ہونے کی دلیل

اس لئے کہ یہ جب اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ اقرب کی موجودگی میں البعد کلی طور پر محروم ہو جاتا ہے اور یہ صورت تبھی تحقق ہو سکتی ہے کہ اقرب، مستحق وراثت ہو۔ اس لئے جب کی اس قسم میں محروم کے حاجب ہونے کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ جبکہ جب نقصان میں یہ احتمال موجود ہوتا ہے کہ حاجب خود محروم ہو کیونکہ جب نقصان اکثر سے اقل کی طرف منتقل کرنے کو کہتے ہیں۔ اور جب کی یہ صورت پائے جانے کے لئے حاجب کے وارث ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ جو اس معنی کے اعتبار سے حاجب ہو گا وہ خود وارث ہو یا نہ ہو، ہر صورت محبوب کو اکثر حصہ سے اقل کی طرف تو منتقل کر ہی دیتا ہے۔

جمہور کا مذہب

جمہور فقہاء کے نزدیک محروم عن الوراثة کسی کے لئے حاجب نہیں ہو سکتا نہ جب حرمان کے ساتھ اور نہ ہی جب نقصان کے ساتھ۔

جمہور کی دلیل

لفظ ”ولد“ اور ”اخوة“ اگرچہ عام ہے جو کہ ہر بھائی اور اولاد کو شامل ہے لیکن

اس کا ذکر عام مقام پر نہیں ہوا بلکہ مخصوص وراثت کے باب میں اس کا ذکر ہوا ہے اور مخصوص باب وراثت میں ”ولد“ اور ”اخوة“ کا ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں پر اولاد اور بھائی سے مراد وہ اولاد اور بھائی ہے جو وارث ہوں کیونکہ جو بالکل وراثت کا اہل ہی نہ ہوگا اس کو تو وراثت کے مستحق ہونے کے سلسلہ میں مردے کی طرح سمجھتے ہیں تو اسی طرح جب کے سلسلے میں بھی نااہل کو مردہ ہی سمجھیں گے کیونکہ اس میں وراثت کی اہلیت ہی نہیں ہے۔ تو گویا کہ مردہ ہی ہوا۔

سوال

جب بھائی، باپ کے ساتھ ہوں تو ماں کو ثلث سے سدس کی طرف محروم کر دیتے ہیں اور خود محروم ہوتے ہیں۔ تو دیکھئے یہاں پر نااہل کو مردہ نہ سمجھا گیا۔ عجیب مردہ ہے کہ ماں کو ثلث سے سدس کی طرف منتقل کر گیا۔

جواب

یہ نااہل نہیں ہے بلکہ اس کا اہل ہونا ثابت ہے یہ وراثت کا اہل تو ”ہے“۔ کیا ہوا کہ اس موجودہ صورت میں ایک شرط مفقود ہونے کی وجہ سے وراثت نہ پاسکا۔ تو کسی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اگر کوئی وراثت حصہ نہ پاسکے تو کیا اس کو وراثت کی فہرست ہی سے نکال دیا جائے گا۔

نیز یہ کہ کافر جب حجب حرمان کا باعث نہیں بن سکتا تو حجب نقصان کا باعث بھی نہیں بن سکتا کیونکہ حجب حرمان و نقصان میں کوئی خاص فرق نہیں ہے سوائے اس بات کے کہ حجب حرمان میں تقدیم الاقرب علی الابعد پورے حصص میں ہوتا ہے یعنی کہ جو اقرب ہوتا ہے وہ پوری کی پوری وراثت میں مقدم ہوتا جبکہ حجب نقصان میں حاجب کی بعض حصہ وراثت میں تقدیم ہوتی ہے یعنی کہ اس حجب میں بھی حاجب مقدم ہوتا ہے لیکن بعض حصہ وراثت میں۔ چنانچہ جب حاجب میں صفت وراثت کا پایا جانا حاجب حرمان ہونے کے لئے شرط ہے تو حجب نقصان کے لئے بھی تو شرط ہونی چاہئے۔

جو شخص حجب حرمان سے محبوب ہو وہ حاجب حرمان بھی ہو سکتا ہے اور حاجب نقصان بھی ہو سکتا ہے اس میں ہمارا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ دو بھائی یا بہنیں یعنی ہوں، علاقائی یا اخلاقی، یہ باپ کے ساتھ ہوں تو خود تو وراثت سے محروم ہوتے ہیں لیکن ماں کو ٹکٹ سے سدس کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔

یونہی محبوب بحجب حرمان دوسرے کے محبوب بحجب حرمان ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔ کیونکہ باپ کی ماں، باپ کی موجودگی میں محبوب (بحجب حرمان) ہوتی ہے۔ اور ماں کی نانی کے لئے حاجب ہوتی ہے۔ اس میں سب کا اتفاق ہے اگرچہ دلائل سب کے الگ الگ ہیں۔

مثلاً اسی فیصلہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود اس طرح مانتے ہیں کہ محروم بالکلیہ بھی حاجب ہوتا ہے حالانکہ وہ تو کسی طرح وارث بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح محبوب بھی اگرچہ خود تو محروم ہے لیکن دوسرے کے لئے حاجب ہے۔ بلکہ یہ صورت تو سابقہ سے اولیٰ ہوگی کیونکہ سابقہ صورت میں تو وہ سرے سے وارث ہی نہیں۔ جبکہ موجودہ صورت میں وہ کم از کم وارث تو ہے۔ چنانچہ اس صورت میں اس کو بدرجہ اولیٰ حاجب ہونا چاہئے۔

اور اسی کو جمہور اس طرح مانتے ہیں کہ جو محروم بالکلیہ ہو اس کو تو ہم بمنزلہ معدوم کر دیتے ہیں کیونکہ وہ من کل الوجوہ وراثت سے نااہل ہے۔ جبکہ محبوب من وجہ اہل ہوتا ہے اور من وجہ نااہل ہوتا ہے۔ تو حق وراثت پانے میں اس کو میت کی طرح سمجھتے ہیں اس لئے وراثت سے وہ محروم ہوتا ہے۔ اور حجب کے سلسلے میں اس کو زندہ سمجھتے ہیں اس لئے وہ اپنے محبوب کے حق میں وارث ہے۔ کہ اگر اس کا موجودہ حاجب نہ ہوتا تو یہ خود حاجب ہوتا۔

[illegible]

باب مخارج الفروض

اعلم ان الفروض المذكورة في كتاب الله تعالى نوعان الاول النصف والرابع والثلث والثلثان والثلث والسدس على التضعيف والتنصيف فاذا جاء في المسائل من هذه الفروض احاد احاد فمخرج كل فرض سمي به الا النصف وهو من اثنين كالربع من اربعة والثلث من ثمانية والثلث من ثلثة واذا جاء مثلي او ثلث وهما من نوع واحد فكل عدد يكون مخرجاً لجزء فذلك العدد ايضاً يكون مخرجاً لضعف ذلك الجزء ولضعف ضعفه كالسنة هي مخرج للسدس ولضعفه ولضعف ضعفه واذا اختلط النصف من الاول بكل الثاني او ببعضه فهو من ستة واذا اختلط الربع بكل او ببعضه فهو من اثني عشر واذا اختلط الثلث بكل الثاني او ببعضه فهو من اربعة وعشرين ۛ

ترجمہ

” کتاب اللہ میں مذکورہ فروض دو قسم کے ہیں پہلی قسم نصف، ربع اور ثمن اور دوسری قسم ثلثان، ثلث اور سدس ہے ان کو تضعیف اور تنصیف دونوں طریقوں سے ذکر کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جب مسائل میں ان فروض میں سے کوئی اکیلا اکیلا آئے تو ہر فرض کا مخرج اس کا ہم نام عدد ہوگا سوائے نصف کے کہ اس کا مخرج 2 ہوگا۔ مثلاً ربع (1/4) کا مخرج اربعہ (4)، ثمن (1/8) کا ثمانية (8) اور ثلث (1/3) کا ثلاثہ (3) ہوگا۔ اور جب دو یا تین فروض آجائیں اور وہ دونوں ایک ہی نوع سے متعلق ہوں تو ہر وہ عدد جو کسی ایک جزء کا مخرج ہو وہی اس جزء کے دگنے اور دگنے کے دگنے کا مخرج ہوگا مثلاً 6 کہ یہ سدس (1/6) کا عدد ہے اور اس (سدس یعنی 1/6) کے دگنے (ثلث یعنی 1/3) اور دگنے کے دگنے (ثلثان 2/3) کا بھی مخرج ہے۔ اور جب پہلی نوع کا نصف دوسری نوع کے تمام یا بعض کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ 6 سے بنے گا اور جب ربع (1/4) نوع ثانی کے تمام یا بعض کے

ساتھ مل جائے تو مسئلہ 12 سے بنے گا اور جب ثمن (1/8) نوع ثانی کے تمام یا بعض کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ 24 سے بنے گا“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿باب مخارج الفروض﴾

مخرج کی تعریف

مخرج، مخرج کی جمع ہے۔ مخرج کا معنی ”نکلنے کی جگہ“ اصطلاح اہل فرائض میں اس عدد کو کہتے ہیں جس سے کوئی کس صحیح نکل سکے۔ چونکہ سب فروض کسور ہیں اس لئے ان کے مخارج بھی کسور کے مخارج ہیں۔ جب تک مخرج نکالنے کا قاعدہ معلوم نہ ہو تقسیم وراثت ایک انتہائی مشکل ترین امر ہے۔ اس لئے تقسیم وراثت کے قوانین سے قبل مخرج نکالنے کا ضابطہ بیان کیا جا رہا ہے۔

کتاب اللہ میں جن فروض (حصص) کا ذکر کیا گیا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔

پہلی نوع:..... نصف (1/2)، ربع (1/4)، ثمن (1/8)

دوسری نوع:..... ثلثان (2/3)، ثلث (1/3)، سدس (1/6)

قوله علی التضعیف والتنصیف الخ

نوٹ: یہاں پر بھی مصنف نے تضعیف و تنصیف کہا ہے اس کی وضاحت پیچھے

”باب معرفة الفروض ومستحقیها“ میں گزر چکی ہے۔

قوله فاذا جاء في المسائل الخ

﴿مخرج نکالنے کے قواعد﴾

قاعدہ نمبر 1۔

جب کسی مسئلہ میں ان فروض میں سے ایک ایک آئے تو اس فرض کا مخرج اس کا ہنام عدد ہوگا۔ مثلاً اگر مسئلہ میں صرف ”ربع“ ہو، تو مسئلہ ”اربعہ“ (4) سے بنے گا۔ جیسا کہ کسی نے شوہر اور بیٹا چھوڑا ہو تو چونکہ ذی فرض صرف شوہر ہے اور اس کا حصہ ربع ہے تو مسئلہ 4 سے بنے گا۔

مسئلہ 4	
شوہر	بیٹا
ربع	ماقی
1.	3

اور اگر مسئلہ میں صرف ثمن (1/8) پایا جائے تو اس کے ہنام عدد ثمانیہ (8) سے مسئلہ بنے گا جیسا کہ کسی نے بیوی اور بیٹا چھوڑے ہوں۔ تو بیوی کا اس صورت میں ثمن ہے اس لئے مسئلہ 8 سے بنا کر ایک حصہ بیوی کو دیں گے اور باقی 7 بیٹے کو۔

مسئلہ 8	
بیوی	بیٹا
ثمن	ماقی
1	7

اور اگر مسئلہ میں صرف ”ثلثان“ یا صرف ”ثلث“ پایا جائے تو مسئلہ اس کے ہنام مخرج ”ملاشہ“ سے بنے گا۔ جیسا کہ کسی نے دو بیٹیاں اور ایک چچا چھوڑے ہوں تو دو بیٹیوں کا اس صورت میں ”ثلثان“ ہوتا ہے اس لئے اس کے ہنام ”ملاشہ“ ہے مسئلہ بنائیں گے۔ اس میں سے دو حصے دو بیٹیوں کو دیں گے اور باقی ماندہ ایک، چچا کو۔

مسئلہ 3	
میت	
چچا	2 بیٹیاں
باقی	مٹان
1	2

اور اگر مسئلہ میں صرف ”مٹ“ آئے تب بھی مسئلہ اس کے ہمنام عدد ”مٹا“ سے مسئلہ بنائیں گے۔ جیسا کہ کسی نے ماں اور باپ چھوڑے ہوں تو اس صورت میں ماں کا چونکہ مٹٹ ہوا کرتا ہے اس لئے مسئلہ 3 سے بنائیں گے جس میں سے ماں کو ایک اور باقی باپ کو دیا جائے گا۔

مسئلہ 3	
میت	
باپ	ماں
باقی	مٹٹ
2	1

اور اگر مسئلہ میں صرف ”سدس“ آئے تو مسئلہ اس کے ہم نام عدد ”ستہ“ (یعنی 6) سے بنائیں گے۔ جیسا کہ کسی نے باپ اور بیٹا چھوڑے ہوں۔ اس صورت میں باپ کا فرضی حصہ ”سدس“ ہوتا ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے جس میں سے ایک حصہ باپ کو اور باقی 5 بیٹے کو دیں گے۔

مسئلہ 6	
میت	
بیٹا	باپ
باقی	سدس
5	1

ان مذکورہ مسئلہ سے یہ قاعدہ اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جب کسی مسئلہ میں فروض میں سے کوئی بھی تنہا پایا جائے تو اسی کسر کے ہمنام عدد سے مسئلہ بناتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات یاد رہے کہ نصف کا ہمنام کوئی عدد نہیں ہے۔ اس لئے کسی مسئلہ میں اگر نصف

”نصف“ پایا جائے تو مسئلہ دو سے بنائیں گے۔ جیسا کہ کسی نے شوہر اور چچا چھوڑے ہوں تو شوہر کا اس صورت میں نصف ہوتا ہے اسلئے مسئلہ 2 سے بنا کر ایک حصہ شوہر کو اور باقی چچا کو دیں گے۔ جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے واضح ہے۔

مسئلہ 2	
شوہر	چچا
نصف	باقی
1	1

قاعدہ نمبر 2۔

اگر مسئلہ میں دو یا دو سے زیادہ فروض آجائیں تو پھر دیکھیں گے کہ وہ سب فروض ایک ہی نوع سے تعلق رکھتے ہیں یا مختلف انواع سے۔ اگر ایک نوع سے تعلق رکھتے ہوں تو ان میں سے سب سے چھوٹے فرض کے مخرج سے مسئلہ بنائیں گے۔ کیونکہ جو مخرج چھوٹے فرض کا ہوگا اسی سے بڑا اور بڑے سے بڑا تقسیم ہو جائے گا یعنی اگر کسی مسئلہ میں نصف، ربح اور ثمن جمع ہو رہے ہوں تو ان میں سب سے چھوٹا ثمن ہے اور اس کا مخرج 8 ہے۔ اس لئے اگر مسئلہ 8 سے بنالیا جائے تو اسی سے ربح بھی نکل آئے گا اور نصف بھی، کیونکہ 8 کا ربح 2 اور نصف 4 ہے اور یہ دونوں عدد 8 میں بلا کسر موجود ہیں۔

اب مذکورہ بالا قاعدہ کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ مسئلہ میں ”نصف اور ربح“ جمع ہونے کی مثال۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، بیٹی اور چچا چھوڑے ہوں۔ اس صورت میں شوہر کا ربح اور ایک بیٹی کا نصف ہے۔ ان دونوں میں چھوٹا ربح ہے اس لئے اسی کے مخرج (اربعة) سے مسئلہ بنے گا۔ جس میں سے شوہر کو 1 اور بیٹی کو 2 اور باقی (1) چچا کو

مسئلہ 4		
شور	بیٹی	چچا
ربع	نصف	ماہی
1	2	1

2۔ مسئلہ میں ”نصف اور ثمن“ جمع ہونے کی مثال۔

جیسا کہ کسی نے بیوی، بیٹی اور چچا وارث چھوڑے ہوں۔ تو اس صورت میں بیوی کا ثمن، بیٹی کا نصف اور چچا کا ماہی ہوگا۔ یہاں پر ایک ہی نوع کے دو فرض ”نصف اور ثمن“ جمع ہو رہے ہیں اور ان میں سے چھوٹا ”ثمن“ ہے اس لئے اسی کے خرچ سے مسئلہ بنائیں گے اور اسی سے نصف بھی نکل آئے گا۔ چنانچہ 8 سے مسئلہ بنا کر 1 سہم بیوی کو، 4 سہم بیٹی کو اور باقی ماندہ 3 سہم چچا کو دیں گے۔

مسئلہ 8		
بیوی	بیٹی	چچا
ثمن	نصف	ماہی
1	4	3

نوٹ:

”ربع“ اور ”ثمن“ جمع نہیں ہو سکتے، کیونکہ ”ثمن“ بیوی کا ہوا کرتا ہے تو یقیناً اس وقت شوہر فوت ہوا ہوگا اور ”ربع“ یا بیوی کا ہوتا ہے یا شوہر کا۔ تو جب بیوی ثمن کی حقدار ہوگی تو ربع کی نہیں ہوگی۔ کیونکہ یا تو میت کی اولاد ہوگی یا نہیں ہوگی۔ جب وہ ”ثمن“ کی حقدار ہوئی ہے تو اس کا مطلب لازمی طور پر یہی ہے کہ میت کی اولاد ہے۔ پس جب اولاد ہے تو وہ کسی طور بھی ”ربع“ کی حقدار نہیں ہو سکتی۔ اور ربع کا دوسرا حقدار شوہر ہوا کرتا ہے وہ فوت ہو چکا ہے۔ اس لئے ”ربع“ کے جو دو احتمالات تھے وہ دونوں ہی منقش ہو گئے۔

3۔ ”سہم اور ملک“ جمع ہونے کی مثال:

جیسا کہ کسی نے ماں اور دو خیاں بیہنیں اور ایک بھائی چھوڑا ہو۔ اس صورت میں

ماں کا سدس اور دواخیانی بہنوں کا ”ثلث“ ہوگا۔ مسئلہ میں ایک نوع کے ”سدس“ اور ”ثلث“ جمع ہو رہے ہیں اور ان دونوں میں سے چھوٹا ”سدس“ ہے۔ اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے۔ جس میں سے ماں کو 1، اور دواخیانی بہنوں کو 2 دیں گے اور بقیہ 3 بطور عصبہ بھائی کو ملیں گے۔

مسئلہ 6		
ماں	2 اخانی بہنیں	بھائی
سدس	ثلث	ماقی
1	2	3

4۔ ”سدس“ اور ”ثلثان“ جمع ہونے کی مثال۔

مثلاً کسی نے ماں، دو حقیقی بہنیں اور چچا چھوڑا ہو۔ ایسی صورت میں ماں کا سدس، دو حقیقی بہنوں کا ثلثان اور چچا کا ماقی بطور عصبہ۔ اس مسئلہ میں ایک نوع کے سدس اور ثلثان جمع ہوئے۔ ان میں سے ”سدس“ چھوٹا ہے اس لئے اس کے مخرج (6) سے مسئلہ بنے گا۔ جس میں سے ماں کو 1، دو حقیقی بہنوں کو 4 اور ماقی 1 چچا کو۔

مسئلہ 6		
ماں	2 حقیقی بہنیں	چچا
سدس	ثلثان	ماقی
1	4	1

5۔ ”ثلث“ اور ”ثلثان“ جمع ہونے کی مثال۔

مثلاً کسی نے دو یعنی بہنیں اور دواخیانی بہنیں چھوڑی ہوں۔ اس صورت میں دو یعنی بہنوں کا ثلثان اور دواخیانی بہنوں کا ثلث ہوگا۔ مسئلہ میں ”ثلثان“ اور ”ثلث“ جمع ہو رہے ہیں۔ ان میں سے چھوٹا ”ثلث“ ہے اس لئے اس کے مخرج (3) سے مسئلہ بنایا، جس میں سے دو یعنی بہنوں کو 4 اور دواخیانی بہنوں کو 2 سهام ملیں گے۔

مسئلہ 6	
2 عینی بہنیں	2 اخپانی بہنیں
ثلثان	ثلث
4	2

6۔ "سدس، ثلث اور ثلثان" جمع ہونے کی مثال۔

جیسا کہ کسی نے ماں، دو حقیقی بہنیں اور دو اخپانی بہنیں چھوڑی ہوں، ایسی صورت میں ماں کا سدس، دو حقیقی بہنوں کا ثلثان اور دو اخپانی بہنوں کا ثلث ہے اس مسئلہ میں ایک ہی نوع کے تمام فروض جمع ہو رہے ہیں۔ اور ان میں سب سے چھوٹا "سدس" ہے اس لئے مسئلہ اس کے مخرج (6) بنایا گیا۔ جس میں سے ماں کو 1، دو حقیقی بہنوں کو 4 اور دو اخپانی بہنوں کو 2 دیں گے اس طرح مسئلہ میں عول ہو جائے گا 7 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 7		
ماں	2 عینی بہنیں	2 اخپانی بہنیں
سدس	ثلثان	ثلث
1	4	2

(فائدہ)

جب مسئلہ میں ایک سے زیادہ فروض جمع ہو جائیں اور وہ سب ایک ہی نوع سے تعلق رکھنے والے نہ ہوں بلکہ بعض کا تعلق پہلی نوع کے ساتھ ہو اور بعض کا دوسری کے ساتھ تو پھر اس میں درج ذیل تفصیل ہے۔

- (۱) پہلی نوع کا نصف دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہوگا۔
- (۲) پہلی نوع کا ربع دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہوگا۔
- (۳) پہلی نوع کا ثمن دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہوگا۔

قوله واذا اختلط النصف الخ

قاعدہ نمبر 3

پہلی نوع کا "نصف" دوسری نوع کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہو رہا ہو۔
تو مسئلہ 6 سے بنائیں گے۔

نصف، تمام نوع ثانی کے ساتھ جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، ماں، دو عینی بہنیں اور دو اخپانی بہنیں چھوڑی ہوں۔ تو اس صورت میں شوہر کا نصف، ماں کا سدس، دو عینی بہنوں کا ثلثان اور دو اخپانی بہنوں کا ثلث ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے تمام فروض کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ مسئلہ 6 سے بنایا جس میں سے 3 سہام شوہر کو، 1 سہم ماں کو، 4 سہام دو عینی بہنوں کو اور 2 سہام دو اخپانی بہنوں کو دیں گے اس طرح $(3+1+4+2=10)$ عول ہو گیا 10 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 10			
شوہر	ماں	2 عینی بہنیں	2 اخپانی بہنیں
نصف	سدس	ثلثان	ثلث
3	1	4	2

نصف اور ثلث جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر اور دو اخپانی بہنیں چھوڑی ہوں تو اس صورت میں شوہر کا نصف اور دو اخپانی بہنوں کا ثلث ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے ثلث کے ساتھ جمع ہو رہا ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنا کر 3 سہام شوہر کو اور 2 سہام اخپانی بہنوں کو دیئے۔

مسئلہ 6	
شوہر	2 اخیاں بہنیں
نصف	ثلث
3	$3 = 1 + 2$

نصف اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر اور دو عینی بہنیں چھوڑی ہوں تو شوہر کا نصف اور 2 عینی بہنوں کا ثلثان ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے ”ثلثان“ کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قانون کے مطابق 6 سے مسئلہ بنائیں گے جن میں سے 3 سهام شوہر کو اور 4 سهام دو عینی بہنوں کو دیں گے اس طرح $(4 = 3 + 1)$ مول ہو جائے گا 7 کی طرف۔

مسئلہ 6 مول 7	
شوہر	2 عینی بہنیں
نصف	ثلثان
3	4

نصف اور سدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ماں اور بیٹی چھوڑی ہو کہ اس صورت میں بیٹی کا نصف اور ماں کا سدس ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف جمع ہو رہا ہے نوع ثانی کے سدس کے ساتھ۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنائیں گے جس میں سے بیٹی کو 3 اور ماں کو 1 دیں گے۔ باقی جو بچیں گے وہ بھی انہیں کو رد کے طور پر ملیں گے۔

مسئلہ 6 رد 2 تصحیح 4	
بیٹی	ماں
نصف	سدس
3	1

نصف، ٹکٹ اور ٹلٹان جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، 2 عینی بہنیں دو اخیانی بہنیں چھوڑی ہوں تو ایسی صورت میں شوہر کا نصف، اخیانی بہنوں کا ٹکٹ اور عینی بہنوں کا ٹلٹان ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے ٹکٹ اور ٹلٹان کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ اب قانون کے مطابق 6 سے مسئلہ بنائیں گے جس میں سے شوہر کو 3 دیں گے، اخیانی بہنوں کو 2 اور عینی بہنوں کو 4۔ اس طرح $(9 = 3 + 2 + 4)$ عول ہو جائے گا 9 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 9		
شوہر	2 اخیانی بہنیں	2 عینی بہنیں
نصف	ٹکٹ	ٹلٹان
3	2	4

نصف، ٹلٹان اور سدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، ماں اور دو عینی بہنیں چھوڑی ہوں، اس صورت میں شوہر کا نصف، ماں کا سدس اور عینی بہنوں کا ٹلٹان ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کے نصف کے ساتھ نوع ثانی کا سدس اور ٹلٹان جمع ہو رہا ہے۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنائیں گے جس میں سے 3 سهام شوہر کو، 1 سهام ماں کو اور 4 سهام عینی بہنوں کو دیں گے۔ اس طرح $(8 = 3 + 1 + 4)$ عول ہو جائے گا 8 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 8		
شوہر	ماں	2 عینی بہنیں
نصف	سدس	ٹلٹان
3	1	4

نصف، ٹکٹ اور سدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، 2 اخیانی بہنیں اور ماں چھوڑی ہوں۔ شوہر کا نصف، اخیانی

بہنوں کا ٹکٹ اور ماں کا سدس ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے ٹکٹ اور سدس کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنایا جس میں سے شوہر کو 3 سہام، ماں کو 1 اور اخیانی بہنوں کو 2 سہام ملیں گے۔

مسئلہ 6		
شوہر	ماں	دو اخیانی بہنیں
نصف	سدس	ٹکٹ
3	1	2

قوله واذا اختلط الربع الخ

قاعدہ نمبر 4

پہلی نوع کا ”ربع“ دوسری نوع کے تمام یا بعض کے ساتھ جمع ہو تو مسئلہ 12 سے بناتے ہیں۔

ربع اور نوع ثانی کے تمام فروض جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے بیوی، ماں، دو یعنی بہنیں اور دو اخیانی بہنیں چھوڑی ہوں۔ اس صورت میں بیوی کا ربع، ماں کا سدس، یعنی بہنوں کا ٹکٹان اور اخیانی بہنوں کا ٹکٹ ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے سدس، ٹکٹ اور ٹکٹان کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنائیں گے 3 سہام بیوی کو، 2 ماں کو، 8 یعنی بہنوں کو اور 4 اخیانی بہنوں کو دیں گے اس طرح $(12 = 4 + 8 + 2 + 3)$ عول ہو جائے گا 17 کی طرف۔

مسئلہ 12 عول 17			
بیوی	ماں	2 یعنی بہنیں	2 اخیانی بہنیں
ربع	سدس	ٹکٹان	ٹکٹ
3	2	8	4

ربع اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے شوہر اور دو بیٹیاں چھوڑی ہوں۔ اس صورت میں شوہر کا ربع اور دو بیٹیوں کا ثلثان ہے، دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قاعدہ کے مطابق مسئلہ 12 سے بنائیں گے جس میں سے شوہر کو 3 اور دو بیٹیوں کو 8 دیں گے۔ باقی جو ایک بچے کا وہ رد کے طور پر دوبارہ بیٹیوں کو دیا جائے گا۔

مسئلہ 12	
شوہر	2 بیٹیاں
ربع	ثلثان
3	$9 = 1 + 8$

ربع اور ثلث جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی اور ماں چھوڑی ہو۔ بیوی کا ربع اور ماں کا ثلث ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے "ثلث" کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قاعدہ کے مطابق مسئلہ 12 سے بنایا جس میں سے بیوی کو 3 اور ماں کو 4 دیئے اس کے بعد باقی ماندہ "ماں" کو دوبارہ دیئے جائیں گے۔

مسئلہ 12	
بیوی	ماں
ربع	ثلث
3	$9 = 6 + 3$

ربع اور سدس جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی اور ایک اختیانی بہن چھوڑی ہو۔ تو بیوی کا "ربع" اور اختیانی بہن کا "سدس" ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے "سدس" کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنائیں گے جس میں سے بیوی کو

3 اور اخیانی بہن کو 2 سہام دیں گے۔ اور جو باقی بچے گا اس میں رو کے قوانین کے مطابق عمل کریں گے۔

مسئلہ 12 رد	
بیوی	1 اخیانی بہن
ربع	سدس
1	ذی فرض و بالرد 3

ربع، ثلثان اور سدس جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی، ماں اور دو عینی بہنیں چھوڑی ہوں۔ بیوی کا ربع، ماں کا "سدس" اور دو عینی بہنوں کا "ثلثان" ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کے ربع کے ساتھ نوع ثانی کا "ثلثان" اور "سدس" جمع ہو رہے ہیں، تو قانون کے مطابق 12 سے مسئلہ بنا کر اس میں سے بیوی کو 3، ماں کو 2 اور عینی بہنوں کو 8 سہام دیں گے۔ اس طرح $(13 = 8 + 2 + 3)$ عول ہو جائے گا 13 کی طرف۔

مسئلہ 12 عول 13		
بیوی	ماں	2 عینی بہنیں
ربع	سدس	ثلثان
3	2	8

ربع، ثلث اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی، دو عینی بہنیں اور دو اخیانی بہنیں چھوڑی ہوں۔ بیوی کا ربع، عینی بہنوں کا "ثلثان" اور اخیانی بہنوں کا "ثلث" ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے "ثلثان" اور "ثلث" کے ساتھ جمع ہو رہا ہے تو قانون کے مطابق 12 سے مسئلہ بنا کر اس میں سے بیوی کو 3، عینی بہنوں کو 8 اور اخیانی بہنوں کو 4 سہام دیں گے اس طرح $(15 = 3 + 8 + 4)$ عول ہو جائے گا 15 کی طرف۔

مسئلہ 12 عول 15

بیوی	2 یعنی بہنیں	2 اخیاں بہنیں
ربع	ثلثان	ثلث
3	8	4

ربع، ثلث اور سدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے بیوی، ماں اور دو اخیاں بہنیں چھوڑی ہوں۔ اس میں بیوی کا ربع، ماں کا "سدس" اور اخیاں بہنوں کا "ثلث" ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے "ثلث" اور "سدس" کے ساتھ جمع ہو رہا ہے چنانچہ قانون کے مطابق 12 سے مسئلہ بنا کر اس میں سے بیوی کو 3، ماں کو 2 اور اخیاں بہنوں کو 2 دیئے۔

مسئلہ 12 رد 3

بیوی	ماں	2 اخیاں بہنیں
ربع	سدس	ثلث
3	$3 = 1 + 2$	$6 = 2 + 4$

وإذا اختلط الثمن الخ

قاعدہ نمبر 5

نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہو یا ہو تو مسئلہ 24 سے بنائیں گے۔

نوع اول کے "ثمن" کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ جمع ہونا احناف کے نزدیک متصور نہیں ہے البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک محروم شخص دوسرے کے لئے حجب نقصان کا باعث بن سکتا ہے مثلاً میت نے اپنا بیٹا کافریا قاتل چھوڑا اور ساتھ بیوی، ماں، دو حقیقی بہنیں اور دو اخیاں بہنیں چھوڑیں تو اس صورت میں محروم بیٹا زوجہ کے لئے حاجب ہو گا چنانچہ بیوی کو بجائے "ربع" کے "ثمن" ملے

گا اور ماں کا سدس، یعنی بہنوں کا ثلثان اور اخیانی بہنوں کا ثلث۔

دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے تمام فروض کے ساتھ جمع ہو گیا۔ لیکن احناف کے نزدیک ثمن، نوع ثانی کے جمیع فروض کے ساتھ کسی طور بھی جمع نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارے نزدیک محروم عن المیراثہ دوسرے کے لئے حاجب نہیں ہو سکتا۔ تو جب بیٹا کا فریا قاتل ہے تو وہ بیوی کے لئے ربح سے ثمن کی طرف حاجب نہیں ہو سکے گا اور اگر بیٹا مسلمان فرض کریں تو بیوی کو اگرچہ ثمن مل جائے گا لیکن اس صورت میں ثلث والا کوئی نہیں رہتا کیونکہ بیٹے کے ہوتے ہوئے ماں کو بھی سدس ملتا ہے اور بہن بھائی تو ویسے ہی اس کے ہوتے ہوئے محروم ہوتے ہیں اور اگر بیوی کا ثمن رکھنے کے لئے ایک بیٹی فرض کریں تو اب بیوی کا ثمن ہو جائے گا، ماں کے لئے سدس بھی ہو جائے گا لیکن ثلثان نہیں پایا جائے گا۔

اور اگر ثلثان اور ثمن دونوں متحقق کرنے کے لئے دو بیٹیاں فرض کریں تو بیوی کو ثمن، بیٹیوں کو ثلثان اور ماں کو سدس تو مل جائے گا، لیکن ثلث پانے والا کوئی نہ رہا کیونکہ اولاد کے ہوتے ہوئے ماں کو سدس پاتی ہے اور اخیانی بہن بھائی ویسے ہی محروم ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ نوع اول کے ثمن کا نوع ثانی کے جمیع فروض کے ساتھ جمع ہونا ہمارے نزدیک متصور نہیں ہے۔

نوع اول کا ”ثمن“ جب نوع ثانی کے بعض کے ساتھ جمع ہو رہا ہو تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

(1) نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے ثلثان اور سدس کے ساتھ جمع ہو رہا ہو۔ جیسا کہ کسی نے بیوی، ماں، دو بیٹیاں اور بھائی چھوڑے۔ اس کا مسئلہ قانون کے مطابق 24 سے بنایا جائے گا جس میں سے بیوی کو 3، ماں کو 4، دو بیٹیوں کو 16 اور بھائیوں کو 1 ملے گا۔

مسئلہ 24

بیوی	ماں	2 بیٹیاں	بھائی
شمن	سدر	ثلثان	ماقی
3	4	16	1

نوع اول کا شمن، نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہو، جیسا کہ کسی نے بیوی 2 بیٹیاں اور چچا چھوڑے ہوں۔ بیوی کا شمن، دو بیٹیوں کا ثلثان اور چچوں کا مابقی ہے۔ دیکھئے یہاں پر نوع اول کا شمن، نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بنایا جس میں سے بیوی کو 3، دو بیٹیوں کو 16 اور ماقی 5 چچوں کو دیئے۔

مسئلہ 24

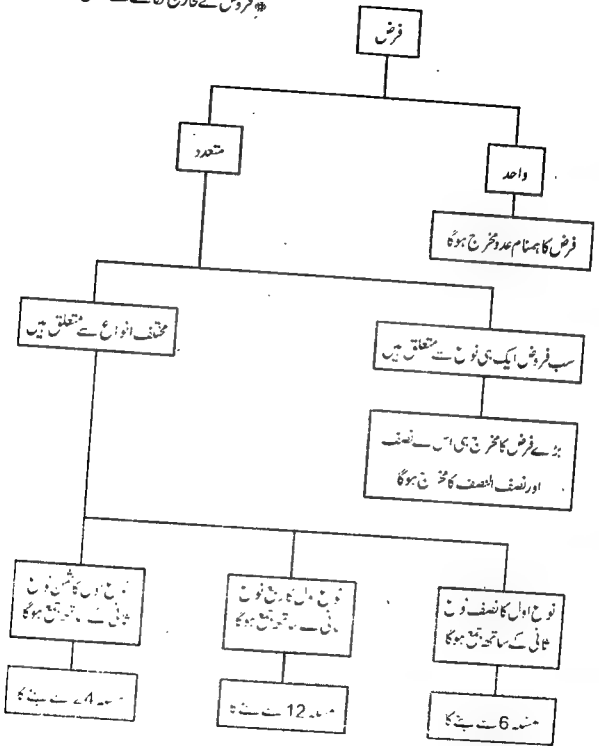
بیوی	2 بیٹیاں	1 چچا
شمن	ثلثان	ماقی
3	16	5

نوع اول کا شمن، نوع ثانی کے سدر کے ساتھ جمع ہو رہا ہو، جیسا کہ کسی نے بیوی ماں، اور بیٹا چھوڑے۔ بیوی کا شمن، ماں کا سدر، اور مابقی بیٹے کا ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا شمن، نوع ثانی کے سدر کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بنائیں گے جس میں سے بیوی کو 3، ماں کو 4 اور بیٹے کو 17 ملیں گے۔

مسئلہ 24

بیوی	ماں	بیٹا
شمن	سدر	ماقی
3	4	17

فروض کے مخارج نکالنے کے متعلق نقشہ :



باب العول

العول ان يزداد على المخرج شيء من اجزائه اذا ضاق عن فرض اعلم ان مجموع المخارج سبعة اربعة منها لاتعول وهي الاثنان والثلاثة والاربعة والثمانية وثلاثة منها قد تعول اما الستة فانها تعول الى عشرة وترا وشفعا واما اثنا عشر فهي تعول الى سبعة عشر وترا لاشفعا واما اربعة وعشرون فانها تعول الى سبعة وعشرين عولا واحدا كما في المسألة المنبرية وهي امرأة وبنتان وابوان ولا يزداد على هذا الا عند ابن مسعود رضي الله تعالى عنه فان عنده تعول الى احد وثلاثين

ترجمہ

”عول یہ ہے کہ جب مخرج فرض سے تنگ ہو جائے تو اس کے اجزاء میں سے بعض اجزاء کا اضافہ کر کے مخرج کو بڑا کریم۔ جان لیجئے کہ کل مخارج 7 ہیں جن میں سے چار مخارج (2,3,4,8) میں عول نہیں ہوتا اور بقیہ تین مخارج (6,12,24) میں کبھی کبھی عول ہوتا ہے چنانچہ 6 کا عدد 12 تک طاق اور جفت اعداد میں عول کرتا ہے، 12 کا عدد 17 تک صرف طاق اعداد میں عول کرتا ہے جفت میں نہیں کرتا اور 24 کا عدد صرف ایک ہی عول کرتا ہے اور وہ بھی صرف 27 تک۔ جیسا کہ مسئلہ نمبر یہ میں ہے اور وہ ایک بیوی، دو بیٹیاں، ماں اور باپ ہیں۔ اس عدد کا عول اس سے آگے نہیں بڑھتا البتہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس عدد کا عول 31 تک ہوتا ہے“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ العول ان یزاد الخ

عول کی تعریف

عول کا لغوی معنی رفع ”بلندی“ ہے اور اہل فرائض کی اصطلاح میں جب مخرج تنگ ہو جائے اور اصحاب فرائض کے حصص پورے نہ نکل رہے ہوں بلکہ حصص زیادہ ہوں اور وہ مخرج سے بڑھ جائیں تو مخرج کو کچھ بڑھا دینے کا نام عول ہے۔

کل مخارج سات ہیں ”۲۳، ۱۲، ۶، ۳، ۸، ۴، ۲“

ان میں سے پہلے چار ایسے ہیں جن میں عول ہوتا ہی نہیں، اور بقیہ تین (۲۳، ۱۲، ۶) میں کبھی عول ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ صرف تین مخارج (۲۳، ۱۲، ۶) میں عول ہوتا ہے اور وہ بھی کبھی کبھی۔ تینوں مخارج میں عول کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قولہ اما الستة فانها تعول الخ

”6“ کا عول

6 کا عدد 10 تک ”عول“ کرتا ہے۔ جفت میں بھی اور طاق میں بھی، یعنی کہ اس کا عول 10, 9, 8, 7 میں ہوتا ہے۔

(1)

”6“ کا ”7“ کی طرف عول

یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کے ساتھ اس کا اپنا سدس (16/) شامل ہو۔ عول کی یہ صورت حال مختلف طریقوں سے پائی جاسکتی ہے۔

(i) جب مسئلہ میں نصف اور ثلثان جمع ہو جائیں۔

جیسا کہ کسی نے شوہر اور دو حقیقی بہنیں چھوڑی ہوں۔

اس صورت کا مسئلہ 6 سے بنے گا۔ اس میں سے شوہر کے لئے 3 اور دو بیٹی بہنوں کے لئے 4۔ اس طرح مسئلہ ”7“ کی طرف عول کر جائے گا۔ چنانچہ کل مال کو 7 حصوں

میں تقسیم کر کے شوہر کو 3 اور دونوں عینی بہنوں کو 4 حصے دے جائیں گے۔

مسئلہ 6 عول 7

بیات	
زوج	2 عینی بہنیں
نصف	ثلثان
3	4

(ii) جب مسئلہ میں دو نصف اور ایک سدس جمع ہو جائیں۔

جیسا کہ کسی نے زوج، ایک عینی بہن اور ایک اخیانی یا علاقائی بہن چھوڑی ہو۔ اس کا مسئلہ بھی 6 سے بنے گا۔ اس میں سے 3 شوہر کو، 3 عینی بہن کو اور 1 اخیانی یا علاقائی بہن کو دیئے جائیں گے۔ اس طرح $(3+3+1=7)$ سات کی طرف عول ہو جائے گا۔

مسئلہ 6 عول 7

شوہر	عینی بہن	اخانی بہن
نصف	نصف	سدس
3	3	1

(iii) مسئلہ میں ثلثان، ثلث اور سدس جمع ہو جائیں۔

جیسا کہ کسی نے ایک حقیقی بہن، ایک علاقائی بہن، دو اخیانی بہنیں اور ایک دادی چھوڑی ہو۔ اصل مسئلہ 6 سے بنے گا۔ کیونکہ نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے بعض کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ لہذا 6 سے مسئلہ بنایا، اس میں سے 3 حقیقی بہن کے لئے، 1 علاقائی بہن کے لئے تکملة للثلثین (ثلاثین مکمل کرنے کے لئے) 1 دادی کے لئے، 2 اخیانی بہنوں کے لئے۔ یوں $7=3+1+1+2$ عول ہو گیا "7" کی طرف۔ اب تقسیم 6 سے نہیں کریں گے بلکہ 7 سے کریں گے۔ یعنی کہ کل مال کے سات حصے بنائے جائیں گے۔ جن میں سے حقیقی بہن کو 3، اخیانی بہنوں کو 2، 1 دادی کو اور 1 علاقائی بہن کو۔ یوں ساتوں حصے تقسیم ہو جائیں گے۔

مسئلہ 6 عول 7			
عینی بہن	علاقہ بہن	2 اخیاہی بہنیں	دادی
نصف	سدس	ثلث	سدس
3	1	2	1

(2)

”6“ کا ”8“ کی طرف عول

یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ اس کے ساتھ اس کا اپنا ”ثلث“ ہو۔
اس کی بھی مختلف صورتیں ہوں گی۔ مثلاً

(i)..... مسئلہ میں دو نصف اور ایک ثلث جمع ہو جائے۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، حقیقی بہن، اور ماں چھوڑی ہو۔ ایسی صورت میں مسئلہ 6 سے بنے گا۔ جس میں سے 3 شوہر کے لئے، 3 بہن کے لئے اور 2 ماں کے لئے ہونگے۔
”طرح ($3+3+2=8$ عول) ہو گیا ”8“ کی طرف۔ چنانچہ اب ان ورثاء میں اصل مسئلہ یعنی 6 کی بجائے ”8“ سے تقسیم ہوگی۔

مسئلہ 6 عول 8		
شوہر	عینی بہن	ماں
نصف	نصف	ثلث
3	3	2

(ii)..... جب مسئلہ میں نصف، ثلثان اور سدس جمع ہو جائیں۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، دو عینی بہنیں، اور ماں چھوڑی ہو۔ تو اصل مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے 3 حصے شوہر کے لئے، 4 حصے دو عینی بہنوں کے لئے اور 1 حصہ ماں کے لئے ہوگا، اس طرح ($3+4+1=8$) آٹھ کی طرف عول ہو جائے گا۔ اور تمام ورثاء میں تقسیم 8 سے ہوگی۔

مسئلہ 6 عول 8

شوہر	دو یعنی بہنیں	یت
نصف	ثلثان	سدر
3	4	1

نوٹ

سب سے پہلے جس مسئلہ میں عول کیا گیا وہ یہی مسئلہ تھا۔

یہ مسئلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ آپ نے اکابر صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ایک مسئلہ میں سہام 6 اور ذو سہام 8 ہیں۔ اس میں غور و خوض کر کے کوئی مناسب حل نکالا جائے؟ اور اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ یہ 6 سہام، 8 اصحاب فرائض میں کیسے تقسیم کیے جائیں؟

جناب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ

اگر 6 سہام سے حصص پورے نہیں ہو پارہے تو تمام سہام میں تھوڑی تھوڑی کمی کر کے سہام میں اصحاب فرائض کی تعداد کے مطابق اضافہ کر لیا جائے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں بجائے 6 کے، 8 سے تقسیم کی جائے۔ اس طرح تمام میں پورے پورے سہام تقسیم ہو جائیں گے۔ اس مشورے کو تمام صحابہ کرام نے اتفاق رائے سے منظور کر لیا، چنانچہ اسی کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے 6 کا 8 کی طرف عول کر کے اسی کے مطابق وراثت تقسیم کر دی گئی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس کا اس مسئلہ سے اختلاف

جناب سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس فیصلے سے انکار کر دیا اور عول کی مخالفت کی۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپ اس بات سے متفق نہ تھے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں اختلاف کا اظہار کیوں نہ کیا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ والد محترم کی بیعت سے میں خوف زدہ تھا جس وجہ سے میں ان کی زندگی میں نہ بول سکا۔

اعتراض

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا گیا کہ جب آپ عول کے قائل ہی نہیں ہیں تو جن مسائل میں مخرج تنگ ہو جاتا ہے ان میں آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں؟

جواب

جو وارث آخری درجہ کا ہوتا ہے۔ (جیسا کہ بیٹیاں اور بہنیں) ہم ان کے حصے میں کی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ حصہ مقرر سے غیر مقرر کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دلیل کی وضاحت

دراصل آپ اصحاب فرائض کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ کچھ وہ اصحاب فرائض جن کو صرف مقررہ حصہ ہی ملتا ہے۔ اور کچھ ایسے اصحاب فرائض جن کو حصہ تو ملتا ہے مگر وہ حصہ مقرر نہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مخرج کی تنگی سے متاثر ہوتے ہیں۔

پہلی دلیل

وراثت کے حصص خود رب ذوالجلال نے مقرر فرمائے ہیں اور وہ ایسی ذات ہے جس سے کائنات کے صحراؤں میں موجود ریت کا کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں ہے۔ جو سمندر کے بے کنار پانی میں موجود قطروں کی تعداد جانتا ہے۔ جس کا ہر کام حکمت سے بھرپور ہوتا ہے۔ جو جبل اور خطا سے منزہ ہے۔ ایسی ذات سے یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ کسی کے مال میں دو نصف اور ملٹ ایک ساتھ رکھ دے کیونکہ جب کسی کل سے دو نصف نکال لئے جائیں تو پھر باقی کچھ نہیں بچتا۔ تو وہ ذات کسی کے مال میں ایسے حصے کیونکر مقرر فرما سکتی ہے جو کل مال سے نکل ہی نہ سکتے ہوں۔

دوسری دلیل

وراثت کا یہ قانون ہے کہ جب وراثت کے ساتھ اتنے حقوق متعلق ہو جائیں کہ

مال وراثت سے وہ پورے نہ کئے جاسکتے ہوں تو ایسی صورت میں جو مقدم ہوتا ہے اس کو اختیار کیا جاتا ہے اور مؤخر کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ تجبیز و تکفین اور ادائیگی دیون، کہ اگر مال صرف اتنا ہی ہو جس سے صرف تجبیز و تکفین ہی ہو سکتی ہو یا تجبیز کے بعد قرض خواہوں میں سارا مال تقسیم ہو جائے تو ایسی صورت میں تجبیز و تکفین اور ادائیگی دیون کو ترجیح دی جاتی ہے اور ورثاء کو کچھ نہیں ملتا۔

تیسری دلیل

اصحاب فرائض دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

(i)..... ایسے اصحاب فرائض جن کو دو طرح کے مقرر حصوں میں سے کوئی ایک ملتا ہے۔ یعنی کہ یا تو ان کا ایک مقررہ حصہ ہوگا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوگا تو یہ اس حصہ سے دوسرے مقررہ حصہ کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ نصف ہوتا ہے۔ اور اگر اولاد نہ ہو تو پھر یہ رُبع (1/4) کا مستحق ہوتا ہے۔ اس میں دیکھیں کہ شوہر ”نصف“ سے ”رُبع“ کی طرف منتقل ہوا۔ تو جس سے منتقل ہوا وہ بھی مقررہ ہے اور جس کی طرف منتقل ہوا وہ بھی مقرر ہے۔

(ii)..... ایسے اصحاب فرائض کہ جب یہ اپنے حصہ سے منتقل ہوتے ہیں تو کوئی خاص معین حصہ نہیں پاتے بلکہ غیر معین حصہ پاتے ہیں جیسا کہ بیٹیاں اور بہنیں کہ ان کا حصہ ”ثلثان“ ہوتا ہے لیکن اگر ان کے ساتھ مل کر کوئی ان کو عصبہ بنادے تو اس صورت میں ان کا حصہ معین نہیں رہتا بلکہ اب للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر ان کو حصہ ملتا ہے۔

چونکہ پہلے نمبر کے اصحاب فرائض، دوسرے نمبر والوں سے اقویٰ ہوتے ہیں۔ لہذا جو وارث معین حصہ سے معین کی طرف منتقل ہوا، اس کو مقدم رکھیں گے۔ کیونکہ وہ قبل از انتقال اور بعد از انتقال معین حصے والا یعنی کہ ذی فرض ہی رہا اور جو ”معین“ حصے سے ”غیر معین“ کی طرف منتقل ہوا وہ من وجہ ”ذی فرض“ ہے اور من وجہ ”عصبہ“ ہے۔ لہذا جو من کل الوجوہ ذی فرض ہے وہ مقدم ہوگا اس پر جو من وجہ ذی فرض ہے اور من

وجہ عصبہ ہے، کیونکہ ذی فرض بہر حال عصبہ سے مقدم ہوا ہی کرتا ہے اور جب ذی فرض دو طرح کے ہوں ایک خالص ذی فرض اور دوسرا وہ جس میں خالص فرضیت نہیں ہے بلکہ اس میں عصبوت بھی ہے تو یقیناً جو خالص ذی فرض ہے اسی کو مقدم رکھیں گے لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ جو وارث کمزور ہوگا اس کا حصہ کم کر دیا جائے گا اور باقی تمام ورثاء کو پورا پورا حصہ دیں گے۔

جمہور کی فقہاء کرام کا مذہب اور دلیل

جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اسباب فرائض جتنے بھی ہیں سب کے سب ترکہ میں برابر ہوتے ہیں کیونکہ وہ سب استحقاق میں برابر ہوتے ہیں۔ اور ان سب کا سب استحقاق قرآن کریم کی نص ہے جیسا کہ رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

ولا یوہ لکل واحد منہما السدس

”اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا“ (ترجمہ کنز الایمان)

اور یہ قانون ہے کہ جو لوگ استحقاق کے سبب میں برابر ہوں وہ استحقاق میں بھی برابر ہوتے ہیں۔ لہذا اگر مخرج میں وسعت ہو تو یہ سب اپنا اپنا حصہ لیں گے۔

اور اگر مخرج تنگ ہو جائے تو نقصان سب کو ہوگا کیونکہ سب میں سب برابر ہیں اس بات کو یوں سمجھیں کہ اگر مال کم ہو اور قرض خواہ زیادہ، تو ایسی صورت میں یہ نہیں کرتے کہ بعض کو تو پورا پورا قرضہ دے دیا جائے اور بعض کو بالکل ہی محروم کر دیں یا بعض کو کم محروم کریں اور بعض کو زیادہ، بلکہ سب ان کے اصل حصہ کے تناسب سے جتنا حصہ میں آئے دیتے ہیں۔ یہاں پر غور کریں، جب ماں تمام قرض خواہوں میں پورا نہ ہو۔ کا تو سب کے حصوں میں کمی کر دی۔ اسی طرح ”فرائض“ میں بھی ہوگا کہ جب مخرج تنگ ہو جائے تو ان سب کے حصص میں کمی کر کے کل حصص پر چھٹے جائیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواب

اب رہا مسئلہ یہ کہ جو شخص پر ہے نہ نہیں ہو سکتے وہ اللہ عزوجل نے مقرریت فرمائی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں ان کا ”معین حصہ“ مرا نہیں ہوتا۔ بلکہ

مراد یہ ہوتا ہے کہ اس ترکہ میں ان کا حصہ بھی ہے لیکن جتنا ظاہری نص میں ہے اتنا نہیں بلکہ اس کے تناسب کے مطابق حصہ ہوگا۔ کیونکہ جتنا حصہ ظاہری الفاظ سے سمجھ آیا وہ تو پورا پورا دیا ہی نہیں جاسکتا لہذا اب اس کا ایسا معنی مراد لیں گے جس پر عمل کرنا ممکن ہو اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان کے حصہ کا تناسب بیان کر دیا ہے چنانچہ قرآن کے بیان کردہ تناسب سے ان سب کو حصہ ملے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قیاس کا جواب

یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ تجمیز کو ادائیگی دیون پر مقدم اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ حقوق مترتبہ ہیں۔ یعنی یہ ایسے حقوق ہیں جن میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ جبکہ اصحاب فرائض میں سے کوئی بھی اس طرح مقدم و مؤخر نہیں ہے بلکہ سب استحقاق میں برابر ہیں کیونکہ ان سب کی وجہ استحقاق برابر ہے اور یہ قانون ہے کہ جو افراد وجہ استحقاق میں برابر ہوں وہ استحقاق میں بھی برابر ہوتے ہیں جبکہ تجمیز و اصحاب فرائض میں فرق ہے تو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔

ذی فرض مطلق کو ذی فرض و عصبہ پر تقدیم کے اعتراض کا جواب

فرض سے عصبیت کی طرف انتقال بے ضعف اس صورت میں آسکتا ہے کہ عصبہ ہونا ذی فرض ہونے سے ضعیف سبب ہو جبکہ یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے کیونکہ عصبیت اسباب وراثت میں سب سے مضبوط اور قوی سبب ہے۔ اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب تک کمزور سبب تھا تب تک تو مقدم تھا اور جب اس کے ساتھ اس سے بھی زیادہ قوی حق شامل ہو گیا تو اب یہ دوسببوں کے ہوتے ہوئے کمزور ہو جائے۔

بذا حق وہی ہے جو ہم نے کہا کہ جب مخرج تنگ ہو جائے اور حصص کے اعتبار سے تمام میں سہام تقسیم نہ ہو سکیں تو ایسی صورت میں تمام کے سہام میں کچھ کچھ کمی کر کے سہام میں اتنا اضافہ کر لیا جائے کہ ان تمام اصحاب فرائض پر سہام پورے ہو جائیں۔

سوال

جب عصوبت سب سے قوی سبب ہے تو پھر اصحاب فرائض کو عصبات پر مقدم

کیوں کیا؟

جواب

قیاس تو یہی چاہتا تھا کہ عصبات کو ہی مقدم کریں لیکن ”ذی الفروض“ کے متعلق چونکہ نص آگئی ہے اس لئے ہم نے قیاس کو چھوڑ کر پہلے ”ذی الفروض“ کو حصہ دیا۔ جب نص پر بقدر ضرورت عمل ہو چکا تو اب ہم اپنے قیاس پر لوٹ آئے اور عصبات میں ترکہ تقسیم کر دیا۔

﴿6” کا ”9“ کی طرف عول﴾

9:6 کی طرف عول کرتا ہے (اپنے نصف کے اضافہ کے ساتھ) اس کی بھی مختلف

صورتیں ہیں۔

(i) جب مسئلہ میں نصف، ثلثان، اور ثلث جمع ہو رہے ہوں۔

مثلاً کسی نے شوہر، 2 عینی بہنیں اور 2 اخیانی بہنیں چھوڑیں ہوں، اصل مسئلہ 6 سے بنے گا، جس میں سے 3 سهام شوہر کے لئے، 4 سهام دو حقیقی بہنوں کے لئے اور 2 اخیانی بہنوں کے لئے ہونگے۔ اس طرح $(3+4+2=9)$ کل 9 حصص ہو جائیں گے چنانچہ مسئلہ 9 کی طرف عول کر جائے گا۔

مسئلہ 6 عول 9

شوہر	2 عینی بہنیں	2 اخیانی بہنیں
نصف	ثلثان	ثلث
3	4	2

(ii) جب مسئلہ میں 2 نصف، ثلث اور سب جمع ہو جائیں۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، ایک عینی بہن، دو اخیانی بہنیں اور ماں چھوڑی ہو تو اصل

مسئلہ 6 سے بنے گا شوہر کو 3، ایک یعنی بہن کو 3، دو اخیانی بہنوں کو 2 اور ماں کو 1۔ اس طرح $(9=1+2+3+3)$ کل سہام 9 ہوئے، لہذا اب 6 کی بجائے 9 سہام بنائیں گے اور درج ذیل طریقہ کے مطابق وراثہ میں تقسیم کر دیں گے۔

مسئلہ 6 عول 9

شوہر	1 حقیقی بہن	2 اخیانی بہن	ماں
نصف	نصف	ثلث	سدس
3	3	2	1

﴿6 کا 10 کی طرف عول﴾

”6“ اپنے ثلاثان کے ساتھ مل کر ”10“ کی طرف عول کرتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب مسئلہ میں نصف، 2 ثلث اور سدس جمع ہو جائیں۔ جیسا کہ کسی نے شوہر، 2 حقیقی بہنیں، 2 اخیانی بہنیں اور ماں چھوڑی ہو، تو اصل مسئلہ 6 سے بنے گا، 3 حصے شوہر کے لئے، 4 چار حصے دو حقیقی بہنوں کے لئے اور ایک حصہ ماں کے لئے اور 2 حصے اخیانی بھائیوں کے لئے ہونگے۔ اس طرح کل سہام $(10=1+2+3+4)$ دس ہو جائیں گے، لہذا 6 کی بجائے اب ترکہ درج ذیل صورت کے مطابق 10 سے تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ 6 عول 10

شوہر	2 حقیقی بہنیں	2 اخیانی بھائی	ماں
نصف	ثلثان	ثلث	سدس
3	4	2	1

فولہ و اما اثنا عشر الخ

﴿12 کا عول﴾

12 کا عدد 17 تک عول کرتا ہے لیکن تمام اعداد میں نہیں بلکہ صرف طاق اعداد میں یعنی کہ 13، 15 اور 17 کی طرف۔ یہ عدد 12 اور 14 کی طرف عول نہیں کرتا۔

﴿”12” کا ”13” کی طرف عول﴾

”12” کا عدد ”13” کی طرف عول کرتا ہے چھٹے حصے (۲) کا نصف (۱) بڑھا کر۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کسی مسئلہ میں ربع، ثلثان اور سدس جمع ہو رہے ہوں جیسا کہ کسی نے زوجہ ۲ یعنی بہنیں، اور ایک اخیانی بہن چھوڑی ہو، اس صورت میں چونکہ بیوی کا حصہ ربع، نوع ثانی کے بعض حصص کے ساتھ جمع ہو رہا ہے، اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنے گا، جس میں سے بیوی کو 3، دو حقیقی بہنوں کو 8 اور اخیانی بہن کو 2 حصے ملیں گے اس طرح کل حصص (13 = 3+2+8) ہو جائیں گے اور 13 کی طرف عول ہو جائے گا۔

مسئلہ 12 عول 13		
بیوی	1 اخیانی بہن	2 حقیقی بہنیں
ربع	سدس	ثلثان
3	2	8

﴿”12” کا ”15” کی طرف عول﴾

”12” کا عدد ”15” کی طرف عول کرتا ہے 12 پر اس کے ایک چوتھائی کے اضافہ کے ساتھ۔ اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں۔

(i) جب مسئلہ میں ربع، ثلثان اور ثلث جمع ہو رہے ہوں جیسا کہ کسی نے بیوی، 2 اخیانی بھائی اور 2 حقیقی بہنیں چھوڑی ہوں، ایسی صورت میں اصل مسئلہ 12 سے بنے گا جس میں سے بیوی کے لئے 3، دو اخیانی بھائیوں کے لئے 4 اور دو حقیقی بہنوں کے لئے 8 حصص ہونگے۔ اس طرح کل حصص (15 = 3+4+8) ہونگے جس کی وجہ سے 15 کی طرف عول ہو جائے گا۔

مسئلہ 12 عول 15		
بیوی	2 اخیانی بہنیں	2 حقیقی بہنیں
ربع	ثلث	ثلثان
3	4	8

(ii) جب مسئلہ میں ربع، ثلثان اور 2 سدس جمع ہو جائیں۔ جیسا کہ کسی نے بیوی، دو یعنی بہنیں، ایک اخیانی بہن اور ماں چھوڑی ہو۔ ایسی صورت میں اصل مسئلہ 12 سے بنے گا جس میں سے 3 حصے بیوی کے لئے، 8 حصے دو یعنی بہنوں کے لئے، 2 اخیانی بہن کے لئے اور 2 حصے ماں کے لئے ہونگے، اس طرح کل حصص $(3+2+2+8=15)$ ہو جائیں گے اور "15" کی طرف عول ہوگا۔ اس کی صورت یہ ہوگی۔

مسئلہ 12 عول 15			
بیوی	دو یعنی بہنیں	ایک اخیانی بہن	ماں
ربع	ثلثان	سدس	سدس
3	8	2	2

﴿12﴾ کا "17" کی طرف عول

"12" کا عدد "17" کی طرف عول کرتا ہے (بارہ کے چوتھائی اور اس کے نصف کے اضافہ کے ساتھ)

یہ اس صورت میں ہوگا جبکہ مسئلہ میں ربع، ثلثان، ثلث، ثلث اور سدس جمع ہو جائیں۔ جیسا کہ کسی نے بیوی، ماں، دو حقیقی بہنیں، اور دو اخیانی بہنیں چھوڑی ہوں۔ تو ایسی صورت میں بھی مسئلہ 12 سے بنے گا جس میں سے بیوی کے لئے 3، ماں کے لئے 2، دو اخیانی بہنوں کے لئے 4، دو حقیقی بہنوں کے لئے 8۔ اس طرح کل حصص $(3+2+4+8=15)$ ہو جائیں گے اور "15" پندرہ کی طرف عول ہوگا۔

مسئلہ 12 عول 15			
بیوی	دو حقیقی بہنیں	دو اخیانی بہنیں	ماں
ربع	ثلثان	ثلث	سدس
3	8	4	2

قولہ واما الدیعة وعشرون النخ

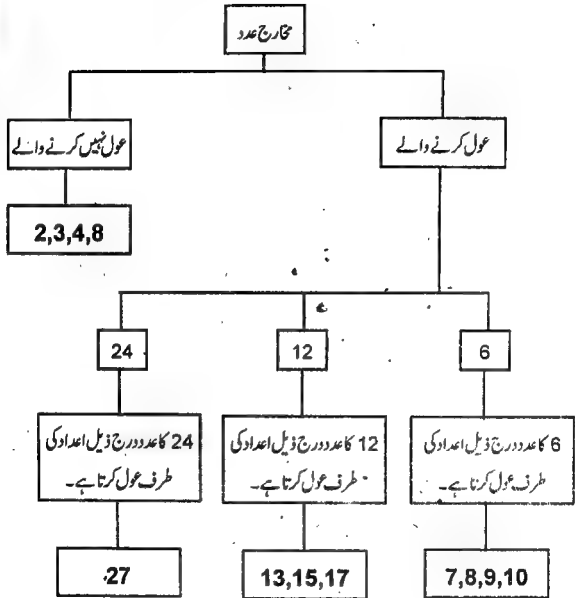
﴿ ”24“ کا عول ﴾

”24“ کا عدد صرف ایک ہی عدد کی طرف عول کرتا ہے اور وہ ہے ”27“ یہ اس وقت ہوگا جب مسئلہ میں ثمن، ثلثان، اور سد سان جمع ہو رہے ہوں۔ جیسا کہ کسی نے بیوی، ماں، باپ اور دو بیٹیاں چھوڑی ہوں تو چونکہ مسئلہ میں بیوی کا ثمن دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بنے گا، جس میں سے 3 بیوی کے لئے، 16 دو بیٹیوں کے لئے، 4 ماں کے لئے اور 4 باپ کے لئے۔ اس طرح $(3+16+4+4=27)$ ستائیس (27) کی طرف عول ہو گیا، مسئلہ کی تقسیم 27 سے ہوگی۔

مسئلہ 24 عول 27			
بیوی	دو حقیقی بیٹیاں	ماں	باپ
ثمن	ثلثان	سدس	سدس
3	16	4	4

﴿ مسئلہ منبریہ ﴾

نوٹ:- اس مسئلہ کو ”مسئلہ منبریہ“ کہتے ہیں۔ منبریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم منبر شریف پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے دوران خطبہ یہ مسئلہ پوچھ لیا آپ نے اسی وقت توقف کئے بغیر برجستہ جواب دیا اور خطبہ کی روانی میں بھی فرق نہ آنے دیا۔ تو چونکہ یہ مسئلہ منبر پر بیان کیا گیا تھا اس لئے اس کو ”منبریہ“ کہتے ہیں۔



فصل

فی معرفة التماثل والتداخل والتوافق والتباين بين العددين تماثل العددين كون احدهما مساويا للآخر وتداخل العددين المختلفين ان يعد اقلهما الاكثر اى يفنيه او نقول هو ان يكون اكثر العددين منقسما على الاقل قسمة صحيحة او نقول هو ان يزيد على الاقل مثله او امثاله فيساوى الاكثر او نقول هو ان يكون الاقل جزء للاكتر مثل ثلاثة وتسعة وتوافق العددين ان لا يعد اقلهما الاكثر ولكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين تعدهما اربعة فهما متوافقان بالربع لان العدد العاد لهما مخرج لجزء الوفاق وتباين العددين ان لا يعد العددين معا عدد ثالث كالسبعة مع العشرة وطريق معرفة الموافقة والمباينة بين العددين المختلفين ان ينقص من الاكثر مقدار الاقل من الجانبين مرة او مرارا حتى اتفقا فى درجة واحدة فان اتفقا فى واحد فلا وفق بينهما وان اتفقا فى عدد فهما متوافقان بذلك العدد ففى الاثنين بالنصف وفى الثلاثة بالثلث وفى الاربعة بالربع هكذا الى العشرة وفى ماوراء العشرة يتوافقان بجزء منه اعنى فى احد عشر بجزء من احد عشر وفى خمسة عشر بجزء من خمسة عشر فاعتبر هذا

ترجمہ

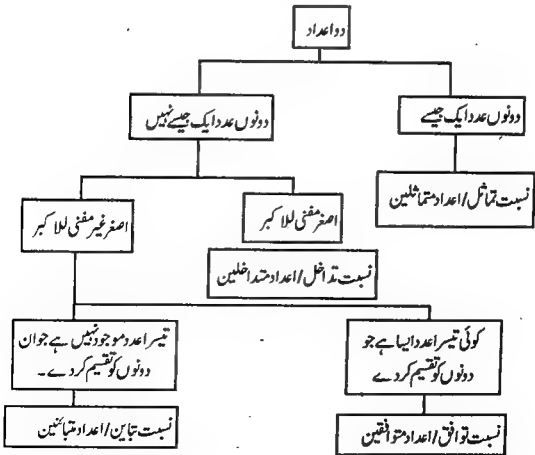
”دو عددوں میں تماثل ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے کے برابر ہونا ہے اور دو مختلف عددوں کا تداخل یہ ہے کہ ان میں سے چھوٹا بڑے کو فنا کر سکے۔ یا یوں کہیے کہ بڑے عدد کا چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہونا (تداخل) ہے۔ یا یوں کہیے کہ چھوٹے پر اسی کی مثل اضافہ کرتے رہیں تو ایک وقت میں چھوٹا عدد بڑے کے برابر ہو جائے۔ یا یوں کہیے کہ چھوٹا عدد بڑے کا جزء ہو جیسا کہ 3 اور 9۔ اور دو عددوں میں توافق یہ ہے کہ ان میں سے

چھوٹا عدد بڑے کو پورا پورا تقسیم نہ کر سکے لیکن ایک تیسرا عدد ایسا پایا جاتا ہو جو کہ ان دونوں کو تقسیم کر سکے جیسا کہ 8 اور 20 تو یہ دونوں متوافق بالربح ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کو تقسیم کرنے والا عدد دقت کے جزء کا مخرج ہے اور دو عددوں کے درمیان بتائیں یہ ہے کہ نہ تو دونوں عددوں میں سے ایک دوسرے کو تقسیم کر سکے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد ایسا ہو جو ان دونوں کو تقسیم کر سکے جیسا کہ 9 اور 10۔ اور دو عددوں کے درمیان موافقت اور مبادنت معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بڑے عدد سے چھوٹے کی مقدار کے مطابق کمی کر دی جائے۔ یہ عمل دونوں جانب سے ایک ایک مرتبہ یا (ایک سے) زیادہ مرتبہ کریں یہاں تک یہ دونوں عدد ایک درجے میں آکر برابر ہو جائیں، اگر یہ کسی ایک درجے میں برابر ہوں تو یہ عدد ”متوافق“ ہیں۔ چنانچہ 2 میں برابر ہوں تو ان کے درمیان ”توافق بالنصف“ ہے اور تین میں برابر ہوں تو ان کے درمیان ”توافق بالثالث“ ہے اور چار میں ”توافق بالربح“ ہے، دس تک یونہی توافق چلتا رہے گا اور دس کے بعد ادھر تک ہر عدد کے ایک جزء میں توافق ہوگا مثلاً گیارہ میں گیارہ کے ایک جزء میں توافق ہوگا اور پندرہ میں پندرہ کے ایک جزء میں توافق ہوگا اسی طرح آخر تک توافق شمار کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿دو عددوں کے درمیان نسبت کی پہچان﴾

دو عددوں کے درمیان نسبت تین طرح کی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں عدد ایک ہی جیسے ہونگے یا نہیں۔ اگر ایک جیسے ہیں تو ان کے درمیان نسبت ”تماثل“ کی ہوگی اور وہ اعداد متماثلین کہلائیں گے اور اگر وہ دونوں عدد ایک ہی جیسے نہیں ہیں بلکہ ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہے تو پھر دیکھیں گے کہ ان میں سے چھوٹا عدد، بڑے کو فنا کر سکتا ہے یا نہیں یعنی بڑا عدد، چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ”مداخل“ کی ہے اور وہ دونوں متداخلین ہونگے اور اگر بڑا عدد، چھوٹے پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا تو پھر دیکھیں گے کہ کوئی تیسرا ایسا عدد ہے جو ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کر دے؟ اگر کوئی تیسرا ایسا عدد پایا جائے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ”توافق“ کی ہوگی اور یہ دونوں متوافقین ہونگے اور اگر کوئی تیسرا عدد ایسا نہ ہو جو ان دونوں کو برابر تقسیم کر دے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ”تباہ“ کی ہوگی اور یہ اعداد متباہین ہونگے۔



تمثل

ایک عدد کا دوسرے عدد کے مساوی ہونا ”تمثل“ کہلاتا ہے جیسا کہ 4 اور 4۔ کہ دونوں عدد ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔ جن دو عددوں میں نسبت ”تمثل“ کی ہو ان اعداد کو متماثلین کہا جاتا ہے۔

تداخل

اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔

(i) دو عددوں میں سے ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا ہو اور بڑے عدد کو چھوٹے پر تقسیم کریں تو چھوٹا بڑے کو فنا کر دے۔

(ii) بڑا عدد چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہو جائے۔

(iii) چھوٹے کے ساتھ اسی کی مثل اضافہ کریں تو ایک مرتبہ میں وہ بڑے عدد

کے برابر ہو جائے۔

(ix) بڑے عدد سے اس چھوٹے عدد کے برابر عدد نکالتے جائیں تو بڑا عدد ایک

مقام میں اس چھوٹے عدد کے برابر رہ جائے۔

جیسا کہ 8 اور 16 کہ ان میں 16 کو پورا پورا تقسیم کر دیتا ہے اور سولہ میں سے

دو مرتبہ 8 نکالیں تو سولہ فنا ہو جائے۔ یونہی اگر 8 میں اس جیسا ایک اور جز شامل کر دیں تو یہ

16 کے برابر ہو جائے۔ یونہی اگر 16 میں سے 8 کے برابر ایک جزء کم کریں تو وہ بڑا جزء اس

چھوٹے کے برابر چھوٹے جزء کے برابر رہ جائے۔ معلوم ہوا کہ 8 اور 16 میں نسبت تداخل

کی ہے۔ اور جن دو اعداد میں نسبت تداخل کی ہو انہیں متداخلیں کہا جاتا ہے۔

توافق

دو عددوں میں توافق یہ ہے کہ نہ تو وہ دونوں ایک جیسے ہوں اور نہ ہی ان میں کا

چھوٹا عدد بڑے کو فنا کر سکے بلکہ ایک تیسرا ایسا عدد ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کر دے۔ جیسا کہ

8 اور 12 کہ نہ تو 8، 12 کے برابر ہے کہ دونوں متماثلین کہلائیں اور نہ 12، 8 کو

پورا پورا تقسیم کرتا ہے کہ متداخلین کہلائیں ہاں ایک عدد ایسا ہے جو ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کر دیتا ہے اور وہ عدد ”4“ ہے۔ کیونکہ اگر 8 کو اس عدد پر تقسیم کیا جائے تو یہ 8 کو پورا پورا تقسیم کر دے گا یونہی 12 کو 4 پر تقسیم کریں تو یہ 12، 4 کو بھی پورا پورا تقسیم کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ 8 اور 12 میں نسبت ”توافق“ کی ہے اور جن دو عددوں میں یہ نسبت پائی جائے ان کو متوافقین کہا جاتا ہے۔

تباين

دونوں عدد نہ تو ایک جیسے ہوں، نہ چھوٹا بڑے کو پورا پورا تقسیم کرے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو تقسیم کرے، تو ایسے دو عددوں کے درمیان نسبت ”تباين“ ہوگی اور وہ دونوں عدد متباينین ہونگے۔ جیسا کہ 7، 5 کہ یہ دونوں نہ تو متماثلین ہیں نہ متداخلین ہوں اور نہ ہی متوافقین ہیں بلکہ متباينین ہیں۔

قوله معرفة الموافقة الخ

نسبتوں کی پہچان کا طریقہ

دو عددوں میں نسبت معلوم کرنی ہو تو پہلے یہ دیکھیں گے کہ دونوں عدد ایک جیسے ہیں یا نہیں اگر ایک جیسے ہیں تو ان کے درمیان نسبت تماثل کی ہوگی جیسے 7 اور 7۔ اور اگر ایک جیسے نہیں ہیں بلکہ ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہے تو پھر ان میں کے چھوٹے کو بڑے میں سے نفی کریں۔ اب وہ عدد (جو پہلے بڑا تھا اب نفی کرنے کے بعد) اس چھوٹے سے کم ہو جائے گا اب اس چھوٹے کو بڑے (جو پہلے چھوٹا تھا) سے نفی کریں۔ یونہی ایک دوسرے سے نفی کرتے جائیں اور دیکھیں کہ آخر میں ایک بچتا ہے یا نہیں اگر بالکل آخر میں ایک بچ جائے تو ان دونوں عددوں کے درمیان نسبت ”تباين“ ہے اور وہ دونوں عدد متباينین ہونگے۔ جیسا کہ 7 اور 10 کا پہلے 10 میں سے 7 نفی کئے تو باقی 3 بچے اب 3 چھوٹا ہے اور 7 بڑا، تو 7 سے 3 نفی کئے باقی 4 بچے اب پھر چونکہ 3 چھوٹا ہے اس لئے 3 کو پھر 4 سے نفی کیا تو باقی 1 بچا۔ اب 1 چھوٹا اور تین بڑا ہے تو 3 سے 1 نفی کیا تو 2 بچے۔ پھر اس 2 میں سے 1 نفی

تو باقی 1 بچا۔ ان میں دیکھیں کہ بڑے اور چھوٹے دونوں عددوں کا اتفاق ایک پر ہوا اور جب اس طرح نفی کرتے رہنے کے بعد دونوں اعداد کا اتفاق ایک پر ہو تو ان دونوں عددوں کے درمیان نسبت ”تائین“ ہوتی ہے لہذا 7 اور 10 دونوں عددوں میں نسبت ”تائین“ ہے۔

اور اگر چھوٹے کو بڑے سے نفی کرتے رہیں لیکن دونوں کا اتفاق ایک پر نہیں بلکہ اس سے اوپر کسی عدد پر ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ”توافقی“ ہے اور وہ دونوں عدد متوافقین ہونگے جیسا کہ 8 اور 12 کہ ایک مرتبہ 12 سے 8 کو نفی کیا تو باقی 4 بچے اب 4 چھوٹا اور 8 بڑا ہے۔ لہذا 4 کو 8 سے نفی کیا تو باقی 4 بچے۔ اب دیکھیں کہ دونوں عدد 4 میں آکر متفق ہو گئے تو معلوم ہوا کہ 8 اور 12 کے درمیان نسبت ”توافقی“ ہے اور یہ دونوں عدد متوافقین ہیں۔

جس عدد پر اتفاق ہو اس کا جو مخرج ہوتا ہے اس پر دونوں کا توافق ہوتا ہے، چونکہ یہاں پر وہ عدد 4 ہے اور چار کا مخرج ”ربیع“ ہے لہذا یوں کہیں گے کہ 8 اور 12 میں توافق بالربیع ہے اور اس توافق کے ساتھ اسی جیسے کتنے اجزاء شامل کریں کہ یہ سب مل کر دوبارہ چھوٹا یا بڑا عدد پورا ہو جائے تو کل جتنے اجزاء مل کر اس کے برابر ہونگے ان کے مجموعے کو اس پورے ہونے والے عدد کا ”وفقی“ کہیں گے مثلاً 8 اور 12 متوافق بالربیع ہیں یعنی کہ ان کا توافق 4 پر ہوا اب اس 4 کے ساتھ اگر ایک اور اسی جیسا جزء یعنی کہ 4 شامل کر دیں تو دو 4 مل کر چھوٹا عدد پورا کر دیں گے معلوم ہوا کہ 8 کا وفقی 2 ہے اور 4 کے ساتھ دو مزید 4 ہوں تو یہ تین اجزاء مل کر بارہ کا عدد پورا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ 12 کا وفقی 3 ہے۔

﴿توافق کا قانون﴾

توافق کا قانون یہ ہے کہ جس عدد پر دونوں کا اتفاق ہو دیکھیں گے کہ یہ کس کا مخرج تھا۔ یہ جس عدد کا مخرج تھا وہی عدد اس کا توافق ہوگا مثلاً اگر کوئی سے دو عدد 2 میں اتفاق کریں تو چونکہ 2 نصف کا مخرج ہے اس لئے وہ اعداد متوافق بال نصف ہونگے۔ اور اگر کوئی دو اعداد 3 پر آکر متفق ہوتے ہیں تو چونکہ 3 ثلث کا مخرج ہے اس لئے وہ دونوں

عدد متوافقین بالثلث ہونگے جیسا کہ 9 اور 12 کہ 3 ایک ایسا عدد ہے جو دونوں کو پورا پورا تقسیم کر کے فناء کر سکتا ہے اور 3 مخرج ہے ثلث کا۔ لہذا 9 اور 12 متوافقین بالثلث ہونگے اور چونکہ 3 کے ساتھ اسی جیسے دو اجزاء اور بھی ملائیں تو یہ تینوں اجزاء مل کر چھوٹے عدد یعنی 9 کے برابر ہو جاتے ہیں لہذا یہ کہیں گے کہ 9 کا وقتی 3 ہے اور اسی طرح کے 14 اجزاء ملیں تو بڑے عدد یعنی کہ 12 کے برابر ہوتے ہیں اس لئے یہ کہیں گے کہ 12 کا وقتی 4 ہے

یونہی جو دو عدد 4 پر جمع ہونگے وہ متوافقین بالربع ہونگے جیسا کہ 8 اور 12 کہ ان دونوں کو تقسیم کرنے والا ایک عدد ”4“ موجود ہے۔ اور چونکہ 4، ربع کا مخرج ہے اس لئے 8 اور 12 متوافقین بالربع ہونگے اور چونکہ 4 جیسے کل دو اجزاء مل جائیں تو چھوٹے عدد کے برابر ہوتا ہے اس لئے کہیں گے کہ 8 کا وقتی 2 ہے اور 12 کا وقتی 3 ہے۔ یونہی جو دو عدد 5 پر آکر جمع ہونگے وہ متوافقین بالخمیس ہونگے، جو 6 پر جمع ہونگے وہ متوافق بالسدس ہونگے اسی طرح دس تک اور دس سے آگے جہاں سے گیارہ اور بارہ کی گنتی شروع ہوتی ہے جو عدد وہاں جمع ہونگے ان کے بارے میں کہیں گے کہ یہ ایک ایسے جزء پر متوافق ہیں کہ اگر اس عدد کو اس جزء جیسے اجزاء پر تقسیم کریں تو یہ جزء ان میں سے ایک ہو مثلاً 44 اور 55 کہ دونوں کو 11 پورا پورا تقسیم کر سکتا ہے اور 44، 55 دونوں متوافق ہیں گیارہ پر جو کہ 44 اور 55 کا ایک جزء ہے۔

التصحیح

یحتاج فی تصحیح المسائل الی سبعة اصول ثلثة بین السهام والرؤس
واربعة بین الرؤس والرؤس اما الثلاثة فاحدها ان كانت سهام کل فریق
منقسمة علیهم بلا کسر فلا حاجة الی الضرب کابوین وبتین والثانی ان
انکسر علی طائفة واحدة ولكن بین سهامهم ورؤسهم موافقة فیضرب
وفق عدد رؤس من انکسرت علیهم السهام فی اصل المسألة وعولها
ان كانت عائلة کابوین وعشر بنات او زوج وابوین وست بنات والثالث
ان لاتكون بین سهامهم ورؤسهم موافقة فیضرب کل عدد رؤس من
انکسرت علیهم السهام فی اصل المسألة وعولها ان كانت عائلة کاب
وام وخمس بنات اور زوج وخمس أخوات لاب وام واما الاربعة فاحدها ان
یکون الکسر علی طائفتین او اکثر ولكن بین اعداد رؤسهم مماثلة
فالحکم فیها ان یضرب احدا لاعداد فی اصل المسألة مثل ست بنات
وثلث جدات وثلثة اعمام والثانی ان یکون بعض الاعداد متداخلا فی
البعض فالحکم فیها ان یضرب اکثر الاعداد فی اصل المسألة مثل اربع
زوجات وثلث جدات واثنی عشر عما والثالث ان یوافق بعض الاعداد
بعضا فالحکم فیها ان یضرب وفق احد الاعداد فی جمیع الثانی ثم ما بلغ
فی وفق الثالث ان وافق المبلغ الثالث والا فالمبلغ فی جمیع الثالث ثم
المبلغ فی الرابع کذلک ثم المبلغ فی اصل المسألة کاربعة زوجات
وثماني عشر بنتا وخمس عشرة جدة وستة اعمام والرابع ان تكون الاعداد
متباعدة لا یوافق بعضها بعضا فالحکم فیها ان یضرب احدا لاعداد فی
جمیع الثانی ثم ما بلغ فی جمیع الثالث ثم ما بلغ فی جمیع الرابع ثم
ما اجتمع فی اصل المسألة کامراتین وست جدات وعشر بنات وسبعة اعمام

ترجمہ

مسائل کی تصحیح میں سات اصولوں کی ضرورت پڑتی ہے ان میں سے تین اصول تو سهام اور رؤوس کے متعلق ہیں اور چار اصول رؤوس اور رؤوس کے متعلق۔ تین کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ہر فریق کے سهام ان پر بغیر کسر کے پورے پورے تقسیم ہو جائیں تو ایسی صورت میں کسی ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑے گی جیسا کہ ماں، باپ اور دو بیٹیاں۔ اور دوسرا یہ ہے کہ اگر ایک طائفہ پر ان کے سهام ٹوٹ جائیں لیکن ان کے سهام اور رؤوس کے درمیان موافقت ہو تو جس طائفہ کے سهام ٹوٹے ہیں ان کے عدد رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور اس کے عول سے ضرب دیں گے اگر مسئلہ عائکہ ہو۔ جیسا کہ ماں، باپ اور رؤوس بیٹیاں یا شوہر ماں، باپ اور چھ بیٹیاں۔ اور تیسرا یہ کہ ان کے سهام اور رؤوس کے درمیان نسبت موافقت کی نہ ہو تو جس فریق پر ان کے سهام ٹوٹ رہے ہیں ان کے جمع عدد رؤوس کو اصل مسئلہ سے اور اگر مسئلہ عائکہ ہو تو اس کے عول سے ضرب دیں گے۔ جیسا کہ ماں باپ، اور پانچ بیٹیاں یا شوہر اور پانچ عینی بہنیں۔

بقیہ چار قوانین میں سے ایک یہ ہے کہ کسر دو یا دو سے زیادہ فریقوں میں واقع ہو رہی ہو لیکن ان فریقوں کے عدد رؤوس میں مماثلت ہو تو ان کے سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ ان اعداد میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے۔ جیسا کہ چھ بیٹیاں، تین دادیاں، اور تین چچے۔

دوسرا یہ ہے کہ بعد اعداد دیگر بعض میں متداخل ہوں تو ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ ان اعداد میں سے بڑے کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے۔ جیسا کہ 4 بیویاں، 3 دادیاں اور 12 چچے۔

تیسرا یہ ہے کہ بعض اعداد بعض سے متوافق ہوں تو ان کے لئے حکم یہ ہے کہ اعداد کے وفق کو دوسرے عدد کے جمع کے ساتھ ضرب دیں گے پھر مبلغ کو تیسرے عدد کے وفق میں ضرب دیں گے اگر تیسرا عدد اس مبلغ کے متوافق ہے ورنہ مبلغ کو تیسرے کے جمع کے

ساتھ ضرب دیں گے پھر اس کے مبلغ کو چوتھے کے ساتھ اسی طرح تمام اعداد کے ساتھ کریں گے پھر سب کے مبلغ کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں گے جیسا کہ 4 بیویاں، 18 بیٹیاں، 15 دادیاں اور 6 دادے

چوتھا یہ ہے کہ تمام فریقوں کے عدد و دوس کی آپس میں نسبت بتاؤں کی ہو تو ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ ایک فریق کے اعداد کو دوسرے کے جمع کے ساتھ ضرب دیں پھر جو جواب آئے اس کو تیسرے کے جمع کے ساتھ ضرب دیں پھر اس ضرب سے جو جواب آئے اس کو چوتھے کے جمع کے ساتھ ضرب دیں پھر تمام فریقوں کا مجموعی حاصل ضرب ہو اس کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں جیسا کہ دو بیویاں، 6 دادیاں، 10 بیٹیاں اور 7 چچے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب التصحيح

قوله يحتاج في تصحيح المسائل الى الخ

جب وراثت میں تقسیم ہونے والے سهام کسی ایک فریق یا کئی فریقوں میں پورے پورے تقسیم نہ ہو سکیں تو پھر ان میں تصحیح کی ضرورت ہوتی ہے۔ تصحیح کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جن اجزاء میں تقسیم کرنے کے لئے کسر لازم آتی ہو وہ کسر ختم کر دی جائے اسی کی مثالیوں سمجھیں کہ کسی جگہ تقسیم انعامات میں پانچ آدمی نعام کے حقدار قرار پائے اور انعام کے لئے پانچ سو روپے کا ایک نوٹ ہے۔ اب یہ ایک نوٹ پانچ افراد میں کیسے تقسیم کریں گے یا تو پھاڑ کر تین ٹکڑے کر دیں اور سب کو ایک ایک ٹکڑا دے دیں تو اس انعام کا کسی کو بھی کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ایک ایک سو روپے کے پانچ نوٹ لئے جائیں اور ہر ایک کو ایک ایک نوٹ دے دیا جائے۔ اب نہ نوٹ پھاڑنا پڑے گا اور نہ کوئی خرابی لازم آئے گی۔ یہ جو ہم نے پانچ سو والے نوٹ کے انعام کو ایک ایک سو والے پانچ نوٹوں میں تقسیم کیا اسی کا نام تصحیح ہے

وراثت میں بھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک فریق میں افراد 6 ہیں، ان کے لئے سهام 4 ہیں۔ تو یہ 4 سهام اگر 6 افراد پر پورے پورے تقسیم کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے لہذا پورے پورے تقسیم کرنے کے لئے ہم سهام ہی اتنے بنا لیتے ہیں کہ کوئی سہم کاٹ کر نہ دینا پڑے۔

چنانچہ تصحیح کے کل 7 قواعد ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قوله اما الثلاثة فاحدها ان كانت سهام الخ

قاعدہ نمبر (1)

وراثت میں جتنے فریق ہیں ان میں اور ان کے سهام میں نسبت تماثل کی ہو ایسی صورت میں تصحیح کی ضرورت نہیں پڑے گی اور چونکہ سهام اور روکوس برابر ہیں اس لئے سب پر برابر تقسیم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ کوئی شخص ماں، باپ اور دو بہنیں چھوڑ کر مرا ہو۔ ایسی صورت

میں چونکہ سدس، ماں کا، سدس باپ کا اور ثلثان دو بہنوں کا ہے، اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنے گا، جس میں سے 1 سہم ماں کا، 1 سہم باپ کا اور 4 سہم دو بہنوں کے ہونگے، دونوں بہنوں کو 2.2 سہم آجائیں گے۔ اور کسی قسم کی تصحیح کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

مسئلہ 6		
ماں	باپ	یت
سدس	سدس	2 بیٹیاں
1	1	ثلثان
		4

اس کے علاوہ 6 قاعدے ہیں، ان میں سے دو کا تعلق ایسے مسئلہ کے ساتھ ہے کہ ورثاء میں سے صرف ایک فریق ایسا ہو جس کے سہام ان کے روؤس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور چار کا تعلق ایسی صورت کے ساتھ ہے کہ ورثاء میں ایک سے زیادہ فریق متاثر ہو رہے ہیں اور ان کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے۔

قوله والثانی ان انکسر علی طائفة واحدة الخ

قاعدہ نمبر (2)

”تصحیح = اصل مسئلہ ÷ مول × وفق روؤس“

جب ورثاء میں سے ایک فریق ایسا ہو جس کے سہام ان کے درمیان پورے پورے تقسیم نہ ہو سکتے ہوں تو ایسی صورت میں دیکھیں گے کہ اس فریق کے افراد کتنے ہیں؟ (ان افراد کو ہم روؤس کہتے ہیں) ان کے حصہ میں آتے سہام کتنے ہیں؟ اور ان روؤس اور سہام کے درمیان نسبت کیا ہے؟ اگر ان کے درمیان نسبت ”توافق“ کی ہو تو یہ قاعدہ نمبر 2 ہے۔ ایسی صورت میں تصحیح کا طریقہ کاریہ ہوتا ہے کہ روؤس کا وفق نکالیں، جب وفق نکل آئے تو دیکھیں کہ مسئلہ میں مول ہے یا نہیں؟ اگر مسئلہ میں مول نہیں ہے تو پھر روؤس کے وفق کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں اور حاصل ضرب سے حصص تقسیم کریں۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ یا مول کو ضرب دیں گے اسی عدد سے تمام فریقوں کے سہام کو بھی ضرب دیں گے اور جو جواب آئے اس کے مطابق سہام تقسیم کریں، ان شاء اللہ

سہام پورے پورے تقسیم ہو جائیں گے۔

مسئلہ غیر عائکہ کی مثال

جیسا کہ کوئی شخص ماں، باپ اور دس بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہو۔ اس صورت میں ماں کا سدس، باپ کا سدس، اور دس بیٹیوں کا ثلثان ہے۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنے گا۔ 1 حصہ ماں کے لئے، 1 حصہ باپ کے لئے اور بقیہ 4 حصے دس بیٹیوں کے لئے۔ اب دس بیٹیوں میں 4 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو سکتے تو چونکہ ایک ہی فریق متاثر ہو رہا ہے اس لئے قاعدہ نمبر 2 کے مطابق حل کریں گے، حل کرنے کے لئے قاعدہ نمبر 2 کے مطابق متاثرہ فریق کے ردوس اور سہام میں نسبت دیکھی تو وہ ”توافق“ کی تھی اور یہ متوافقیں بالنصف ہیں، اس طرح 10 کا وفق 5 آئے گا اور چونکہ مسئلہ غیر عائکہ ہے اس لئے ردوس کے وفق ”5“ کو اصل مسئلہ ”6“ کے ساتھ ضرب دی تو $(5 \times 6 = 30)$ حاصل ضرب 30 ہوا۔ اب ماں اور باپ کے سہام ”ایک“ کو بھی ”5“ ہی سے ضرب دی تو $(5 = 1 \times 5)$ حاصل ضرب 15 ہوا۔ لہذا ماں کو اور باپ کو پانچ پانچ سہام دیئے۔ باقی 20 بچے۔ جبکہ 10 بیٹیوں کے سہام ”4“ تھے ان چار کو بھی پانچ سے ضرب دی تو $(20 = 5 \times 4)$ ہوا۔ لہذا دس بیٹیوں کو دو، دو سہام دیئے تو اب یہ سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے۔ اور کوئی سہم بھی کاٹا نہیں پڑا۔

مسئلہ 6 صحیح 30

یت	ماں	باپ	10 بیٹیاں
	سدس	سدس	ثلثان
	$5 = 5 \times 1$	$5 = 5 \times 1$	$20 = 5 \times 4$

مسئلہ عائکہ کی مثال

جیسا کہ کوئی عورت شوہر، ماں، باپ اور 6 بیٹیاں چھوڑ کر مرے۔ اس میں شوہر کا ربع، ماں باپ کا ”سدس“ اور 6 بیٹیوں کا ”ثلثان“ ہوگا۔ چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا ربع جمع ہو رہا ہے نوع ثانی کے بعض کے ساتھ۔ اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنے گا۔

اس میں سے رُبع (3 سہام) شوہر کے۔ سدس (2 سہام) ماں کے اور اتنے ہی باپ کے اور ثلثان (8 سہام) بیٹیوں کے لئے ہیں۔ اس طرح اصل مسئلہ تو 12 سے بنا تھا پھر $(3+2+2+8=15)$ پندرہ کی طرف عول ہو گیا۔

شوہر اور ماں باپ کے سہام تو ان میں برابر تقسیم ہو گئے لیکن 6 بیٹیوں میں 8 سہام کی تقسیم مشکل ہو گئی۔ بیٹیوں کے روؤس اور ان کے سہام یعنی 8 اور 6 میں نسبت دیکھی تو ”توافق“ تھی۔ روؤس کا وفق نکالا تو ”3“ نکلا۔ اور مسئلہ میں چونکہ عول ہے اس لئے اصل مسئلہ (12) کے ساتھ ضرب دینے کی بجائے ہم نے روؤس کے وفق کو عول کے ساتھ ضرب دی، تو $(۳۵=۱۵ \times ۳)$ حاصل ضرب 45 ہوا۔ شوہر کے 3 سہام کو بھی 3 ہی کے ساتھ ضرب دی (تو $۹=۳ \times ۳$) حاصل ضرب 9 ہوا۔ لہذا 9 سہام شوہر کو دیئے۔ ماں اور باپ کے 2، 2 سہام تھے ان کو بھی 3 سے ضرب دی، تو $(۶=۳ \times ۲)$ حاصل ضرب 6 ہوا۔ لہذا ماں اور باپ دونوں کو 6، 6 سہام دیئے۔ 45 میں سے 21 نکالے تو باقی 24 بچے۔ بیٹیوں کے 8 سہام کو بھی تین سے ضرب دی، تو $(۲۴=۸ \times ۳)$ حاصل ضرب 24 ہوا۔ لہذا یہ چوبیس سہام 8 بیٹیوں کے لئے ہو گئے۔ ہر بیٹی کے لئے تین تین۔ دیکھئے! تمام سہام ورثاء میں پورے پورے تقسیم ہو گئے اور کسی قسم کی کٹوتی وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

مسئلہ 12 عول $3 \times 15 = 45$ تصحیح

شوہر	ماں	باپ	6 بیٹیاں
رُبع	سدس	سدس	ثلثان
$۹=۳ \times ۳$	$۶=۳ \times ۲$	$۶=۳ \times ۲$	$۲۴=۳ \times ۸$

قوله والثالث ان لا تكون الخ

قاعده نمبر (۳)

”تصحیح = جمع عدد رؤوس x اصل مسئلہ = عول“

ایک فریق کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور اس متاثرہ فریق کے رؤوس کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت بتائیں کی ہو تو ایسی صورت میں جمع عدد رؤوس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور ما حاصل سے تمام افراد کے حصص نکال لیں گے اور اگر مسئلہ میں ”عول“ ہو تو جمع عدد رؤوس کو ”عول“ سے ضرب دیں گے، جو حاصل ضرب آئے گا اس سے حصص کی تقسیم ہوگی۔

مسئلہ غیر غائلہ کی مثال

کسی نے شوہر، دادی، اور 3 اخیانی بھائی چھوڑے ہوں، اس صورت میں زوج کا حصہ ”نصف“ ہوگا کیونکہ اولاد نہیں ہے اور اولاد نہ ہو تو شوہر کو ”نصف“ ملا کرتا ہے، دادی کا ”سدس“ اور تین اخیانی بہنوں کا ”ثلث“۔ چونکہ مسئلہ میں ایک ہی نوع کے فرائض ہیں اور ان میں سب سے چھوٹا حصہ ”سدس“ ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ ”6“ سے بنے گا، اس میں سے 3 حصے شوہر کو ملیں گے، 1 حصہ دادی کو اور 2 حصے تینوں اخیانی بہنوں کو۔

اس مسئلہ میں غور کیجئے! تین اخیانی بہنوں کے لئے 2 حصے ہیں۔ 2 حصوں کو 3 پر پورا پورا تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ اور ان کے سہام اور رؤوس میں نسبت ”تین“ کی ہے اس لئے جمع عدد رؤوس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں تو $(18 = 6 \times 3)$ حاصل ضرب 18 ہوا، لہذا مسئلہ 18 سے حل ہوگا۔ اب جس طرح اصل مسئلہ کو 3 سے ضرب دی اسی طرح تمام سہام کو بھی 3 سے ضرب دیں گے۔ چنانچہ شوہر کے 3 سہام کو 3 سے ضرب دیں تو $(9 = 3 \times 3)$ حاصل ضرب 9 ہوا۔ اس لئے شوہر کو 18 میں سے 9 سہام دیئے جائیں گے۔ باقی 9 بچے۔ یونہی دادی کے ایک سہم کو بھی 3 سے ضرب دیں تو وہ $(3 = 3 \times 1)$ تین ہو گئے لہذا تین سہام دادی کو دیئے۔ باقی 6 بچے۔ یونہی اخیانی بہنوں کے 2 سہام کو بھی 3 سے ضرب دیں تو $(6 = 3 \times 2)$ ان

کے کل سہام 6 ہو گئے۔ لہذا جو 6 باقی بچے ہوئے تھے وہ تین بہنوں کو اس طرح دے دیئے کہ ہر بہن کے دو سہام ہوں ($2 = 3 \div 6$) اس طرح وہ کسر جو اس فریق کے روکس پر سہام تقسیم کرنے میں آ رہی تھی اس سے بچ گئے اور تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

$$\text{مسئلہ } 3 \times 6 = 18 \text{ صحیح}$$

شوہر	دادی	3 اخانی بہنیں
نصف	سدس	ثلث
$9 = 3 \times 3$	$3 = 3 \times 1$	$6 = 3 \times 2$

حصص کی پڑتال $18 = 9 + 3 + 6$

مسئلہ عائکہ کی مثال

کسی نے شوہر اور پانچ بہنیں چھوڑی ہوں تو اس صورت میں شوہر کا حصہ ”نصف“ ہوگا اور پانچ بہنوں کے لئے ”ثلثان“ چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا نصف دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنے گا اس میں سے ”نصف“ (یعنی 3) شوہر کا، اور ثلثان“ (یعنی کہ 4)، بہنوں کا ہے۔ اس طرح ($4 = 3 + 1$) کی طرف عول ہو جائے گا۔ پانچ بہنوں کے لئے چار حصے تھے جو کہ ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کے روکس و سہام میں نسبت بتا دین کی ہے۔ چنانچہ متاثرہ فریق کے جمع عدد کو عول سے ضرب دی تو ($35 = 4 \times 5$) حاصل ضرب 35 ہوا۔ چنانچہ مسئلہ کی صحیح 35 سے ہوگی۔ شوہر کے سہام (3) کو بھی 5 سے ضرب دیں گے تو ($15 = 5 \times 3$) 35 میں سے 15 سہام شوہر کو دیں گے۔ یونہی بہنوں کے سہام (4) کو بھی 5 سے ضرب دی تو ($20 = 5 \times 4$) کل سہام 20 ہوئے۔ شوہر کو 15 سہام دے کر باقی 20 بچے تھے تو یہ بیس سہام پانچ بہنوں کے لئے ہیں اس طرح کہ ہر بیٹی کو 4، 4 ملیں گے اس طرح ($20 = 5 \times 4$) یہ سہام جو اس صحیح سے پہلے پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے اب ہو جائیں گے۔

$$\begin{array}{rcl}
 \text{مسئلہ ۶} & \text{مول } 5 \times ۷ = ۳۵ & \text{تصحیح ۳۵} \\
 \hline
 \text{شوہر} & & \text{5 یعنی بیٹیاں} \\
 \text{نصف} & & \text{ثلثان} \\
 ۱۵ \div ۵ \times ۳ & & ۴ = ۵ \div ۲۰ = ۵ \times ۴ \\
 \text{حصص کی پڑتال } ۳۵ = ۲۰ + ۱۵ & &
 \end{array}$$

قوله واما الاربعة الخ

جب مسئلہ میں ایک سے زیادہ فریق ایسے ہو جائیں جن کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو پارہے تو ان کا مسئلہ حل کرنے کے لئے چار قاعدے مقرر کئے گئے ہیں

قوله فاحدما ان يكون الخ

قاعدہ نمبر 1

تصحیح = کسی ایک فریق کے جمع عدد روؤس \times اصل مسئلہ \div مول

جتنے فریق متاثر ہو رہے ہیں ان کی آپس میں نسبت تماشلی کی ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے۔ مماثلت سے یہاں یہ مراد ہے کہ ایک فریق کے روؤس کی تعداد اور دوسرے فریق کے روؤس کی تعداد میں نسبت تماشلی کی ہو یا اگر بعض فریقوں کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق بنتی ہو تو پھر ایسے روؤس کے وفق کی نسبت دیگر فریقوں کے روؤس کے ساتھ تماشلی کی بنتی ہو۔ ایسی دونوں صورتوں میں کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں پھر سب فریقوں کے سہام کو اسی عدد سے ضرب دیں، جو جواب آئے اس کے مطابق سہام تقسیم کر دیں۔

جیسا کہ کوئی شخص 6 بیٹیاں، 3 دادیاں اور 3 چچے چھوڑ کر مرا۔ بیٹیوں کا "ثلثان" دادیوں کا "سدس" اور ماہی چچوں کا۔ چونکہ تمام سہام ایک ہی نوع سے تعلق رکھتے ہیں اور "سدس" ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا۔ بیٹیوں کا ثلثان (۳) دادیوں کا سدس (۱) اور ماہی (۱) چچوں کا۔

اس مسئلہ میں غور کریں۔ نہ تو 6 بیٹیوں میں 4 سہام پورے پورے تقسیم ہو رہے

ہیں، نہ تین دادیوں میں ایک سہم تقسیم ہو رہا ہے اور نہ ہی تین چچوں میں ایک سہم پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں پر ایک سے زیادہ فریق ایسے ہیں جن کے سہام ان پر تقسیم نہیں ہو پارہے۔

چنانچہ ان فریقوں کے رؤوس کی ایک دوسرے کے ساتھ نسبت دیکھی تو وہ ”تمثل“ کی تھی یعنی کہ 3 چچے، 3 دادیاں اور 6 بیٹیوں کے رؤوس کی نسبت ان کے سہام (۴) کے ساتھ توافق بالنصف کی ہے اور 6 کا وفق 3 ہے۔ تو جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ اگر کسی فریق کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق کی ہو تو اصل رؤوس کی بجائے ان کے وفق کی دیگر فریقوں کے رؤوس کے ساتھ نسبت دیکھتے ہیں۔ چنانچہ 6 کے وفق 3 کی نسبت 3 اور 3 کے ساتھ تمثل کی ہے۔ موجودہ قاعدہ کے مطابق ان میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اصل مسئلہ 6 تھا تو 3 کو 6 سے ضرب دی تو $3 \times 6 = 18$ ہوئے۔ اب اس مسئلہ کی تصحیح 18 سے ہوگی۔ اور اصل مسئلہ کو چونکہ 3 سے ضرب دی تھی اس لئے تمام فریقوں کے سہام کو بھی تین سے ضرب دی۔ اس طرح بیٹیوں کا حصہ $(12 = 3 \times 4)$ ہوا۔ دادیوں کا حصہ $(3 = 3 \times 1)$ ہوا اور چچوں کا حصہ $(3 = 3 \times 1)$ ہوا۔ اور 18 میں سے 12 حصے بیٹیوں کو اس طرح دیئے کہ ہر بیٹی کو 2، 2 حصے آئیں $(12 = 2 + 2 + 2 + 2 + 2 + 2)$ باقی بچے 6 حصے۔ ان میں سے دادیوں کو 3 اس طرح دیئے کہ ہر دادی کو ایک ایک حصہ آیا $(3 = 1 + 1 + 1)$ باقی بچے 3۔ یہ تینوں حصے تین چچوں کو اس طرح دیئے کہ ہر ایک چچا کو ایک ایک حصہ آیا $(3 = 1 + 1 + 1)$ ۔ لیجئے جن سہام کو تقسیم کرنے میں کسر آ رہی تھی اب ان فریقوں پر پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں۔

مسئلہ ۳۶ تصحیح ۱۸		
3 بیٹیاں	3 دادیاں	3 چچے
ثلثان	سدس	ماضی
$2 = 6 \div 3 = 3 \times 2$	$1 = 3 \div 3 = 3 \times 1$	$1 = 3 \div 3 = 3 \times 1$

حصص کی پڑताल $18 = 3 + 3 + 12$

قولہ والثانی ان يكون بعض الاعداد الخ

قاعدہ نمبر ۲

”صحیح = سب سے بڑا عدد \times اصل مسئلہ = عول“

جن ایک سے زیادہ فریقوں کے سهام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے ان کی آپس میں نسبت تدخل کی ہو۔ ایسی صورت میں جو عدد سب سے بڑا ہوگا اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور ما حاصل سے مسئلہ کی تصحیح کریں گے۔

جیسا کہ کسی نے 4 بیویاں، 3 دادیاں اور 12 بچے چھوڑے ہوں۔ چاروں بیویوں کے لئے ربع، دادیوں کے لئے سدس اور بچوں کے لئے ماہی۔ چونکہ نوع اول کا ”سدس“، نوع ثانی کے ساتھ جمع ہو رہا ہے، اس لئے 12 سے مسئلہ بنایا۔ بارہ میں سے ربع (3) بیویوں کو، سدس (2) دادیوں کو اور ماہی (7) بچوں کو۔

دیکھئے! 4 بیویوں میں 3 حصے پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور چار بیویوں میں اور ان کے سهام (3) میں نسبت ”تباين“ کی ہے، اس لئے یہاں سے اصل ردوس (۴) کو محفوظ کر لیا۔ تین دادیوں اور ان کے سهام (۲) میں بھی نسبت ”تباين“ کی ہے، اس لئے ان کے بھی ردوس (3) کو محفوظ کر لیا اور 12 بچوں اور ان کے سهام (7) میں بھی نسبت ”تباين“ کی ہے، اس لئے ان کا بھی کل (12) محفوظ کر لیا۔ محفوظ شدہ اعداد ”۱۲، ۳، ۴“ ہیں، ان تینوں میں سے 3 اور 4 دونوں کی 12 کے ساتھ نسبت ”تدخل“ کی ہے، کیونکہ ان میں سے 3 بھی 12 کو فنا کر سکتا ہے اور 4 بھی۔ لہذا موجودہ قاعدہ کے مطابق ان میں سے بڑے عدد (12) کو اصل مسئلہ (12) سے ضرب دی تو $(12 \times 12 = 144)$ حاصل ضرب 144 آیا، معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کی تصحیح 144 ہے۔

چونکہ اصل مسئلہ کو 12 سے ضرب دی تھی اس لئے اب تمام فریقوں کے سهام کو بھی 12 سے ضرب دیں گے اور جو جواب آئے گا اس کو 144 سے نفی کر دیں گے۔ چار بیویوں کے سهام 3 تھے۔ ان کو بارہ سے ضرب دی تو $(3 \times 12 = 36)$ جواب 36 آیا، ان

کو 36 سہام دیئے۔ اس طرح کہ ہر ایک کو $(9 = 3 \div 36)$ سہام آئے۔ باقی $(108 = 36 - 12)$ 108 سہام بچے۔ دادیوں کے سہام 2 تھے ان کو بھی 12 سے ضرب دی تو $(24 = 2 \times 12)$ جواب 24 آیا۔ چنانچہ دادیوں کو 24 سہام دیئے اس طرح کہ ہر دادی کو $(8 = 3 \div 24)$ سہام آئیں گے۔ باقی $(84 = 108 - 24)$ 84 سہام بچے۔ چچوں کے سہام 7 تھے ان کو بھی 12 سے ضرب دی تو $(84 = 12 \times 7)$ جواب 84 آیا۔ لہذا جو 84 باقی تھے وہ ان چچوں کو دیئے۔ اس طرح کہ ہر چچا کو $(7 = 12 \div 84)$ سہام آئیں گے۔ اس طرح اس مسئلہ میں موجودہ تمام فریقوں کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

مسئلہ $12 \times 12 = 144$ صحیح

4 بیویاں	3 دادیاں	12 بچے
ربح	سدس	باقی
$9 = 3 \div 36 = 12 \times 3$	$8 = 3 \div 24 = 12 \times 2$	$4 = 12 \div 48 = 12 \times 1$
خصص کی پڑتال $(144 = 36 + 24 + 84)$		

قوله والثالث موافق بعض الاعداد الخ

قاعدہ نمبر 3

”صحیح = جمع فریقوں کی ضربوں کا حاصل \times اصل مسئلہ \div مول“

جب متاثرہ فریقوں کی آپس میں نسبت توافقی کی ہو تو ایسی صورت میں پہلے یہ دیکھیں کہ کون کون سے روؤں ایسے ہیں جن کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافقی کی ہے اور کون کون سے روؤں کی ”بتائیں“۔ جن روؤں کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ”بتائیں“ کی ہے ان کو بعینہ محفوظ کر لیں اور جن کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ”توافقی“ کی ہے ان کا وقتی محفوظ کر لیں پھر جو اعداد محفوظ شدہ ہوں ان کی آپس میں نسبت پر غور کریں اگر اس حاصل میں اور اس عدد میں توافقی ہو تو اس کے وقتی میں ورنہ جمع میں ضرب دیں۔ جو جواب آئے اس کو اگلے عید کے ساتھ دیکھ لیں اگر وہ کسی روؤں کا وقتی ہو تو اس کے ساتھ اور اصل روؤں

ہوں تو اس کے ساتھ ضرب دے دیں اس کا جو جواب آئے گا اس کی اگلے فریق کے ساتھ نسبت دیکھیں گے اگر وہ وفق ہے تو اس کے ساتھ نہیں تو بعینہ روؤس کے ساتھ ضرب دیں گے، اسی طرح سب فریقوں کے ساتھ کریں گے، جو جواب آئے اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے جو اس کا جواب آئے گا اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

مثلاً کسی نے 4 بیویاں، 18 بیٹیاں، 15 دادیاں اور 6 بچے چھوڑے۔ چار بیویوں کا حصہ ثمن، اٹھارہ بیٹیوں کا ثلثان، پندرہ دادیوں کا سدس اور چھ بچوں کے لئے باقی۔ غور کریں مسئلہ میں ”ثمن“ دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے، اس لئے مسئلہ 24 سے بنے گا۔ بیویوں کے 3۔ باقی بچے 21۔ بیٹیوں کے 16۔ باقی بچے 5۔ دادیوں کے لئے 4۔ باقی بچا ایک یہ بچوں کے لئے۔

ان روؤس اور سہام پر غور کریں! چار بیویوں پر تین سہام پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان روؤس اور سہام میں نسبت ”تباين“ کی ہے چنانچہ بعینہ روؤس (4) کو محفوظ کر لیا۔ 18 بیٹیوں پر 16 سہام بھی پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان روؤس و سہام میں نسبت ”توافق بالنصف“ کی ہے اور روؤس کا وفق 9 ہے، لہذا ”9“ کو بھی محفوظ کر لیا، پندرہ دادیوں پر 4 سہام بھی پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کے روؤس اور سہام میں نسبت ”تباين“ کی ہے اس لئے ان کے روؤس کو بعینہ محفوظ کر لیا۔ 6 بچوں پر ان کے سہام بھی پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ”تباين“ کی ہے چنانچہ ان کا بھی بعینہ روؤس کو محفوظ کر لیا۔ کل محفوظ شدہ اعداد (۶، ۱۵، ۹، ۴) ہیں۔

اب ان کی آپس میں نسبت دیکھی تو 4 اور 6 میں نسبت ”توافق بالنصف“ ہے اس لئے موجودہ قاعدہ کے مطابق ایک (6) کے وفق (3) کو دوسرے (۴) کے جمع کے ساتھ ضرب دی تو $12 (12 = 3 \times 4)$ حاصل ضرب ہوا۔ اب 12 اور 9 میں نسبت توافق بالثلث ہے، اس لئے 12 کو 9 کے وفق (3) کے ساتھ ضرب دی تو $36 (36 = 3 \times 12)$ حاصل ضرب 36 ہوا۔ اب 36 اور 15 میں نسبت دیکھی تو توافق بالثلث کی ہے اور 15 کا وفق 5 ہے۔

تو 36 کو 5 سے ضرب دی تو ($180 = 5 \times 36$) حاصل ضرب 180 ہوا۔ اس 180 کو اصل مسئلہ (۲۳) سے ضرب دی تو ($۲۳۲۰ = ۲۳ \times ۱۸۰$) حاصل ضرب 4320 ہوا۔ لہذا مسئلہ کی تصحیح 4320 سے ہوگی۔

چونکہ اصل مسئلہ کو 180 سے ضرب دی تھی اس لئے قانون کے مطابق تمام فریقوں کے سهام کو بھی 180 ہی سے ضرب دیں گے، چنانچہ بیویوں کے 3 سهام کو 180 سے ضرب دی تو ($۵۴۰ = ۳ \times ۱۸۰$) حاصل ضرب 540 ہوا۔ لہذا 540 سهام چار بیویوں کو دیئے اس طرح کہ ($۱۳۵ = ۴ \div ۵۴۰$) ہر بیوی کو 135 سهام آئیں گے۔ جب 4320 سے 540 نفی کئے تو ($۳۷۸۰ = ۵۴۰ - ۲۳۲۰$) 3780 سهام باقی بچے۔ اب بیٹیوں کے 16 سهام کو 180 سے ضرب دیں تو ($۲۸۸۰ = ۱۶ \times ۱۸۰$) حاصل ضرب 2880 لہذا بیٹیوں کو یہ سهام اس طرح دیئے کہ ($۱۸۰ = ۱۶ \div ۲۸۸۰$) ہر بیٹی کو 160 سهام آئیں۔ یہ حصہ بھی نکالا تو ($۹۰۰ = ۲۸۸۰ - ۳۷۸۰$) باقی 900 سهام بچے۔ اب دادیوں کے 4 سهام کو بھی 180 کیساتھ ضرب دی تو ($۷۲۰ = ۴ \times ۱۸۰$) حاصل ضرب 720 ہوا۔ لہذا یہ 720 پندرہ دادیوں میں اس طرح تقسیم کریں گے کہ ($۲۸ = ۱۵ \div ۷۲۰$) ہر ایک دادی کو 48 سهام آئیں گے۔ چچوں کے سهام کو بھی 180 سے ضرب دی تو ($۱۸۰ = ۱ \times ۱۸۰$) حاصل ضرب 180 ہی رہا۔ لہذا 6 چچوں میں یہ سهام اس طرح تقسیم کئے کہ ہر چچا کو (30) سهام آئے۔ لیجئے جن فریقوں پر ان کے سهام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے اب وہ بلا کسر پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

مسئلہ $۲۳۲۰ = ۱۸۰ \times ۲۳$ تصحیح

4 بیویاں	18 بیٹیاں	15 دادیاں	6 چچے
نہم	ثلثان	سدس	ماضی

$$۲۰ = ۶ \div ۱۸۰ = ۱۸۰ \times ۱ \quad ۲۸ = ۱۵ \div ۷۲۰ = ۱۸۰ \times ۴ \quad ۱۶ = ۱۶ \div ۲۸۸۰ = ۱۸۰ \times ۱۶ \quad ۱۳۵ = ۴ \div ۵۴۰ = ۱۸۰ \times ۳$$

حصص کی پڑتال ($۲۳۲۰ = ۱۸۰ + ۷۲۰ + ۲۸۸۰ + ۵۴۰$)

قوله الرابع ان تكون الاعداد الخ

قاعدہ نمبر 4

”صحیح = ایک فریق کا عدد روؤس x دوسرے فریق کا عدد روؤس x اصل مسئلہ = عول“

جب متاثرہ فریقوں کے روؤس کی آپس میں نسبت بتائیں کی ہو تو ایسی صورت میں ہر فریق کے جمع روؤس کو دوسرے فریق کے جمع روؤس کے ساتھ ضرب دیں گے۔ جو حاصل ضرب ہو اس کو اگلے فریق کے جمع روؤس کے ساتھ ضرب دیں گے پھر اس سے جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اگلے فریق کے جمع روؤس کے ساتھ ضرب دیں گے ان سے جو حاصل ضرب آئے گا اس کو اگلے فریق کے جمع روؤس کے ساتھ ضرب دیں گے اسی طرح تمام روؤس کے ساتھ کریں گے پھر جب جمع روؤس پورے ہو جائیں گے تو جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور پھر حسب سابق تمام سهام کو اسی عدد سے ضرب دے کر سهام تقسیم کر دیں گے۔

جیسا کہ کسی شخص نے 2 بیویاں، 6 دادیاں، 10 بیٹیاں اور 7 چچے چھوڑے ہوں۔ ان میں دو بیویوں کا حصہ ”ثمن“ ہے، چھ دادیوں کا حصہ ”سدس“ ہے، دس بیٹیوں کا حصہ ”ثلثان“ ہے اور چھ چچوں کا حصہ ”باقی“ چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا ”ثمن“ دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے اس لئے مسئلہ 24 سے بنا۔ بیویوں کو 3، دادیوں کو 4، بیٹیوں کو 16 اور چچوں کو باقی (1)

اس مسئلہ میں غور کریں! دو بیویوں پر 3 سهام پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کی اپنے سهام کے ساتھ نسبت ”بتاین“ کی ہے، لہذا ان کے اصل روؤس ”2“ کو محفوظ کر لیا، یونہی 6 دادیوں پر 4 سهام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کی اپنے سهام کے ساتھ نسبت ”توافق بالصف“ کی ہے۔ لہذا اصل روؤس کی بجائے ان کے وفق ”3“ کو محفوظ کر لیا، یونہی 10 بیٹیوں میں ان کے سهام ”16“ پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور 10 کی 16 کے ساتھ ”نسبت توافق بالنصف“ کی ہے اور ”10“ کا وفق ”5“ ہے۔ لہذا یہاں

بھی اصل عدد دوس کی بجائے ان کا وقتی "5" محفوظ کر لیا، یونہی "7" چوں پر "1" پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اور ان کی اپنے سہم کے ساتھ نسبت بتائیں کی ہے لہذا ان کا اصل عدد دوس "7" محفوظ کر لیا۔

اس طرح اب تک کل محفوظ شدہ اعداد "2، 5، 3، 2" ہوئے۔ ان اعداد کی آپس میں نسبت دیکھی تو "بتائیں" کی ہے لہذا، ایک "عدد دوس" کو دوسرے "عدد دوس" کے ساتھ ضرب دیں گے۔ چنانچہ "2" کو "3" کے ساتھ ضرب دی۔ تو $(6 = 3 \times 2)$ حاصل ضرب 6 ہوا۔ اس حاصل ضرب کو "5" سے ضرب دی تو $(30 = 6 \times 5)$ "30" جواب آیا۔ اس حاصل ضرب کو "7" کے ساتھ ضرب دی تو $(210 = 30 \times 7)$ "210" جواب آیا۔ اس جمیع حاصل ضرب کو اصل مسئلہ "24" کے ساتھ ضرب دی تو $(5040 = 210 \times 24)$ حاصل ضرب "5040" ہوا۔

اب مسئلہ کی تصحیح اسی حاصل ضرب (5040) سے ہوگی اور قانون کے مطابق تمام سہام کو بھی "210" کے ساتھ ضرب دیں گے۔ چنانچہ "2" بیویوں کے سہام "3" تھے "3" کو "210" کے ساتھ ضرب دی $(630 = 3 \times 210)$ تو حاصل ضرب "630" ہوا۔ لہذا دو بیویوں کو "630" اس طرح دیئے کہ ہر ایک کو $(315 = 630 \div 2)$ "315" سہام آئیں۔ یونہی دادیوں کے سہام "4" تھے ان کو بھی "210" کے ساتھ ضرب دی تو $(840 = 4 \times 210)$ حاصل ضرب "840" ہوا۔ یہ "840" چھ دادیوں میں اس طرح تقسیم کر دیں گے کہ ہر ایک دادی کو $(140 = 840 \div 6)$ "ایک سو چالیس" سہام آئیں گے۔

جب 5040 میں سے بیویوں کے 630 سہام نکالے تو $(4410 = 5040 - 630)$ 4410 سہام باقی بچے۔ پھر ان میں سے دادیوں کے 840 نکالے تو $(3570 = 4410 - 840)$ 3570 سہام باقی بچے۔

دس بیٹیوں کے سہام 16 تھے، ان کو بھی 210 کے ساتھ ضرب دی تو $(3360 = 16 \times 210)$ حاصل ضرب 3360 ہوا۔ لہذا یہ 3360 دس بیٹیوں میں اس طرح

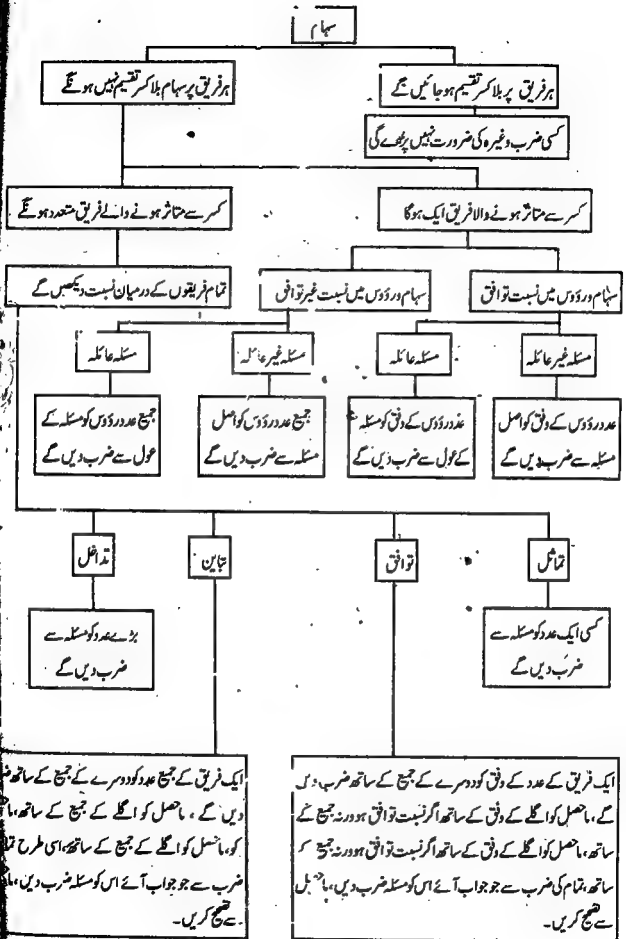
تقسیم کئے کہ ہر ایک بیٹی کو $(336 \div 10 = 33.6)$ آئیں۔ باقی ماندہ 3570 میں سے ان کا حصہ $(33.6 \times 10 = 336)$ نکالا تو $(336 \times 10 = 3360)$ 210 سہام باقی بچے۔

سات چچوں کا ایک سہم تھا اس کو بھی دوسو دس کے ساتھ ضرب دی تو $(210 \times 1 = 210)$ حاصل ضرب 210 ہوا۔ چنانچہ 7 چچوں کو 210 سہام اس طرح دیئے کہ ہر ایک چچا کو $(210 \div 7 = 30)$ 30 سہام آئے۔ اس طرح وہ تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے جو اپنے اپنے روڈوں پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے

$$\text{مسئلہ } 210 \times 24 = 5040$$

2 بیویاں خمن	6 دادیاں سدس	10 بیٹیاں ثلثان	7 چچے ماہی
$210 \times 2 = 420$	$210 \times 6 = 1260$	$210 \times 10 = 2100$	$210 \times 7 = 1470$

$$\text{حصص کی پڑتال } (5040 = 420 + 1260 + 2100 + 1470)$$



فصل

واذا اردت ان تعرف نصيب كل فريق من التصحيح فاضرب ما كان لكل فريق من اصل المسألة في ماضربته في اصل المسألة فما حصل كان نصيب ذلك الفريق واذا اردت ان تعرف نصيب كل واحد من احاد ذلك الفريق فاقسم ما كان لكل فريق من اصل المسألة على عدد رؤسهم ثم اضرب الخارج في المضروب فالحاصل نصيب كل واحد من احاد ذلك الفريق ووجه اخرو هو ان تقسم المضروب على اى فريق شئت ثم اضرب الخارج في نصيب الفريق الذى قسمت عليه المضروب فالحاصل نصيب كل واحد من احاد ذلك الفريق ووجه اخر وهو طريق النسبة وهو الاوضح وهو ان تنسب سهام كل فريق من اصل المسألة الى عدد رؤسهم مفردا ثم تعطى بمثل تلك النسبة من المضروب لكل واحد من احاد ذلك الفريق

ترجمہ

جب تصحیح میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا ارادہ ہو، تو ضرب دے ہر فریق کے اس حصہ کو جو اس کو اس اصل مسئلہ سے حاصل ہوا اس عدد کے ساتھ جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی ہے جو جواب آئے گا وہ اس متعلقہ فریق کا حصہ ہوگا، پھر تقسیم کر دے ان حصص کو جو اصل مسئلہ سے اس کو حاصل ہوئے اس فریق کے عدد رؤوس پر، پھر جو جواب آئے اس کو اس عدد سے ضرب دے جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی۔ جو جواب آئے گا وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مضروب کو جس فریق پر چاہیں اس پر تقسیم کر دیں پھر جو جواب آئے اس کو اس فریق کے حصہ میں ضرب دیں جن پر مضروب کو تقسیم کیا تھا، جو جواب آئے گا، اس فریق کے افراد کا حصہ ہوگا، ایک اور طریقہ ہے، وہ طریقہ نسبت ہے اور یہی سب سے زیادہ واضح ہے وہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ سے حاصل ہونے

والے سہام کی ان میں سے ہر فریق کے عدد روؤں کے ساتھ نسبت دیکھی جائے اور اس تناسب سے مضروب میں سے اس متعلقہ فریق کے ہر فرد کا حصہ نکال لیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قوله واذا اردت ان تعرف نصيب الخ

تصحیح میں سے ہر فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا ایک طریقہ تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تصحیح کے بعد فریق کا جتنا حصہ نکالا اس کو اس کے روؤں پر تقسیم کر دو۔ جو جواب آئے وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہے۔ جیسا کہ سابقہ مثال میں ہم نے 10 بیٹیوں کے حصہ میں آنے والے 3360 سہام کو ان کے عدد روؤں "10" پر تقسیم کیا تو ہر بیٹی کا حصہ 336 نکل آیا۔ یہ طریقہ انتہائی آسان اور عام فہم ہے اس کے علاوہ کتاب میں ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کے جو طریقے بیان کئے گئے ہیں اب وہ پیش کئے جاتے ہیں۔

ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

اگر ہر فریق کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اصل مسئلہ کو جس عدد سے ضرب دیکر مسئلہ کی تصحیح کی تھی اسی عدد کے ساتھ اب ہر فریق کے سہام (جو کہ ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کو بھی ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہی اس فریق کا حصہ ہوگا۔ جیسا کہ سابقہ مثالوں میں ہم نے جب مسئلہ 24 سے بنایا تو تصحیح کے لئے اس کو 210 سے ضرب دی تھی اس لئے 6 دادیوں کا حصہ معلوم کرنے کے لئے ان کے سہام (جو ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کو بھی 210 ہی سے ضرب دی تو اصل ضرب 840 آیا اور یہی دادیوں کا حصہ ہے۔

قوله واذا اردت ان تعرف نصيب كل واحد الخ

فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

جب فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو صاحب کتاب نے اس سے تین

قاعدے بیان کیے ہیں۔

قوله فاقسم ما كان لكل فریق الخ

قاعدہ نمبر 1

”فریق کے اصل مسئلہ سے بننے والے سہام ÷ اس فریق کے عدد رؤوس × وہ عدد جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی = ہر فریق کا حصہ“

یعنی ہر فریق کو اصل مسئلہ سے جو سہام ملے تھے ان سہام کو ان کے عدد رؤوس پر تقسیم کریں، جو جواب آئے گا اس کو اس عدد کے ساتھ ضرب دیں جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دے کر تصحیح کی تھی، جو جواب آئے گا وہ ہر فریق کا حصہ ہوگا۔

اس قاعدے کے تحت اسی مسئلہ میں 10 بیٹیوں میں سے ہر ایک کا حصہ نکال کر دیکھیں۔ چنانچہ ان کے سہام دیکھے تو 16 تھے ان کو دس پر تقسیم کیا کیونکہ اس فریق کے عدد رؤوس 10 ہیں، تو جواب $(16 \div 10 = 1.6)$ آیا۔ اب اس جواب کو 210 کے ساتھ ضرب دی کیونکہ تصحیح کے لئے اصل مسئلہ کو اسی کے ساتھ ضرب دی تھی تو جواب $(1.6 \times 210 = 336)$ آیا۔ معلوم ہوا کہ ہر بیٹی کا حصہ 336 ہے۔

قوله ووجه آخر الخ

قاعدہ نمبر 2

”وہ عدد جس کے ساتھ تصحیح کے لئے اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی ÷ اس فریق کے عدد رؤوس × اس فریق کے سہام = مطلوبہ فریق کے ہر فرد کا حصہ“

یعنی تصحیح کے لئے اصل مسئلہ کو جس عدد سے ضرب دی تھی اسی عدد کو اس فریق کے رؤوس پر تقسیم کر دیں جس کے افراد کے حصص معلوم کرنا مقصود ہو۔ اس سے جو جواب آئے اس کو اس فریق کے سہام کے ساتھ ضرب دے دیں۔ اب جو جواب آئے گا وہی اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

جیسا کہ سابقہ مثال میں بیٹیوں میں سے ہر ایک کا حصہ معلوم کرنا ہوتا 210 (جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی) 10 (جو کہ مطلوبہ فریق کا عدد رؤوس ہے) سے

کیا تو جواب $(21=10 \div 210)$ آیا۔ اب اس حاصل جواب کو 16 (بیٹیوں کے سہام جو ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کے ساتھ ضرب دی تو جواب $(336=16 \times 21)$ آیا۔ معلوم ہوا کہ ہر بیٹی کا حصہ 336 ہے۔

قوله ووجه آخر وهو طريق النسبة الخ

قاعدہ نمبر 3

ہر فریق کے بارے میں یہ دیکھ لیں کہ اس کے رؤوس اور سہام میں نسبت کیا ہے؟ جو نسبت اس عدد رؤوس کو اپنے سہام کے ساتھ ہو، وہی نسبت اس عدد سے نکال کر اس فریق کے ہر فرد کو دے دیں گے وہی اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

جیسا کہ سابقہ مثال میں بیٹیوں کا حصہ نکالنے کے لئے ہم نے بیٹیوں کے عدد رؤوس اور سہام میں نسبت دیکھی تو یہ تھی ”رؤوس، سہام کی ایک مثل اور ایک مثل کے تین خس ہے (کیونکہ 16 کو اگر 10 کے تناظر میں دیکھیں تو اس میں ایک 10 کی مثل موجود ہے اور اگر 10 کا پانچواں پانچواں حصہ نکالیں تو وہ 2 ہے۔ تو 10.6 کے تین اخماس بنے چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ 10.6 کے تین اخماس کے برابر ہوتا ہے۔ (معلوم ہوا کہ 16 میں 10 کی ایک مثل اور 3 اخماس موجود ہیں) یہی ایک مثل اور تین اخماس اگر ہم اس عدد کے لئے لیں جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی تو ہمیں ہر بیٹی کا حصہ معلوم ہو جائے گا۔ تو جس عدد کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی وہ ہے 210۔ تو ہم نے 210 کی ایک تو مثل لی اور 210 کے اگر ہم 5:5 حصے کریں تو $(210=5 \div 42)$ ایک خس 42 بنا اب تین اخماس لینے کے لیے 42 کو 3 سے ضرب دیں گے چنانچہ تین اخماس $(126=3 \times 42)$ ہوئے اب دیکھیں کہ اس کی ایک مثل 210 تھی، اس کو اور تین اخماس کو جمع کریں تو $(336=126+210)$ جواب 336 آیا۔ یہی ہر بیٹی کا حصہ ہے۔

فصل فی قسمة التركات بین الورثة والغرماء

اذا كان بین التصحیح والتركة مباينة فاضرب سهام كل وارث من التصحیح فی جمیع التركة ثم اقسام المبلغ علی التصحیح مثاله بنتان وابوان والتركة سبعة دنانیر واذا كان بین التصحیح والتركة موافقة فاضرب سهام كل وارث من التصحیح فی وفق التركة ثم اقسام المبلغ علی وفق التصحیح فالخارج نصیب ذلك الوارث فی الوجهین هذا المعرفة نصیب كل فردا المعرفة نصیب كل فريق منهم فاضرب ما كان لكل فريق من اصل المسألة فی وفق التركة ثم اقسام المبلغ علی وفق المسألة ان كان بین التركة والمسألة موافقة وان كان بينهما مباينة فاضرب فی كل التركة ثم اقسام الحاصل علی جمیع المسألة فالخارج نصیب ذلك الفريق فی الوجهین اما فی قضاء الديون فدين كل غريم بمنزلة سهام كل وارث فی العمل ومجموع الديون بمنزلة التصحیح وان كان فی التركة كسور فابسط التركة والمسألة كليهما ای اجعلهما من جنس الكسر ثم قدم فيه مارسمناه

ترجمہ

جب تصحیح اور تركة میں نسبت بتاین کی ہو تو تصحیح میں سے ہر وارث کے سهام کو جمع تركة سے ضرب دیں گے، جو جواب آئے گا اس کو ”تصحیح“ پر تقسیم کریں گے اس کی مثال دو بیٹیاں، ماں اور باپ اور تركة 7 دینار ہے۔ اور جب تصحیح اور تركة میں نسبت ”توافق“ کی ہو تو تصحیح میں سے ہر فریق کے حصہ کو تركة کے وفق میں ضرب دیں گے، اس سے جو جواب آئے گا اس کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دیں گے، جو جواب آئے گا وہ اس وارث کا حصہ ہوگا دونوں وجہوں میں۔ یہ تو قانون ہے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا۔ ان میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو جو اصل مسئلہ سے حصہ حاصل ہوا اس کو تركة کے وفق

میں ضرب دیں اگر ترکہ اور مسئلہ میں موافقت ہو۔ اور اگر ان کے درمیان نسبت بتائیں کی ہو تو کل ترکہ سے ضرب دیں اور جو جواب آئے اس کو جمع مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ دونوں صورتوں میں متعلقہ فریق کا حصہ ہوگا۔ اور قرضہ جات کی ادائیگی میں ہر قرض خواہ کے قرضہ کی حیثیت وارث کے سہام جیسی ہوگی۔ اور کل قرضہ جات کی حیثیت تصحیح جیسی ہوگی اور اگر ترکہ میں کسریں ہوں تو ترکہ اور مسئلہ کو پھیلا لیں یعنی ان دونوں کو کسر کی جنس سے کر لیا جائے پھر جیسے پیچھے قوانین بیان کئے گئے ہیں ان کے مطابق تقسیم وغیرہ کی جائے۔



گا۔ پھر اس حاصل ضرب کو عول (7) پر تقسیم کر دیں گے $(8 \div 5 = 1.6)$ یعنی کہ نو دینار اور ایک دینار کے تین اثمان (ایک دینار کے اگر 8 حصے کئے جائیں تو ان 8 حصوں میں سے "3" تین اثمان کہلائیں گے) جواب آتا ہے۔ پچیس دیناروں سے شوہر کا یہی حصہ ہے۔ یونہی ماں کے حصہ (1 جو اس کو قسح سے ملا تھا) کو کل ترکہ سے ضرب $(25 \div 1 \times 52)$ تو جواب 25 آتا ہے۔ اب 25 کو کل قسح (8) پر تقسیم کر دیں $(8 \div 25 = 0.32)$ تو جواب 3 دینار اور ایک ثمن آئے گا۔ ماں کا یہی حصہ ہے۔

یونہی ہر بہن کے حصہ (2 جو ان کو قسح سے ملا تھا) کو ضرب دی کل ترکہ 25 کے ساتھ تو جواب $(25 \times 2 = 50)$ پچاس آیا۔ اب اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا عول (8) پر تو جواب $(50 \div 8 = 6.25)$ 6 دینار اور ایک ربع آیا۔ یہ ہر بہن کا حصہ ہے۔ اب ان تقسیم کردہ حصص کی پڑتال یوں کرتے ہیں کہ جتنے سهام ہر فریق کو دیئے ان کو جمع کر کے دیکھ لیں اگر حاصل جواب وہی آئے جس کو تقسیم کرنا شروع کیا تھا تو آپ کی تقسیم صحیح ہوگی۔ چنانچہ $(9 \text{ دینار اور } 3 \text{ اثمان} + 3 \text{ دینار اور } 1 \text{ ثمن} + 6 \text{ دینار اور } 1 \text{ ربع} + 6 \text{ دینار اور } 1 \text{ ربع}) = (9 + 3 + 6 + 6) = 24$ دینار = 24 دینار + 1 دینار = 25 دینار۔

اس پڑتال سے معلوم ہوا کہ تمام فریقوں کے سهام صحیح تقسیم ہوئے ہیں۔

قوله واذا كان بين النصح والنسبة موافقة الخ

تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق کا بیان اور یہی مداخل کا بھی ہے

”ہر فرد کا حصہ (جو ان کو قسح سے ملا) \times ترکہ کا وفق \div قسح کا وفق = ہر فرد کا ترکہ سے حصہ“
یعنی ہر فرد کا وہ حصہ جو ان کو قسح سے ملا اس کو کل ترکہ کے وفق کے ساتھ ضرب دیں اس کا جو جواب آئے اس کو قسح کے وفق پر تقسیم کریں جو جواب آئے گا وہ قسح میں سے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

توافق کی مثال

جیسا کہ کوئی عورت شوہر، ماں اور دو بیٹی بہنیں چھوڑ کر مری ہو، شوہر کا نصف، ماں کا سدس، اور دو بہنوں کا ثلثان، ایک ہی نوع کے حصص ہیں اور چھوٹا ”سدس“ ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا نصف (3) شوہر کا سدس (1) ماں کا اور ثلثان (4) دو بہنوں کے (2+2=4) اس طرح (3+1+3=7) عول ہو گیا 8 کی طرف۔

فرض کریں کہ کل ترکہ 50 دینار ہے 8 اور 50 میں توافق بالانصف کی نسبت ہے اس لئے شوہر کے سہام 3 کو ترکہ کے وفق 25 سے ضرب دی تو (25×3=75) حاصل ضرب 75 ہوا۔ اب اس حاصل ضرب کو تصحیح یعنی عول (8) کے وفق (4) پر تقسیم کیا تو (75÷4=18.75) دینار اور 3 رطل جواب آیا۔ یہی حصہ شوہر کا ہے۔ یونہی ماں کے حصہ 1 کو ضرب دی کل ترکہ (50) کے ساتھ تو حاصل ضرب (50×1=50) حاصل ضرب 50 آئے گا۔ پھر اس کو تصحیح (8) پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم 6 دینار اور 3 رطل آیا یہ حصہ ہے ماں کا۔ اس تصحیح میں سے دو بہنوں کے دو سہام تھے ان کو کل ترکہ (50) سے ضرب دی تو (50×2=100) جواب 200 آیا۔ اس کو تصحیح (8) پر تقسیم کیا تو (200÷8=25) جواب آیا اور یہ حصہ ہے دو بہنوں کا پچاس دینار میں سے۔

اس تقسیم کی پڑتال کر لیں 18 دینار اور 3 رطل + 6 دینار اور 1 رطل + 25 دینار = 25 دینار + 18 دینار + 6 دینار + (3 رطل + 1 رطل = 1 دینار) = 50 دینار۔

قوله فالخارج نصب ذالک الوارث فی الوجهین الخ

مذکورہ دو قاعدے بیان کئے گئے ہیں ایک تصحیح اور ترکہ کے درمیان بتاؤں والا اور دوسرا تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق والا دونوں قاعدے بیان کرنے بعد دونوں کے متعلق اکٹھا بیان کر دیا کہ اس طرح ضرب دینے سے جو جواب آئے گا اصل مسئلہ سے متعلقہ وارث کا وہی حصہ ہوگا۔ یعنی تصحیح اور ترکہ کے درمیان نسبت بتاؤں کی ہو یا توافق کی۔ جب مذکورہ قانون

کے مطابق ضرب اور تقسیم کی جائے گی تو جو جواب آئے گا وہ اس وارث کا حصہ ہوگا۔ ہم نے بتائیں کہ مثال اس کے ساتھ الگ اور توافق اور تداخل کی مثال الگ بیان کر دی ہے۔

تداخل کی مثال

جیسا کہ کوئی عورت ہشوہر، ماں اور دو یعنی بہنیں چھوڑ کر مرے تو شوہر کا نصف، ماں کا سدس اور دو بہنوں کا ثلثان ہے۔ یہ سب ایک ہی نوع کے حصے ہیں اور ان میں سے چھوٹا سدس ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا۔ نصف (3) شوہر کو، سدس (1) ماں کو اور ثلثان (4) دو بہنوں کو ($2+2=4$) دیئے۔ اس طرح ($3+1+2=6$) عول ہو گیا 8 کی طرف۔

فرزین کزیں کہ ترکہ 24 دینار ہیں اور تصحیح و ترکہ میں نسبت قداخل کی ہے یہاں پر اگر توافق نہ کیں تو سب سے بڑا عدد 4 ہے جو ان دونوں کو تقسیم کر سکتا ہے تو 24 کا وفق 6 ہوگا۔ شوہر کے سہام (3) کو ضرب دیں ترکہ کے وفق 6 کے ساتھ تو $(18 = 3 \times 6)$ جواب 18 آیا۔ اس 18 کو تقسیم کریں تصحیح کے وفق (2) پر تو $(9 = 18 \div 2)$ جواب 9 آیا۔ یہی حصہ ہے شوہر کا۔ یونہی ماں کے ایک سہم کو ضرب دیں 6 کے ساتھ تو $(6 = 1 \times 6)$ جواب 6 آیا۔ اس حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق (2) پر تقسیم کیا تو $(3 = 6 \div 2)$ جواب 3 آیا۔ یہی حصہ ہے ماں کا۔ اسی طرح ایک بہن کے حصہ (2) کو ضرب دیں ترکہ کے وفق (6) کے ساتھ تو $(12 = 2 \times 6)$ حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب حاصل ضرب کو تقسیم کیا تصحیح کے وفق (2) پر تو $(6 = 12 \div 2)$ حاصل تقسیم 6 ہوا۔ اسی طرح دوسری بہن کا حصہ بھی نکلے گا وہ بھی یقیناً 6 ہی ہوگا۔ یوں تمام افراد کو ان کے اپنے اپنے حصے کے مطابق ترکہ مل جائے گا۔

اب آخر میں اس تقسیم کی بھی پڑتال کر لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہماری تقسیم

درست تھی۔۔۔۔۔ پڑتا ہے۔۔۔۔۔ $(23 = 6 + 6 + 3 + 9)$

نوٹ:

یہ تو طریقہ تھا اس صورت نے لئے کہ ترکہ میں کس نہ ہو اگر کسی ہو جیسا کہ قرآن
25 دینار اور ملٹ ہو تو اس کو تقسیم کرنے کا طریقہ درج ذیل ہے:

صحیح اعداد \times کسر کا مخرج $+ 1 =$ کل ترکہ $(\text{صحیح} \times \text{کسر کا مخرج} = \text{کل تصحیح})$ اس کا

استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔

(i) اگر تصحیح اور ترکہ میں توافق ہو تو ”فرد کے وہ سہام جو تصحیح سے حاصل ہوئے

\times ترکہ (جو کہ صحیح اعداد کو کسر کے ساتھ ضرب دینے اور ان میں ایک جمع کرنے سے حاصل ہوا) کا وفق \div تصحیح (جو کہ اصل تصحیح کو کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوئی) کا وفق = مطلوبہ فرد کا حصہ“

(ii) اگر تصحیح اور ترکہ میں نسبت بتاؤں کی ہو تو ”فرد کے وہ سہام جو تصحیح سے حاصل

ہوئے تھے \times کل ترکہ (جو کہ صحیح اعداد اور کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دینے اور ان میں ایک جمع کرنے سے حاصل ہوا) \div کل تصحیح (جو کہ کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوئی) = مطلوبہ فرد کا حصہ“

یعنی ایسی رقم جس میں کسر آ رہی ہو اس سے کسر کو الگ کر لیں، کسر کا مخرج دیکھیں

کیا ہے؟ اگر کسر ثلث ہوئی تو اس کا مخرج 3 ہوگا اگر ربع ہوئی تو اس کا مخرج 4 ہوگا۔ اگر خمس

ہوئی تو اس کا مخرج 5 ہوگا علیٰ ہذا القیاس جیسا کہ پیچھے مخرج کے باب میں

گذرا۔ پھر بغیر کسر والی پوری رقم کو کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دیں جو جواب آئے اس میں

کسر کو (یہاں یہ بات یاد رہے کہ کسر ایک پورا عدد کے طور پر) جمع کر دیں بلکہ یوں کہیں کہ

حاصل ضرب میں ایک جمع کر دیں، اسی طرح جس عدد سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی تھی اس کو بھی

ترکہ کے کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دیں۔ اس صحت آپ کے پاس دو حاصل ضرب آپکے

ہیں ایک تو صحیح اعداد کو کسر کے مخرج سے جو ضرب دی تھی اس کا حاصل اور دوسرا وہ کہ جس

عدد سے مسئلہ کی تصحیح کی تھی اس کو ترکہ کی کسر کے مخرج سے ضرب دی تھی اس کا حاصل۔

اب جیسے سابقہ قاعدہ میں آپ نے پڑھا اسی طرح کریں، پہلے تو یہ دیکھیں کہ تصحیح

کا جو حاصل ہے اس میں اور ترکہ سے حاصل میں نسبت کیا ہے؟ اگر توافق کی ہے تو ہر وارث

کو جو حصہ تصحیح سے حاصل ہوا تھا اس کو ترکہ کے وفق کے ساتھ ضرب دیں اور حاصل تصحیح کے

وفق پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہی اس فرد کا حصہ ہوگا اور اگر تصحیح اور ترکہ میں تباہی ہے تو پھر جس فرد کا حصہ معلوم کرنا مقصود ہے اس کے ان سہام کو جو اس کو تصحیح سے حاصل ہوئے ترکہ کے کل کے ساتھ ضرب دیں اور حاصل کو کل تصحیح پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہی اس فرد کا حصہ ہوگا۔

مثال

جیسا کہ مذکورہ مسئلہ میں اگر ترکہ 25 دینار اور ثلث ہو تو پہلے صحیح اعداد (25) کو ضرب دیں گے کسر (ثلث) کے خراج (3) کے ساتھ تو $(45 = 3 \times 15)$ جواب 75 آئے گا۔ اس حاصل ضرب میں ایک جمع کر دیں گے تو $(46 = 1 + 45)$ جواب 76 آیا۔ چونکہ مسئلہ 6 سے بنا تھا اور غول ہوا تھا 8 کی طرف۔ تو 8 کو بھی کسر کے خراج (3) سے ضرب دینی تو $(24 = 3 \times 8)$ حاصل ضرب 24 آیا۔ اب یوں سمجھیں گویا کہ ہمارے پاس کل ترکہ 76 سہام اور تصحیح 24 ہے۔ شوہر کے سہام 3 تھے ان کو کل ترکہ کے ساتھ ضرب دی تو $(228 = 3 \times 76)$ حاصل ضرب 228 آیا۔ اب اس 228 کو تقسیم کیا تصحیح (24) پر تو $(9.5 = 228 \div 24)$ "9 مکمل اور ایک آدھا" جواب آیا یہی شوہر کا حصہ ہے۔ اسی طرح ماں کے ایک حصہ کو بھی ضرب دی 76 کے ساتھ تو $(46 = 1 \times 46)$ جواب 76 آیا اب اس کو تقسیم کیا 24 پر تو $(3.16 = 76 \div 24)$ تین مکمل اور ایک سدس۔ یہی حصہ ہے ماں کا۔ اسی طرح بہن کے دو سہام کو ضرب دی 76 سے تو $(152 = 2 \times 76)$ حاصل ضرب 152 ہوا۔ اب اس حاصل ضرب کو ہم نے تقسیم کیا 24 پر تو $(6.33 = 152 \div 24)$ مکمل اور ایک ثلث جواب آیا۔ یہی حصہ ہے ایک بہن کا اسی طرح دوسری بہن کا بھی 6 اور ثلث حصہ ہوگا۔

پڑتاں:

$$(9 \text{ اور نصف} + 3 \text{ اور} 1 \text{ سدس} + 6 \text{ اور} 1 \text{ ثلث} + 6 \text{ اور} 1 \text{ ثلث}) =$$

$$(24 + \text{ثلثان} + \text{سدس} + \text{نصف}) = (24 + \text{ثلثان} + \text{ثلثان}) =$$

$$(24 + 1 + \text{ثلث}) = (25 + \text{ثلث}) = \text{کل ترکہ}$$

تصحیح میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ:

﴿تصحیح اور ترکہ میں نسبت توافق کا بیان﴾

اگر تصحیح اور ترکہ میں نسبت توافق کی ہو تو ہر فریق کو تصحیح میں سے جو حصہ ملا اس کو ترکہ کے وفق سے ضرب دیں جو جواب آئے اس کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہ اس فریق کا تصحیح میں سے حصہ ہوگا۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، چار یعنی بہنیں اور دو اخیانی بہنیں چھوڑی ہوں تو اصل مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے نصف (3 سہام) شوہر کے، دوثلث (4 سہام) یعنی بہنوں کے اور ثلث (2 سہام) اخیانی بہنوں کے ہونگے اس طرح $(9 = 3 + 3 + 3)$ عول ہو جائے گا 9 کی طرف۔

اگر فرض کریں کہ کل ترکہ 30 دینار ہیں تو ترکہ اور تصحیح کے درمیان نسبت توافق بالثلث کی ہے۔ شوہر کے تصحیح میں سے 3 سہام تھے ان کو ترکہ (30) کے وفق (10) کے ساتھ ضرب دی تو $(30 = 10 \times 3)$ حاصل ضرب 30 آیا۔ اس 30 کو مسئلہ کے وفق (3) پر تقسیم کیا تو جواب 10 آیا۔ یہ حصہ ہے شوہر کا 30 میں سے۔ یعنی بہنوں کے سہام اصل مسئلہ سے 4 تھے۔ ان کے سہام کو ضرب دی ترکہ کے وفق (10) کے ساتھ تو حاصل ضرب 40 آیا۔ پھر اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا مسئلہ (30) کے وفق (10) پر تو جواب 13 اور ایک ثلث آیا۔ یہ حصہ ہے چار یعنی بہنوں کا تیس دیناروں میں سے۔ دو اخیانی بہنوں کے اصل مسئلہ میں سے 2 سہم تھے ان کو ترکہ (30) کے ثلث (10) کے ساتھ ضرب دی تو حاصل ضرب (20) آیا۔ اس کو تقسیم کیا مسئلہ کے ثلث پر تو حاصل تقسیم 6 اور دوثلث آیا۔ یہ حصہ ہے دو اخیانی بہنوں کا ترکہ میں سے۔

نوٹ:

جب تصحیح اور ترکہ میں نسبت متداخل کی ہو تو اس کے متعلق احکام نسبت توافق والے ہی ہیں اس لئے اس کو مصنف نے الگ بیان نہیں کیا ہے۔

تصحیح اور ترکہ میں نسبت بتائیں کا بیان

اور اگر تصحیح و ترکہ میں نسبت بتائیں کی ہو تو ہر فریق کو تصحیح میں سے جو حصہ ملا ہے اس کو کل ترکہ کے ساتھ ضرب دیں گے، جو جواب آئے گا اس کو جمع تصحیح پر تقسیم کر دیں گے جو جواب آئے گا وہ اس فریق کا حصہ ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے شوہر، چار یعنی بہنیں اور دو اخیانی بہنیں چھوڑی ہوں تو مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے نصف (3 سہام) شوہر کے، دو ٹکٹ (4 سہام) یعنی بہنوں کے اور ایک ٹکٹ (2 سہام) اخیانی بہنوں کے۔ اس طرح مول ہو جائے گا 9 کی طرف

فرض کریں کہ کل ترکہ 32 دینار ہیں تو تصحیح اور ترکہ میں نسبت ”بتائیں“ کی ہے۔ چنانچہ شوہر کے تصحیح سے حاصل شدہ سہام (3) کو جمع ترکہ (32) سے ضرب دی تو حاصل ضرب 96 آیا۔ اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا جمع مسئلہ (9) پر تو حاصل تقسیم 10 اور دو ٹکٹ آئے۔ یہ حصہ ہے شوہر کا 32 دیناروں میں سے۔ یعنی بہنوں کے چار سہام کو بھی جمع ترکہ سے ضرب دی تو حاصل ضرب 128 آیا۔ اس کو جمع مسئلہ (9) پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم 14 اور دو ٹکٹ (1/9 ایک ٹکٹ ہوتا ہے) اخیانی بہنوں کے دو سہام کو جمع ترکہ کے ساتھ ضرب دی تو حاصل ضرب 64 آیا۔ اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا جمع مسئلہ پر تو حاصل تقسیم 7 اور ایک ٹکٹ آیا۔

قوله واما فی قضاء الدیون الخ

قرض خواہوں کے درمیان وراثت تقسیم کرنے کا طریقہ

اس کا بہت آسان طریقہ ہے وہ یہ کہ ہر قرض خواہ کو ایک وارث کی طرح سمجھیں اور اس کا قرضہ ایسے سمجھیں جیسے وارث کے حصے میں سہام ہوتے ہیں اور تمام قرض خواہوں کا مجموعی قرضہ جو میت کے ذمہ تھا اس کو وراثت کی طرح سمجھیں اور وہی معاملہ کریں جو وراثت کے ساتھ کیا تھا (یاد رہے کہ یہ ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب میت نے اتنا مال نہ چھوڑا کہ تجبیز و تکفین کے بعد جو بچے وہ تمام قرض خواہوں کو پورا ہو سکے بلکہ قرضہ کی بہ نسبت

مال کم چھوڑا ہو، اگر تجہیز و تکفین کے بعد مال اتنا ہے کہ تمام قرض خواہوں کے قرضے ادا ہو سکتے ہیں تو پھر اس تقسیم وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

مثال

جیسا کہ کوئی شخص مرا، اس نے 9 دینار چھوڑے اور اس پر دو آدمیوں کا قرضہ تھا، ان میں سے ایک کے 10 دینار، دوسرے کے 5۔ ہم نے یوں کیا کہ دونوں کے قرضوں کو جمع کیا تو 15 دینار ہو گئے یہ سمجھو کہ تصحیح ہو گئی۔ اب 9 اور 15 میں نسبت دیکھی تو وہ ۳:۵ اسبق بالثلث کی تھی۔ اب اس طرح کیا کہ جس قرض خواہ کے 10 دینار قرضہ تھا اس کے دس کو ضرب دی 15 کے وفق 3 کے ساتھ تو $(30 = 3 \times 10)$ حاصل ضرب 30 آیا۔ اس حاصل ضرب کو ہم نے تقسیم کیا تصحیح کے وفق (مجموع دیوں کا وفق جو کہ 5 ہے) پر تو جواب $(6 = 30 \div 5)$ آیا یہ حصہ اس قرض خواہ کو دیا جائے گا جس کا قرضہ 10 دینار تھا۔ اور جس کے 5 دینار قرضہ تھا جب اس کے 5 کو ہم نے ضرب دی ترکہ کے وفق (3)۔ ساتھ تو $(15 = 3 \times 5)$ جواب 15 آیا۔ پھر جب اس کو تصحیح کے وفق (5) پر تقسیم کیا تو $(3 = 15 \div 5)$ جواب 3 آئے گا یہی حصہ ہوگا اس قرضہ خواہ کا جس کا قرضہ 5 دینار تھا۔

تباين کی مثال

مثلاً مذکورہ مثال ہی میں اگر ترکہ 13 دینار فرض کریں۔ تو تصحیح اور ترکہ ۳:۵ دینار نسبت تباين کی ہوگی، اب دس دیناروں والے کے 10 دیناروں کو ضرب دیں۔ اس کے وفق (13) کے ساتھ تو $(130 = 13 \times 10)$ حاصل ضرب 130 ہوگا۔ اس حاصل ضرب کو کل تصحیح پر تو $(130 \div 15 = 8.66)$ جواب 8 اور 2 ثلث آئے گا۔ یہی حصہ دس دیناروں کے قرض خواہ کو جس کا قرض 10 دینار تھا۔ اور جس کا قرض 5 دینار تھا اس کے 5 کے وفق (13) کے ساتھ تو $(65 = 5 \times 13)$ حاصل ضرب 65 آئے گا۔ اس حاصل ضرب کو تقسیم کریں تصحیح کے وفق (مجموعہ جو کہ 15 ہے) پر تو جواب $(4.33 = 65 \div 15)$ ہوگا 4 اور 2 ثلث آیا اس قرض خواہ کو یہ حصہ دیا جائے گا۔

پڑتا ہے:

$$= 8 \text{ اور } 2 \text{ ٹکٹ} + 4 \text{ اور } 1 \text{ ٹکٹ}$$

$$= 12 \text{ دینار} + 2 \text{ ٹکٹ} + 1 \text{ ٹکٹ}$$

$$= 12 \text{ دینار} + (3 \text{ ٹکٹ} = 1 \text{ دینار})$$

$$= (13) \text{ دینار}$$

فصل فی التبخارج

من صالح علی شیء من التركة فاطرح سهامه من التصحيح ثم اقسام ما
 بقى من التركة علی سهام الباقين كزوج وام وعم فصالح الزوج علی ما
 فنی ذمته من المهر وخرج من البین فتقسم باقى التركة بین الام والعم
 اثلاثا بقدر سهامهما سهمان للام سهم للعم او زوجة واربعة بنین فصالح
 احد البنین علی شیء وخرج من البین فيقسم باقى التركة علی خمسة
 وعشرين سهما للمرأة اربعة اسهم ولكل ابن سبعة

ترجمہ

”جو شخص کسی چیز پر صلح کر لے ترکہ سے تو صحیح میں سے اس کے سهام ختم کر دیئے
 جائیں پھر بقیہ ترکہ باقی ماندہ ورثاء پر ان کے سهام کے مطابق تقسیم کر دیا جائے۔ جیسا کہ
 شوہر ماں اور چچا، تو شوہر نے صلح کر لی اس حق مہر پر جو اس کے ذمہ تھا اور ورثاء میں سے نکل
 گیا۔ تو باقی ترکہ ماں اور چچا کے درمیان ان کے سهام کے مطابق اثلاثا تقسیم کیا جائے گا۔
 دو سهام ماں کے لئے اور ایک سهم چچا کے لئے۔ یا بیوی اور چار بیٹے ہوں ان میں سے ایک
 بیٹے نے کسی چیز پر صلح کر لی اور ورثاء میں سے نکل گیا تو باقی ترکہ پچیس سهام میں تقسیم کر کے
 چارہم بیوی کو دیں گے اور ہر بیٹے کو سات سهام“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿تخارج کا بیان﴾

تخارج کا مطلب یہ ہے کہ تمام وراثہ کی رضا مندی سے کوئی ایک وراثہ کوئی چیز لے کر اپنے حصہ وراثت سے دست بردار ہو جائے۔ ایسی صورت میں جب مسئلہ بنائیں گے تو اس کو ”وارث“ فرض کریں گے، پھر جب تقسیم کریں گے تو کل مال کو انہی حصص پر تقسیم کریں گے جو ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے مثلاً کوئی عورت، شوہر، ماں اور چچا چھوڑ کر مری، شوہر کہے کہ میرے ذمہ جو عورت کا مہر واجب تھا وہ مجھے معاف کر دیں اس کے بدلے میں اپنے حصہ وراثت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ تمام وراثہ بھی اس بات پر راضی ہو جائیں تو ایسا کرنا صحیح ہے اسی کا نام ”تخارج“ ہے۔ وراثہ میں چونکہ شوہر کا نصف اور ماں کا ثلث ہے اسلئے مسئلہ 6 سے بنا، جن میں سے 3 شوہر کے، 2 ماں کے اور باقی یعنی 1 چچا کا ہے۔

اب اصل مسئلہ میں ماں کے 2 اور چچا کا 1 ہے۔ (اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر چچا کو ایک سہم ملے گا تو ماں کو دو، چچا کو دو ملیں گے تو ماں کو چار)۔ اس لئے اب کل ترکہ کے 3 حصے کر لئے جائیں گے جن میں 2 ماں کو اور ایک چچا کو دیں گے۔ جیسا کہ کسی نے 45 دینار چھوڑے، شوہر نے مہر پر صلح کر لی، اب ماں اور چچا کے درمیان یہ ترکہ تقسیم کرنا ہے تو یوں کریں گے کہ کل ترکہ کے 3 حصے کریں گے تو 15، 15 کے تین حصے ہو جائیں گے اب ان میں سے دو حصے (30 دینار) ماں کو اور ایک حصہ (15 دینار) چچا کو دیئے جائیں گے۔

مسئلہ ۹ طرح ۳۳ رویت

شوہر	ماں	چچا
نصف	ثلث	ماقی
x	۲	۱

یونہی اگر کسی نے زوجہ اور 4 بیٹے چھوڑے ہوں تو چونکہ زوجہ کا ثمن ہوتا ہے اس لئے مسئلہ 8 سے بنائیں گے، اس میں سے ایک حصہ زوجہ کا اور باقی سات حصے چار بیٹوں کے۔ ان میں سے ایک بیٹے نے اپنے حصہ پر صلح کر لی تو اس کا حصہ بھی ساقط کر کے دوسروں کے ساتھ شامل کریں گے اور ان کے کل سہام 25 بنائیں گے جن میں سے 4 بیوی کو اور بقیہ 21 تین

بیٹوں کے لئے ہونگے اس طرح کہ ہر بیٹے کے لئے سات سات سہام ہونگے۔

مسئلہ ۲۵

یت

3 بیٹے

باقی

$$21 = 7 + 7 + 7$$

پوی

چمن

۴

باب الرد

الرد ضد العول ما فضل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق له يرد على ذوی الفروض بقدر حقوقهم الا على الزوجين وهو قول عامة الصحابة رضى الله تعالى عنهم وبه اخذ اصحابنا رحمهم الله تعالى وقال زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنه الفاضل لبيت المال وبه اخذ مالك والشافعي رحمهما الله تعالى ثم مسائل الباب على اقسام اربعة احدها ان يكون في المسألة جنس واحد ممن يرد عليه عند عدم من لا يرد عليه فاجعل المسئلة من رؤسهم كما لو ترك بنتين او اختين او جدتين فاجعل المسئلة من اثنتين والثاني اذا اجتمع في المسئلة جتسان او ثلاثة اجناس ممن يرد عليه عند عدم من لا يرد عليه فاجعل المسئلة من سهامهم اعني من اثنين اذا كان في المسئلة سدسان او من ثلاثة اذا كان فيها ثلث وسدس او من اربعة اذا كان فيها نصف وسدس او من خمسة اذا كان فيها ثلثان وسدس او نصف وسدسان او نصف وثلث والثالث ان يكون مع الاول من لا يرد عليه فاعط فرض من لا يرد عليه من اقل مخارجه فان استقام الباقي على رؤس من يرد عليه فيها كزوج وثلث بنت وان لم يستقم فاضرب وفق رؤسهم الباقي كزوج وست بنات والافاضرب كل رؤسهم في مخرج فرض من لا يرد عليه فالمبلغ تصحيح المسئلة كزوج وخمس بنات والرابع ان يكون مع الثاني من لا يرد عليه فاقسم ما بقى من مخرج فرض من لا يرد عليه على مسألة من يرد عليه فان استقام فيها وهذافي صورة واحدة وهي ان يكون للزوجات الربع والباقي بين اهل البيت اثلاثا كزوجة واربع جدات وست اخوات لام وان لم يستقم فاضرب جميع مسألة من يرد عليه في مخرج فرض من لا يرد عليه فالمبلغ مخرج فروض الفريقين كاربعة زوجات وتسع بنات وست جدات ثم اضرب سهام

من لا یرد علیہ فی مسئلۃ من یرد علیہ وسہام من یرد علیہ فیما بقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ وان انکسر علی البعض فتصحیح المسائل بالاصول المذكورۃ

ترجمہ

ردعمل کی ضد ہے، ذوی الفروض کے حصوں سے جو بچ جائے اور عصابات میں سے کوئی حقدار نہ بچا ہو تو یہ ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے مطابق دوبارہ لوٹا دیا جائے گا۔ سوائے زوجین کے۔ یہی قول ہے عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اور اسی کو ہمارے اصحاب نے اختیار کیا ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا "بیت المال" کے لئے ہے اور اسی کو امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے اختیار کیا ہے۔ پھر اس باب کے مسائل چار اقسام پر ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسئلہ میں صرف ایک جنس ہو اور کوئی من لا یرد علیہ موجود نہ ہو، تو دو سے مسئلہ بنائیں گے۔ جیسا کہ 2 بیٹیاں یا 2 بہنیں یا 2 دادیاں چھوڑی ہوں۔ تو مسئلہ 2 سے بنائیں گے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ جب مسئلہ میں دو جنس یا تین اجناس جمع ہوں جن پر لوٹایا جاتا ہے جبکہ کوئی من لا یرد علیہ موجود نہ ہو، تو مسئلہ ان کے سہام سے بنایا جائے گا۔ یعنی دو سے مسئلہ بنائیں گے جب کہ مسئلہ میں دوسرے ہوں یا تین سے مسئلہ بنائیں گے جبکہ مسئلہ میں ایک ثلث اور ایک سدس ہو۔ یا 4 سے مسئلہ بنائیں گے جبکہ مسئلہ میں نصف اور سدس ہو یا مسئلہ 5 سے بنائیں گے جبکہ مسئلہ میں دو ثلث اور ایک سدس یا نصف اور دوسرے ہوں یا نصف اور ایک ثلث ہو۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ پہلے والوں کے ساتھ کوئی من لا یرد علیہ موجود ہو تو من لا یرد علیہم کو ان کا حصہ اقل خارج سے دے دیا جائے گا۔ پھر باقی ماندہ سہام اگر من لا یرد علیہم کے رووس پر پورے پورے تقسیم ہو سکیں تو فہما جیسا کہ شوہر اور تین بیٹیاں اور اگر پورا پورا تقسیم نہ ہو سکے تو رووس کے وفق کو ضربتے دیں من لا یرد علیہم کے فرض کے مخرج میں اگر رووس اور ناہی میں نسبت توافق کی ہو جیسا کہ شوہر اور چھ بیٹیاں ورنہ جمع رووس کو من لا یرد علیہم کے فرض کے مخرج میں ضرب دیں، جو

جواب آئے گا وہ مسئلہ کی تصحیح ہوگی، جیسا کہ شوہر اور پانچ بیٹیاں۔ اور چوتھی قسم یہ ہے کہ دوسرے والوں کے ساتھ من لایر دعلیہم موجود ہوں تو من لایر دعلیہم کا حصہ نکالنے کے بعد مخرج سے جو بیچ رہے وہ باقی پر تقسیم کریں اگر پورے پورے تقسیم ہو جائیں تو فہما اور یہ صرف ایک ہی صورت میں ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیویوں کے لئے ربح ہو اور باقی اہل الرد کے درمیان اثلاً تقسیم کیا جائے جیسا کہ بیوی، چار دادیاں اور چھ اخیانی بہنیں۔ اور اگر پورا پورا تقسیم نہ ہو سکے تو من لایر دعلیہم کے جمیع مسئلہ کو من لایر دعلیہم کے فرض کے مخرج میں ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ دونوں فریقوں کے فروض کا مخرج ہوگا۔ جیسا کہ چار بیویاں، نو بیٹیاں اور چھ دادیاں پھر ضرب دیں من لایر دعلیہم کے سہام کو من لایر دعلیہم کے مسئلہ میں اور من لایر دعلیہم کے سہام کو من لایر دعلیہم کے فرض کے مخرج سے بچے ہوئے میں ضرب دیں گے اور اگر بعض پر سہام ٹوٹ جائیں تو مذکورہ اصول کے مطابق مسائل کی تصحیح کی جائے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب الرد

قوله الرد ضد العول الخ

رد، عول کی ضد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سهام زیادہ ہو گئے اور ان کو لینے والے لوگ کم۔ یعنی کہ عول میں لینے والے زیادہ اور سهام کم ہوتے ہیں یہاں اس کا الٹ ہو گیا کہ سهام زیادہ ہیں اور لینے والے کم۔ چنانچہ اصحاب فرائض کو ان کے حصص دے دینے کے بعد جب کوئی عصبہ اور دوسرا وارث نہ ہو جس کو یہ مال وراثت دیا جائے تو اس بچے ہوئے مال کا کیا کیا جائے گا؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جو بچ جائے وہ دوبارہ ”ذوی الفروض“ کو نہیں دیں گے بلکہ وہ ”بیت المال“ میں جمع کر دیا جائے گا۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے اصحاب فرائض کے حصص نص صریح کے ساتھ بیان فرمائے ہیں لہذا ان پر اگر ہم اضافہ کریں گے تو یہ شرعی حدود کی خلاف ورزی ہوگی اور قرآن کریم میں ارشاد گرامی ہے:

من يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله ناراً خالداً فيها وله

عذاب مہین

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے۔^۱ (ترجمہ کنز الایمان)

دوسری دلیل

جو مال زائد ہو اس کا کوئی مستحق نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی اس کا مستحق ہوتا تو اس کو مل

جاتا۔ اس کا بڑھ جانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا کوئی مستحق نہیں ہے اور جس کا کوئی مستحق نہ ہو وہ ”بیت المال“ کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ کسی شخص کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال ”بیت المال“ میں دے دیا جاتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ جب پورے مال کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ ”بیت المال“ میں دیا جاتا ہے تو جب بعض مال کوئی مستحق نہ ہوگا تو وہ بھی ”بیت المال“ میں ہی دیا جائے گا۔

احناف اور جمہور صحابہ کرام کا مذہب

ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ مال دوبارہ اصحاب فرائض پر لوٹایا جائے گا اور اس مرتبہ اصحاب فرائض میں سے زوج اور زوجہ کے علاوہ باقی سب کو ان کے حصہ کے مطابق دے دیں گے۔ یہی مسلک ہے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا بھی یہی مذہب ہے۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالْوَالِدَاحُ رَحَامٌ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
 ”اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے“ (ترجمہ کنز الایمان)

یعنی کہ میراث کے سلسلے میں رحم کی بنیاد پر الوالارحام میں سے بعض، بعض پر مقدم ہیں۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمیع میراث میں ”ذوی الارحام“ کا بھی حصہ ہے ان کو یہ مال بطور صلہ رحمی کے دیا جاتا ہے اور میراث کے سلسلہ میں جو آیات ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مقرر حصہ وراثت ہے جبکہ دونوں پر عمل کرنا واجب ہے اس لئے ہم حتی الامکان دونوں پر عمل کریں گے۔ اس لئے آیات میراث کی بناء پر ہم نے ان کو ان کا مقررہ حصہ دیا اور پھر جو بیچ گیا وہ ان کو الوالارحام والی آیت کے پیش نظر صلہ رحمی کے طور پر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ زوجین ذوی الارحام میں سے

نہیں ہیں اس لئے ان کو رو میں شامل نہیں کیا۔

دوسری دلیل

نبی اکرم ﷺ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کرنے کے لئے گئے تو حضرت سعد نے عرض کی: حضور ﷺ میری صرف ایک ہی بیٹی ہے اور کوئی وارث نہیں ہے۔ کیا میں اپنے جمع مال کی وصیت کر دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے پھر عرض کی: حضور! ﷺ کیا نصف مال کی کر دوں؟ آپ ﷺ نے پھر بھی منع فرمایا۔ یہاں تک کہ جب حضرت سعد نے عرض کی حضور! ﷺ ثلث مال کی کر دوں؟ تو آپ نے فرمایا: ثلث بہتر ہے اور ثلث بہت ہے ۱۔

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ بیٹی جمع مال کی وارث ہو جاتی ہے اور اس بات سے رسول اکرم ﷺ نے انکار بھی نہیں کیا

تیسری دلیل

حضرت سعد کو آقا علیہ السلام نے ”ثلث“ سے زائد کی وصیت کرنے سے منع کر دیا باوجودیکہ سوائے ایک بیٹی کے اور کوئی وارث بھی نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی اگر نصف سے زائد کی مستحق بالرد نہ ہوتی تو حضرت سعد کے لئے وصیت بالنصف جائز ہوتا، لیکن آپ ﷺ نے وصیت بالنصف کو تو ان کے لئے جائز نہیں کیا، اس سے پتہ چلا کہ وہ لڑکی مستحق بالرد ہے اور یہی ہمارا دعویٰ تھا کہ جو مال اصحاب فرائض سے بچ جائے اور اس کو لینے والا کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو وہ مال ان اصحاب فرائض پر لوٹایا جائے گا۔

چوتھی دلیل

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا عنہ ۲ کے بیٹے کی وراثت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے ملا عنہ کو ان کے بیٹے کے جمع مال کا وارث بنایا۔ ۳

۱۔ بخاری، جلد ۱، صفحہ 383 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

۲۔ جس عورت پر اس کے شوہر نے ذمہ کی تہمت لگائی ہو، قاضی ان سے مخصوص شہادتیں لیتا ہے اس عورت کو ملا عنہ کہتے ہیں۔

۳۔ سنن دارمی جلد 2، صفحہ 360 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ کچھ حصہ تو اس کو بطور ذی فرض ملا اور باقی رد کے طور پر مل گیا اس کے علاوہ بیٹے کے جمیع مال کا وارث ہونے کی اور کوئی صورت نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح بقیہ اصحاب فرائض کو دوبارہ حصے دیئے جاتے ہیں اسی طرح زوجین کو بھی دیں گے اور کسی کو بھی محروم نہیں کریں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: تین اصحاب فرائض ایسے ہیں کہ جن کو دوبارہ تقسیم میں کچھ نہیں ملے گا۔

(i) زوج

(ii) زوجہ

(iii) دواوی

قولہ ثم مسائل الباب علی اقسام اربعة الخ

باب الرد کے مسائل

اس باب کے مسائل چار قسم کے ہیں اس لئے کہ مسئلہ میں موجود ورثہ جن پر مال رد کیا جا رہا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں کہ من یرویہم ایک جنس سے ہونگے یا متعدد اجناس سے۔ بصورت اول پھر دو حال سے خالی نہیں کہ ورثاء میں کوئی من لا یرد علیہ ہے یا نہیں۔ بصورت اول تیسرا مسئلہ اور بصورت ثانی پہلا مسئلہ، یونہی بصورت ثانی بھی دو حال سے خالی نہیں کہ ان میں کوئی من لا یرد علیہ موجود ہے یا نہیں بصورت اول چوتھا مسئلہ اور بصورت ثانی دوسرا۔ اس طرح کل چار مسائل ہوئے۔

(i) مسئلہ میں موجود ورثاء ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی من لا یرد علیہ (یا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے) نہ ہو

(ii) مسئلہ میں موجود در ثاء متعدد اجناس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی من لایرد علیہ (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے) نہ ہو۔

(iii) مسئلہ میں موجود در ثاء ایک جنس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی من لایرد علیہ (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے) بھی ہو۔

(iv) مسئلہ میں موجود در ثاء متعدد اجناس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی من لایرد علیہ (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے) بھی ہو۔

پہلا مسئلہ

مسئلہ میں جنس ایک ہو اور کوئی من لایرد علیہ نہ ہو۔

ایسی صورت میں اس جنس واحد کے جمع رؤوس کو دیکھیں گے کہ کتنے ہیں جتنے ان کے رؤوس ہونگے اتنے سے مسئلہ بنائیں گے جیسا کہ میت نے دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں چھوڑی ہوں تو ایسی صورت میں ان کے سہام ایک جیسے ہیں۔ اور ان کی مر تعداد ”2“ ہے لہذا مسئلہ ”2“ سے بنائیں گے اور ایک ایک دونوں کو دے دیں گے۔ جیسا نصبات میں ہوتا ہے یعنی کوئی دو بیٹے یا دو بھائی چھوڑ کر مر اہو تو مسئلہ ”2“ سے بنائیں گے اور دونوں کو ایک ایک دے دیں گے کیونکہ کوئی اور وارث تو موجود ہے نہیں جس کو مال وراثت دیا جائے گا۔ لینے والے یہی ہیں لہذا انہیں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اس لئے دو سے مسئلہ بنا کر ہر ایک کو ایک ایک دے دیا۔

مسئلہ ۲

2 بیٹیاں	یا	2 دادیاں	یا	2 بہنیں
$2=1+1$	،	$2=1+1$	،	$2=1+1$

دوسرا مسئلہ

جب مسئلہ میں دو یا دو سے زیادہ اجناس جمع ہو جائیں اور ساتھ کوئی من لایرد علیہ موجود نہ ہو، ایسی صورت میں مسئلہ من یرد علیہ کے سہام سے بنایا جائے گا یعنی کہ

من یرد علیہ کے کل سهام دیکھ لیں گے کہ کتنے ہیں سب کے مجموعے سے مسئلہ بنالیں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مسئلہ میں دوسرے جمع ہو رہے ہوں تو مسئلہ دو سے بنے گا جیسا کہ کسی نے ایک دادی اور ایک اخینانی بہن چھوڑی ہو، چونکہ دادی کا سدس، اور اخینانی بہن کا بھی سدس ہوتا ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا ان میں سے ایک دادی اور ایک اخینانی بہن کا۔ چونکہ دونوں کے فرضی حصص برابر ہیں اسلئے اب جو بچا ہے وہ بھی ان پر برابر تقسیم کیا جائے گا اس لئے بقیہ چار بھی ان پر برابر تقسیم کریں گے تو ان کو مزید 2، 2 سهام مل جائیں گے، اس طرح ان کے کل سهام تین تین ہو گئے، تو کموں نہ ہم آغاز ہی سے مسئلہ دو سے بنالیں تاکہ ان دونوں کو نصف نصف آجائے۔

مسئلہ ۲۶	
دادی	اخینانی بہن
سدس	سدس
1	1

اور اگر مسئلہ میں ٹکٹ اور سدس ہوں تو مسئلہ 3 سے بنائیں گے جیسا کہ کسی نے ماں اور دو اخینانی بھائی چھوڑے اس میں ماں کا سدس اور دو اخینانی بھائیوں کا سدس ہے چونکہ مسئلہ میں سدس موجود ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے اور اس میں سے ماں کو 1، اور دو اخینانی بھائیوں کو 2 سهام ملیں گے۔ کل سهام تین ہوئے۔ باقی بچے 3۔ اب یہ بھی ماں اور اخینانی بھائیوں کو ان کے سهام کے مطابق تقسیم کریں گے۔ ان کے سهام میں نسبت دو ایک کی ہے لہذا جس کے دو ہیں اس کو دو اور جس کا ایک ہے اس کو ایک دیں گے اب ماں کے پاس دو سدس یعنی کہ ٹکٹ، اور بھائیوں کے پاس ٹکٹان ہے جب کہ ٹکٹ اور ٹکٹان میں نسبت ایک اور دو کی ہے اور جہاں نسبت ایک اور دو کی ہو وہاں مسئلہ 3 سے حل ہوا کرتا ہے اس لئے ہم اول ہی سے کل سهام 3 کر لیتے ہیں، ان میں سے ایک ماں کو اور دو بھائیوں کو دے دیں گے۔

مسئلہ ۶ رد ۳	
یت	
۱۲ خیانی بھائی	ماں
ثلث	سدر
۲	۱

اور اگر مسئلہ میں نصف اور سدر ہو تو ایسی صورت میں مسئلہ 4 سے بنائیں گے جیسا کہ کسی نے بیٹی اور پوتی چھوڑی ہو بیٹی کا نصف اور پوتی کا سدر تکملاً للثلثین چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا نصف جمع ہو رہا ہے نوع ثانی کے ساتھ، اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا۔ بیٹی کے 3 اور پوتی کا 1 سہم ہوگا۔ باقی بچے دو۔ نسبت تین اور ایک کی ہے اور جہاں نسبت تین اور ایک کی ہو وہاں مسئلہ 4 سے بنایا کرتے ہیں تاکہ ایک کو تین اور دوسرے کو ایک سہم مل سکے چنانچہ مسئلہ 4 سے بنایا۔ اس میں سے ایک پوتی کو اور تین بیٹی کو دیئے

مسئلہ ۶ رد ۴	
یت	
پوتی	بیٹی
سدر	نصف
۱	۳

اور اگر مسئلہ میں ثلثان اور سدر، نصف اور سدرسان یا نصف اور ثلث جمع ہو رہے ہوں تو مسئلہ 5 سے بنائیں گے۔

ثلثان اور سدر کے جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے دو بیٹیاں اور ماں چھوڑی ہو چونکہ مسئلہ میں سدر سب سے چھوٹا ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا جس میں سے دو بیٹیوں کے لئے 4 اور ماں کے لئے 1۔ دونوں کے سہام میں نسبت ایک اور چار کی ہے اور جب نسبت ایک اور چار کی ہو تو مسئلہ 5 سے بنایا کرتے ہیں تاکہ اس میں سے 4 ایک کو اور 1 دوسرے کو مل جائے لہذا مسئلہ پانچ سے بنایا جس میں سے 4 دو بیٹیوں کو اور 1 ماں کو دیا۔

مسئلہ ۶ رد ۵

یت

2 بیٹیاں

ماں

ثلثان

سدر

4

1

نصف اور سدرساں جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے بیٹی، ایک اخیانی بہن اور ماں چھوڑی ہو۔ بیٹی کا نصف، اخیانی بہن کا سدر اور ماں کا سدر ہے۔ چونکہ مسئلہ میں ”سدر“ موجود ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا جس میں سے 3 بیٹی کے لئے، 1 اخیانی بہن کے لئے اور 1 ماں کے لئے۔ باقی بچا 1۔ چونکہ تینوں کے اصل سہام میں نسبت تین اور ایک، ایک (گویا کہ تین اور دو) کی ہے اس لئے مسئلہ 5 سے بنایا جس میں سے تین بیٹی کو اور ایک ایک ماں اور اخیانی بہن کو دیئے۔

مسئلہ ۶ رد ۵

یت

ماں

اخیانی بہن

بیٹی

سدر

سدر

نصف

1

1

3

نصف اور ثلث جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک عینی بہن اور دو اخیانی بہنیں چھوڑی ہوں تو عینی بہن کا نصف، اور دو اخیانی بہنوں کا ثلث۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنایا۔ جس میں سے 3 عینی بہن کو اور 2 اخیانی بہنوں کو دیئے، باقی بچا 1۔ یہ دونوں فریقوں میں دو اور تین کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔ کیونکہ دونوں میں نسبت تین اور دو کی ہے اور جہاں نسبت 2 اور 3 کی ہو وہاں کل حصص پانچ بناتے ہیں تاکہ ایک فریق کو 3 اور دوسرے کو 2 حصے مل سکیں۔ چنانچہ ہم نے مسئلہ 5 سے بنایا اس میں سے 3 عینی بہن کو اور 2 اخیانی بہنوں کو دیئے۔

مسئلہ ۶ رد	
عینی بہن	2 اخائی بہنیں
نصف	ثلث
3	2

نوٹ:- مذکورہ مثالیں تو اس صورت کی ہیں کہ جتنے سے مسئلہ بنایا ہے وہ من
سر د علیہ کے روؤں پر پورا پورا تقسیم ہو جائے اور اگر جس عدد سے مسئلہ بنایا گیا ہے وہ من
سر د علیہ کے روؤں پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا تو پھر ان پر تقسیم کرنے کے لئے سابقہ قانون
کے مطابق عمل کریں گے یعنی کہ متاثرہ فریق کو دیکھیں گے کہ ایک ہے یا زیادہ، اگر ایک ہو
تو اگر روؤں و سهام میں نسبت ”توافق“ کی ہے تو روؤں کے وفق کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں
گے اور حاصل ضرب سے مسئلہ حل کریں گے اور اگر روؤں و سهام میں نسبت تباہی کی ہے تو پھر جمع
روؤں کو ضرب دیں گے اصل مسئلہ میں، جو حاصل ضرب ہوگا اس سے سهام تقسیم کریں گے۔

اور اگر متاثرہ فریق ایک سے زیادہ ہوں تو پھر ان کے روؤں میں نسبت دیکھیں
گے اگر داخل ہو تو سب سے بڑے کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے جو جواب آئے اس سے
سهام تقسیم کریں۔ اور اگر نسبت توافق کی ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل کے ساتھ
ضرب دیں گے جو جواب آئے گا اس کو اگلے کے وفق میں ضرب دیں گے اگر اس فریق کے
روؤں اور اس کے سهام میں نسبت توافق کی ہو۔ ورنہ جمع روؤں سے ضرب دیں گے، یہاں
سے جو جواب آئے اس کو اگلے فریق کے اس وفق میں ضرب دیں گے جو اس کے روؤں
اور سهام میں بنا تھا یہ صورت اس وقت ہے کہ اس فریق کے روؤں اور سهام میں نسبت توافق
کی ہو، اگر تباہی کی ہو تو جمع روؤں سے ضرب دیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام فریقوں کے
ساتھ کریں گے جب تمام کی ضروری ہو جائیں تو جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ
سے ضرب دیں گے جو یہاں سے جواب آئے گا اس سے سهام تقسیم کریں گے۔ سمجھانے کے
لئے اس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

جیسا کہ کوئی شخص ایک بیٹی اور تین پوتیاں چھوڑ کر مرا ہو تو بیٹی کا نصف اور پوتیوں

کے لئے سدس ہے۔ چنانچہ مسئلہ 6 سے بنایا، جس میں سے بیٹی کے لئے 3 اور پوتیوں کے لئے 1۔ چونکہ ان کے سہام میں نسبت 3 اور 1 کی ہے، اس لئے مسئلہ 4 سے بنایا، جس میں سے بیٹی کے لئے 3 اور تین پوتیوں کے لئے 1 سہم ہے۔ یہ ایک سہم تین پوتیوں پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا، چونکہ متاثرہ فریق صرف ایک اور اس فریق کے سہام (1) کی اس کے روؤس کے ساتھ نسبت "پنجائیں" کی ہے، اس لئے جمع روؤس کو اصل مسئلہ 4 سے ضرب دی تو $(12 = 3 \times 4)$ حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب بیٹی کے (3) سہام کو بھی 3 ہی سے ضرب دی تو $(9 = 3 \times 3)$ حاصل ضرب 9 ہوا۔ تو بیٹی کو 9 سہام دیئے باقی بچے 3۔ اور پوتیوں کا ایک سہم تھا اس کو بھی 3 سے ضرب دی تو $(3 = 3 \times 1)$ حاصل ضرب 3 ہوا۔ تو یہ پوتیوں کو ایک ایک کر کے دیں گے، اس طرح تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

مسئلہ ۶ رد ۳ = ۳ × ۲ تصحیح ۱۲	
بیٹی	۳ پوتیاں
نصف	سدس
$9 = 3 \times 3$	$1 = 3 \div 3 = 3 \times 1$

تیسرا مسئلہ

جب مسئلہ میں من یرد علیہ ایک جنس کے ہوں اور ساتھ کوئی من لایو دعلیہ بھی موجود ہو، ایسی صورت میں من لایو دعلیہ کو اس کے اقل مخارج سے حصہ دے کر فارغ کر دیں گے (اقل مخارج سے یہاں یہ مراد ہے کہ اگر من لایو دعلیہ زوج ہے تو اس کا مخرج 2 ہوگا یا 4۔ اور اگر من لایو دعلیہ زوجہ ہے تو اس کا اقل مخرج 4 یا 8 ہوگا چنانچہ وہ جس کا بھی مستحق ہو اس کو وہ دے کر فارغ کر دیا جائے گا) پھر اس کا حصہ نکالنے کے بعد دیکھیں گے کہ جو سہام باقی بچے ہیں وہ من یرد علیہ پر پورے پورے تقسیم ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر پورے پورے تقسیم ہو جائیں تو فہم اور نہ ان میں نسبت دیکھیں گے اگر توافق کی ہوگی تو متاثرہ من یرد علیہ کے وفق کو ضرب دیں گے من لایو دعلیہ کے فرض کے مخرج میں

اور اگر نسبت تاجین کی ہو تو من یرد علیہ کے جمیع روؤں کو ضرب دیں گے من لایرد علیہ کے فرض کے مخرج میں جو جواب آئے اس سے سہام تقسیم کریں گے۔

مثال نمبر 1

من لایرد علیہ کو اقل مخرج سے دے کر باقی ان کے روؤں پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اس کی مثال درج ذیل ہے۔

جیسا کہ کوئی عورت، شوہر اور تین بیٹیاں چھوڑ کر مری ہو تو اس میں شوہر کا ”ربع“ اور تین بیٹیوں کا ”ثلثان“ ہے اس میں اقل مخرج 4 ہے، لہذا اس میں سے شوہر کو ”ربع“ دیا۔ اصل مسئلہ میں سے اس کو لٹی کر دیا، باقی بچے 3۔ یہ 3 تین بیٹیوں پر برابر تقسیم ہو جائیں گے ہر بیٹی کو ایک ایک سہم آئے گا اس طرح من لایرد علیہ کو دینے کے بعد باقی من یرد علیہ کے روؤں پر پورا پورا تقسیم ہو گیا۔

مسئلہ ۴-۱=۳ رو	
شوہر	3 بیٹیاں
ربع	ثلثان
1	۳=۱+۱+۱

مثال نمبر 2

من لایرد علیہ کا حصہ نکال کر باقی من یرد علیہ پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اور ان روؤں و باقی میں نسبت توافق کی ہے۔

جیسا کہ کوئی عورت، شوہر اور 6 بیٹیاں چھوڑ کر مری ہو تو شوہر کا ”ربع“ اور 6 بیٹیوں کا ”ثلثان“ ہوگا، اس میں اقل مخرج 4 ہے۔ لہذا مسئلہ 4 سے بنا کر شوہر کو اس کا حصہ (1) دے دیں گے باقی بچے 3۔ اب من یرد علیہ پر باقی (3) پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جبکہ ان کے روؤں اور باقی میں نسبت ”توافق“ کی ہے اور 6 اور 3 متوافق بالثلث ہیں لہذا 6 کے وفق 2 کو ضرب دی من لایرد علیہ کے فرض (ربع) کے مخرج (۴) میں،

تو ($8=2 \times 4$) حاصل ضرب 8 ہوا۔ اب قانون کے مطابق شوہر کے سہم (1) کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو ($2=2 \times 1$) حاصل ضرب 2 آیا۔ یہی حصہ ہے شوہر کا۔ یونہی بیٹیوں کے سہام (3) کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو ($6=2 \times 3$) حاصل ضرب 6 آیا، چنانچہ ہر بیٹی کو ایک ایک سہم مل جائے گا۔

مسئلہ $8=2 \times 4$ تصحیح	
شوہر	6 بیٹیاں
ربع	ثلثان
۲	$1=6 \div 3$

مثال نمبر 3

من لایرد علیہ کا حصہ نکال کر باقی من یرد علیہ پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اور باقی اور روڈس کے درمیان نسبت بتاؤں کی ہے۔

جیسا کہ کسی نے شوہر اور پانچ بیٹیاں چھوڑی ہوں۔ شوہر کا ”ربع“ اور پانچ بیٹیوں کا ”ثلثان“ ہے۔ ان کا اقل مخرج ”ربع“ ہے لہذا مسئلہ 4 سے بنا کر من لایرد علیہ کا حصہ (1) نکالا تو باقی 3 بچے، تین سہام پانچ روڈس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جبکہ من یرد علیہ کے روڈس (5) اور باقی (3) میں نسبت بتاؤں کی ہے لہذا جیج روڈس (5) کو ضرب دی من لایرد علیہ کے فرض (ربع) کے مخرج (4) کے ساتھ تو اس طرح ($20=4 \times 5$) حاصل ضرب 20 ہوا۔ اب چونکہ اصل مسئلہ کو ضرب دی 5 کے ساتھ اس لئے شوہر کے سہام (1) کو بھی اسی 5 سے ضرب دی تو ($5=5 \times 1$) حاصل ضرب 5 آیا۔ یہی حصہ ہے شوہر کا۔ یونہی بیٹیوں کے سہام (3) کو بھی ضرب دی 5 کے ساتھ تو ($15=5 \times 3$) حاصل ضرب 15 آیا۔ یہی حصہ پانچ بیٹیوں کا۔ اب اگر ہر بیٹی کا حصہ نکالنا ہو تو ان 15 کو تقسیم کر دیں روڈس (5) پر، چنانچہ 15 کو 5 پر تقسیم کیا تو ($3=5 \div 15$) حاصل ضرب 3 آیا، معلوم ہوا کہ ہر بیٹی کا حصہ تین ہے ($15=3+3+3+3+3$) اس طرح تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

مسئلہ ۲۰ = ۵ × ۴

یت

5 بیٹیاں

شوہر

ثلثان، رد

ربع

۱۵ = ۵ × ۳

۵ = ۵ × ۱

چوتھا مسئلہ

مسئلہ میں من لایر دعلیہ دو یا دو سے زیادہ جنس کے ہوں اور ساتھ کوئی من

لایر دعلیہ بھی موجود ہو۔

ایسی صورت میں من لایر دعلیہ کا اقل مخرج سے حصہ نکال کر دیکھیں گے کہ

باقی جو ہے وہ من لایر دعلیہ پر پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے یا نہیں؟ اگر پورا پورا تقسیم ہو جائے

تو کر دیں گے اور اگر پورا پورا تقسیم نہ ہو تو پھر من لایر دعلیہ کے جمیع مسئلہ کو من لایر دعلیہ

کے فرض کے مخرج میں ضرب دیں گے جو جواب آئے گا اس سے من لایر دعلیہ اور من

لایر دعلیہ کے سہام تقسیم کریں گے۔

مثال نمبر 1

جب مسئلہ میں من لایر دعلیہ کا حصہ نکال کر باقی من لایر دعلیہ پر پورا پورا تقسیم

ہو جائے جیسا کہ کوئی شخص بیوی، چار دادیاں اور 6 اخیانی بہنیں چھوڑ کر مرا ہو تو بیوی کا ربع،

دادیوں کا سدس اور بہنوں کا ثلث ہے۔ ان میں اقل ”ربع“ ہے۔ اس لئے مسئلہ 4 سے بنایا

ان میں سے ایک بیوی کو ملا، باقی بچے 3۔ اور من لایر دعلیہ کے سہام میں نسبت دو اور ایک کی

ہے کیونکہ دوسرے ہوں تو ایک ثلث بنتا ہے گویا کہ تین سدس تھے جن میں ایک سدس ایک

طرف اور دوسرے ایک طرف۔ جس طرف دوسرے تھے وہ دوئل کر ایک ثلث ہو گئے، چونکہ

دونوں سہام میں نسبت 1 اور 2 کی ہے اور جہاں ایسی نسبت ہو وہاں مسئلہ 3 سے بناتے

ہیں تاکہ ایک کو 2 اور دوسرے کو 1 سہم مل جائے، چنانچہ بقیہ تین میں سے ایک ”سدس“

دادیوں کو اور دو اخیانی بہنوں کو دے دیئے اس طرح تمام سہام ان کے فریقوں پر پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

یہاں تک تو مسئلہ حل ہو گیا، لیکن دادیاں 4 ہیں، جبکہ ان کا سہم ایک، جو کہ چار پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا۔ یونہی 6 بہنوں پر 2 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے۔ ان کی تصحیح کے لئے پہلے ہم نے دیکھا کہ متاثرہ فریق ایک سے زیادہ ہیں تو ان کے روؤس میں نسبت دیکھی۔ دادیوں کے سہام پورے نہیں ہو رہے اور ان کے سہام اور روؤس میں نسبت بتاؤں کی ہے ہم نے ”جدات“ کے جمع عدد روؤس (4) کو محفوظ کر لیا۔ یونہی 6 بہنوں پر 2 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے، جب کہ ان کے روؤس اور سہام میں نسبت متوافق بالنصف کی ہے۔ چنانچہ ان کے روؤس کے وفق 3 کو محفوظ کر لیا۔ محفوظ شدہ اعداد ۴ اور ۳ ہیں اب ان محفوظ شدہ اعداد میں ہم نے نسبت دیکھی تو وہ ”بتاؤں“ کی ہے۔ چنانچہ جمع روؤس کو جمع سے ضرب دی تو $(12 = 3 \times 4)$ حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب اس حاصل ضرب کو من لایسر علیہ کے فرض (ربع) کے مخرج (4) کیساتھ ضرب دی تو $(48 = 4 \times 12)$ حاصل ضرب 48 ہوا۔ اب اس سے تمام کے سہام تقسیم ہو گئے۔

چنانچہ بیوی کا سہم ایک تھا اس کو بھی ضرب دی اسی عدد (12) کے ساتھ۔ تو $(12 = 1 \times 12)$ حاصل ضرب 12 ہوا۔ یہی حصہ ہے بیوی کا۔ اور دادیوں کا بھی ایک ہی حصہ تھا اس کو بھی ضرب دی 12 سے تو $(12 = 1 \times 12)$ یہاں بھی حاصل ضرب 12 آیا۔ یہی حصہ ہے دادیوں کا۔ $(12 = 3 + 3 + 3 + 3)$ ہر دادی کو تین تین سہام ملیں گے۔ یونہی 6 بہنوں کے 2 سہام کو بھی ضرب دی 12 سے تو $(24 = 2 \times 12)$ حاصل ضرب 24 آیا۔ یہی حصہ ہے بہنوں کا $(24 = 4 + 4 + 4 + 4 + 4 + 4)$ ہر بہن کو 4 سہام ملیں گے۔

مسئلہ $12 \times 4 = 48$ تصحیح

بیوی	4 دادیاں	16 اخیانی بہنیں
ربع	سدس	ثلث
$12 = 1 \times 12$	$3 = 3 \div 12 = 1 \times 1$	$4 = 6 \div 24 = 1 \times 2$

مثال نمبر 2

جب باقی سہام من یرد علیہ کے فریقوں پر پورے پورے تقسیم نہ ہو رہے ہوں جیسا کہ کوئی چار بیویاں 9 بیٹیاں اور 6 دادیاں چھوڑ کر مرا ہو۔ چار بیویوں کا ”ثمن“ 9 بیٹیوں کا ”ثلثان“ اور 6 دادیوں کا ”سدس“ ہے۔ اب قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بنتا چاہئے۔ لیکن جیسا کہ پیچھے بھی ہم اقل مخرج ہی سے مسئلہ بناتے رہے ہیں اسی طرح یہاں بھی اقل مخرج سے مسئلہ بنائیں گے کیونکہ جس مسئلہ میں رد آرہا ہو اس کو اقل مخرج ہی سے بناتے ہیں، چنانچہ اقل مخرج ”ثمن“ تھا اس لئے مسئلہ 8 سے بنایا۔ جس میں سے ایک ثمن بیویوں کا۔ اور باقی بچے 7۔ اب من یرد علیہ کے فریقوں کے سہام میں نسبت 4 اور 1 کی ہے، کیونکہ ایک فریق کا سدس ہے اور دوسرے کا ثلثان۔ اور سدس کو ڈبل کریں تو ثلث بنتا ہے اور ثلث کو ڈبل کریں تو ثلثان بنتا ہے جیسا کہ 1 کو ڈبل کریں تو 2 بنتا ہے اور 2 کو ڈبل کریں تو 4 بنتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دونوں کے سہام میں نسبت 4 اور 1 کی ہے اور جہاں نسبت 4 اور 1 کی ہو، وہاں مسئلہ 5 سے بنایا جاتا ہے تاکہ اس میں سے ایک کو 4 اور دوسرے کو 1 مل جائے، اور ویسے بھی یہاں پر ”ثلثان“ اور ”سدس“ جمع ہو رہا ہے اور پیچھے گزرا کہ جب مسئلہ میں ”ثلثان“ اور ”سدس“ جمع ہو رہے ہوں تو مسئلہ 5 سے بناتے ہیں لہذا مسئلہ 5 سے بنایا۔ اب باقی بچا ہے 7۔ یہ سات، پانچ پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تو اب یوں کریں گے کہ من یرد علیہ کے جمع مسئلہ (5) کو ضرب دیں گے من لایرد علیہ (بیوی) کے فرض (ثمن) کے مخرج (8) کے ساتھ۔ اس طرح $(۳۰ = ۵ \times ۸)$ حاصل ضرب 40 ہوا۔

اب چالیس سے دونوں فریقوں یعنی کہ من یرد علیہ اور من لایرد علیہ کے سہام تقسیم کئے جائیں گے، ان سہام کی تقسیم کے لئے سابقہ قانون کا سہارا لیں گے کہ من لایرد علیہ کے فرض کے مخرج کو جس عدد سے ضرب دی ہے اسی عدد کے ساتھ تمام فریقوں کے سہام کو ضرب دیں گے جو جواب آئے وہی اس فریق کا حصہ ہوگا۔ چنانچہ بیویوں کا حصہ ایک تھا اس کو ضرب دی 5 کے ساتھ (کیونکہ اسی کے ساتھ ضرب دی تھی 8 کو)

تو $(5=5 \times 1)$ حاصل ضرب 5 آیا۔ یہی حصہ ہے چار بیویوں کا۔ 40 میں سے 5 نکالے تو باقی 35 بچے یہ ہے حصہ من بعد علیہ کے جمع فریقوں کا ان 35 کے پانچ حصے بنا تو سات سات کے پانچ حصے بن جائیں گے $(5=35 \div 7)$ اب ان پانچ حصوں میں سے ایک حصہ (7) دادیوں کو اور چار حصے (28) بیٹیوں کو دیں گے۔

یہاں تک یہ قانون مکمل ہوا ہے کہ تمام فریقوں کو اپنے اپنے سهام مل گئے لیکن ابھی ایک بات باقی ہے کہ ہر فریق کے ہر فرد کو اس کا حصہ نہیں ملا۔ چنانچہ ہر فریق کے ہر فرد کو اس کا حصہ دینے کے لئے سابقہ تصحیح کے قانون کا سہارا لینا پڑے گا، ہم نے دیکھا کہ نہ تو بیویوں پر ان کے سهام پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں نہ دادیوں پر ان کے سهام اور نہ ہی بیٹیوں پر ان کے سهام پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں۔ بیویوں کے سهام اور ان کے روؤں میں نسبت ”تین“ کی ہے، اس لئے ان کے جمع روؤں (9) محفوظ کر لیا۔ بیٹیوں کے سهام بھی ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے، جبکہ ان کے روؤں (9) اور سهام (28) میں بھی نسبت ”تین“ کی تھی، اس لئے ان کے بھی جمع روؤں (9) کو محفوظ کر لیا۔ یونہی دادیوں کے سهام (7) بھی ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے جب کہ اس فریق کے روؤں (6) اور سهام (7) کے درمیان بھی نسبت ”تین“ کی تھی، اس لئے ان کے بھی جمع روؤں (6) کو محفوظ کر لیا، اسی طرح ہمارے پاس جمع شدہ اعداد (4، 9، 6) ہوئے۔

اب ہم ان کے درمیان نسبتیں دیکھیں گے، چنانچہ 4 اور 6 کے درمیان توافق بالنصف کی نسبت ہے تو ہم نے 4 کے وقتی (2) کو ضرب دی دوسرے کے جمع روؤں (6) کے ساتھ تو $(12=2 \times 6)$ حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب 12 اور 9 کے درمیان نسبت توافق بالثلث کی ہے اس حاصل ضرب 12 کو ضرب دی اس فریق کے روؤں (9) کے وقتی (3) کے ساتھ تو $(36=3 \times 12)$ حاصل ضرب 36 ہوا۔ اس حاصل ضرب کو ضرب دی اصل مسئلہ (20) کے ساتھ تو $(720=36 \times 20)$ حاصل ضرب 720 ہوا۔ اس سے ہر فریق کے حصص تقسیم کئے جائیں گے۔

قانون کے مطابق تمام کے سهام کو بھی اسی عدد کے ساتھ ضرب دیں گے جس عدد

کے ساتھ اصل مسئلہ (۴۰) کو ضرب دی، چنانچہ بیویوں کے سہام چالیس میں سے پانچ تھے۔
 اس 5 کو ضرب دی 36 کے ساتھ تو $(۱۸۰ = ۵ \times ۳۶)$ حاصل ضرب 180 آیا۔ یہ حصہ ہے بیویوں
 کا۔ اس طرح کہ ہر بیوی کو $(۴۵ = ۳ \div ۱۸۰)$ 45 سہام ملیں گے۔ یوں $(۴۵ + ۴۵ + ۴۵ + ۴۵ = ۱۸۰)$
 تمام بیویوں کو ان کے سہام پورے پورے مل گئے۔ بیٹیوں کے 40 سہام میں سے 28 تھے
 ان کو بھی ضرب دی 36 کے ساتھ تو $(۱۰۰۸ = ۲۸ \times ۳۶)$ حاصل ضرب 1008 آیا۔ یہ
 9 بیٹیوں کا حصہ ہے، اس طرح کہ ہر بیٹی کو $(۱۱۲ = ۹ \div ۱۰۰۸)$ 112 سہام ملیں گے۔ دادیوں
 کے سہام 7 تھے، ان کو بھی 36 کے ساتھ ضرب دی تو $(۲۵۲ = ۷ \times ۳۶)$ تو حاصل ضرب
 252 آیا۔ یہ حصہ ہے دادیوں کا۔ اس طرح کہ ہر دادی کو $(۴۲ = ۶ \div ۲۵۲)$ 42 سہام ملیں
 گے۔ اس طریقے سے تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

آخر میں اس تقسیم کی اگر پڑتال کرنا چاہیں تو وہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس میں ہم نے
 بیویوں کو 180۔ بیٹیوں کو 1008 اور دادیوں کو 252 سہام دیئے۔ اب ہم ان کو جمع کر کے
 دیکھتے ہیں کہ تقسیم صحیح ہوئی یا نہیں چنانچہ $(۱۴۴۰ = ۲۵۲ + ۱۰۰۸ + ۱۸۰)$ سب کو جمع کرنے کے
 بعد نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے جو تقسیم کی تھی وہ صحیح ہے۔

$$\text{مسئلہ } ۵ \times ۸ = ۴۰ = ۳۶ \times ۱۴۴۰$$

بیٹیاں	بیویاں	دادیاں
۴	۹	۶
خمن	ثلثان	سدس
$۴۵ = ۳ \div ۱۸۰ = ۳۶ \times ۵$	$۱۱۲ = ۹ \div ۱۰۰۸ = ۳۶ \times ۲۸$	$۴۲ = ۶ \div ۲۵۲ = ۳۶ \times ۷$

باب مقاسمة الجد

قال ابو بكر الصديق رضى الله تعالى عنه ومن تابعه من الصحابة بنوا الاعيان وبنو العلات لا يرثون مع الجد وهذا قول ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه وبه يفتى وقال زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنه يرثون مع الجد وهو قولهما وقول الشافعى رحمهما الله تعالى وعند زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنه للجد مع بنى الاعيان وبنى العلات افضل الامرين من المقاسمة ومن ثلث جميع المال وتفسير المقاسمة ان يجعل الجد فى القسمة كاحد الاخوة وبنو العلات يدخلون فى القسمة مع بنى الاعيان اضرارا للجد فاذا اخذ الجد نصيبه فبنو العلات يخرجون من البين خائبين بغير شئ والباقى لبنى الاعيان الا اذا كانت من بنى الاعيان أخت واحدة فانها اذا اخذت فرضها نصف الكل بعد نصيب الجد فان بقى شئ فلبنى العلات والا فلا شئ لهم كجد لاب وام واختين لاب فبقى للاختين لاب عشر المال وتصح من عشرين ولو كانت فى هذه المسألة أخت لاب لم يبق لها شئ وان اختلط بهم ذوسهم فللجد هنا افضل الامور الثلاثة بعد فرض ذى سهم اما المقاسمة كزوج وجد واخ واما ثلث مابقى كجد وجدة واخوين واخت واما سدس جميع المال كجد وجدة وبنت واخوين واذا كان ثلث الباقى خيرا للجد وليس للباقى ثلث صحيح فاضرب مخرج الثلث فى اصل المسألة فان تركت جد او زوجا وبنتا واما واختا لاب وام او لاب فالسدس خير للجد وتعول المسئلة الى ثلاثة عشر ولا شئ للاخت واعلم ان زيدين ثابت رضى الله تعالى عنه لا يجعل الاخت لاب وام او لاب صاحبة فرض مع الجد الا فى المسئلة الاكدرية وهى زوج وام وجد واخت لاب وام او لاب فللزوجة النصف وللأم الثلث

وللجد السدس وللأخت النصف ثم يضم الجد نصيبه الى نصيب
الاخت فيقسمان للذكر مثل حظ الانثيين لان المقاسمة خير للجد اصلها
من ستة وتعمل الى تسعة وتنصح من سبعة وعشرين وسميت اكدرية
لانها واقعة امرأة من بنى اكدرو قال بعضهم سميت لانها كدرت على
زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنه مذهبه ولو كان مكان الاخت اخاو
اختان فلا عمل ولا اكدرية

ترجمہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور ان کے متبعین صحابہ کرام نے فرمایا:
بنو اعیان اور بنو علات دادا کے ساتھ حصہ نہیں پاتے۔ یہ قول امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا
ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ لوگ
دادا کے ساتھ وراثت پاتے ہیں۔ صاحبین، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی
قول ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا کے لئے بنو اعیان کے
ساتھ اور بنو علات کے ساتھ مقاسمہ اور جمیع مال کے ثلث (دو نوں امور) میں سے جو بہتر ہو وہ
ہے اور مقاسمہ کی تفصیل یہ ہے کہ دادا کو تقسیم میں ایک بھائی قرار دیں گے اور بنو علات تقسیم
میں بنو اعیان کے ساتھ شریک ہو گئے دادا کا حصہ کم کرنے کے لئے جب دادا اپنا حصہ لے
لے گا تو بنو علات بغیر کچھ لئے درمیان سے نکل جائیں گے۔ اور جو باقی ترکہ ہو گا وہ بنو اعیان
کے لئے ہو گا مگر جب کہ بنی اعیان میں ایک بہن ہو کیونکہ وہ اپنا فرضی حصہ کا نصف لے گی۔
دادا کے حصہ لینے کے بعد اگر کوئی چیز بچے تو وہ بنو علات کے لئے ہو گی ورنہ ان کے لئے کچھ
نہ ہو گا۔ جیسا کہ دادا یعنی بہن، اور دو علاقائی بہنیں۔ علاقائی بہنوں کے لئے مال کا دسواں حصہ
ہو گا اور 20 سے اس کی تصحیح ہو گی اور اگر اس مسئلہ میں ایک علاقائی بہن ہو تو اس کے لئے پچھ نہ
ہو گا اور اگر ان میں کوئی ذی سہم شامل ہو تو دادا کے لئے ایسی صورت میں ذی سہم کا حصہ
نکالنے کے بعد تین امور میں سے جو بہتر ہو، وہ ہو گا۔ یا تو مقاسمہ کیا جائے جیسا کہ شوبہ، دا۱۱

اور بھائی۔ یا ماقبی کا ٹکٹ دیا جائے گا جیسا کہ دادا، دادی، دو بھائی اور ایک بہن۔ یا جمع مال کا سدس دیا جائے گا جیسا کہ دادا، دادی، بیٹی، اور دو بھائی۔ اور جب باقی کا ٹکٹ بہتر ہو اور باقی کا ”صحیح ٹکٹ“ بچتا نہ ہو تو ٹکٹ کے خرچ کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں۔ چنانچہ اگر کسی نے دادا، شوہر، ایک بیٹی، ماں، عینی بہن یا غلاتی بہن چھوڑی ہو۔ تو دادا کے لئے سدس بہتر ہوگا اور مسئلہ 13 تک عول کر جائے گا اور بہن کے لئے کوئی چیز نہیں ہوگی اور یہ بھی جان لیجئے کہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عینی یا غلاتی بہن کو دادا کے ساتھ مسئلہ اکدریہ کے علاوہ کہیں بھی ذی فرض نہیں بناتے اور وہ شوہر، ماں، دادی اور ایک عینی یا غلاتی بہن ہے۔ شوہر کے لئے نصف، ماں کے لئے ٹکٹ اور دادا کے لئے سدس ہوگا اور بہن کے لئے نصف پھر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا جائے گا اور لٹلڈ کر مثل حظ الانثیین کے طور پر ان دونوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔ کیونکہ دادا کے لئے مقاسمہ بہتر ہے اس کی اصل 6 سے ہے اور 9 کی طرف عول ہے اور اس کی تصحیح 27 سے ہے اور اس کو اکدریہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کا مذہب مکدر کر دیا تھا اور اگر بہن کی بجائے بھائی ہوتا یا دو بہنیں ہوتیں تو نہ عول ہوتا اور نہ اکدریت۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿مقاسمۃ الجدل﴾

جب دادا کے ساتھ میت کے بہن بھائی بھی ہوں تو ان بہن بھائیوں کو میراث ملے گی یا نہیں؟ اگر ملے گی تو کس قدر؟ اور دادا کو اس صورت میں کیا ملے گا؟ اس باب میں یہ تمام اختلافات ذکر کئے جائیں گے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

دادا کی موجودگی میں یعنی بہن بھائیوں اور علاقائی بہن بھائیوں کو کچھ نہیں ملتا بلکہ جس طرح یہ لوگ باپ کی وجہ سے محروم ہوتے ہیں اسی طرح یہ دادا کی موجودگی میں بھی محروم ہونگے اور وراثت میں حصہ نہیں پائیں گے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور کبار صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے جنہوں نے آپ کے اس موقف کی تائید کی ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن زبیر بن عوام بن خولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶) حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۹) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۱۰) حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۱) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۲) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۳) قاضی شریح۔

(۱۴) حضرت عطاءؒ۔

(۱۵) حضرت عروہ بن زبیر۔

(۱۶) حضرت عمر بن عبدالعزیز۔

(۱۷) حضرت حسن بصری۔

(۱۸) حضرت عبداللہ ابن سیرین۔

(۱۹) حضرت قتادہ۔

(۲۰) حضرت جابر بن زید۔

(۲۱) حضرت عبادہ بن صامت۔

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ورحمہم اللہ تعالیٰ۔

صاحب کتاب کے نزدیک یہی قول مفتی بہ ہے۔ جبکہ مبسوط میں یہ ہے کہ فتویٰ

صاحبین کے قول پر ہے۔ ۱۔ یہی صحیح ہے۔

امام اعظم کی دلیل

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: زید بن ثابت اللہ تعالیٰ

سے نہیں ڈرتا کہ اس نے بیٹے کے بیٹے کو بیٹا بنادیا لیکن باپ کے باپ کو باپ نہیں بنایا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف اتصال اور قرب ایک ہی طرح کا ہے۔ لہذا جب

دادا مر جائے تو بیٹے کا بیٹا، بیٹے کی جگہ آجاتا ہے اور بھائیوں کو محروم کر دیا جاتا ہے اسی طرح

یوں بھی تو ہونا چاہئے کہ جب بیٹے کا بیٹا مر جائے تو باپ کا باپ، باپ کی جگہ آجائے تاکہ

میت کے اخوات کو محروم کر سکے۔

صاحبین کا موقف

یعنی اور علاتی بہن بھائی دادا کے ساتھ حصہ پاتے ہیں۔ جناب سیدنا حضرت علی

الرضی اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ

موقوف ہے نیز حضرت امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

صاحبین کی دلیل

دادا کی دو مشابہتیں ہیں (جیسا کہ آگے آرہا ہے) اور دونوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ چنانچہ ہم نے دادا کی، بھائیوں کے ساتھ مشابہت کا لحاظ کیا اور کہہ دیا کہ جب وہ مقاسمہ میں حصہ پائے گا تو ایک بھائی کے طور پر سمجھا جائے گا۔ اور چونکہ یہ ایک اعتبار سے باپ کے مثل ہے اس لئے اس کا اعتبار کرتے ہوئے ہم نے کہا کہ جس طرح باپ کی وجہ سے اخیا فی بہن بھائی محروم ہو جاتے ہیں اسی طرح دادا کے ہوتے ہوئے بھی یہ لوگ محروم ہو جاتے ہیں۔

دادا کے مسئلہ میں اختلاف کی وجہ

دادا کے معاملہ میں اختلاف دراصل اس وجہ سے پیدا ہوا کہ دادا کے بارے میں احکام مختلف ہیں۔ بعض میں یہ بھائیوں کی مثل لگتا ہے اور بعض میں باپ کی مثل۔

دادا کی باپ کے ساتھ مشابہت

(i) باپ کی موجودگی میں اخیا فی بھائی محروم ہوتے ہیں اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی اخیا فی بھائی محروم ہو جاتے ہیں۔

(ii) باپ اگر صغیر یا صغیرہ کا نکاح کر دے تو بالغ ہونے پر ان کو فسخ کا حق حاصل نہیں ہوتا اسی طرح دادا ان کا نکاح کر دے تو بھی ان کو فسخ کا حق نہیں رہتا۔

(iii) ظاہر الروایہ میں ہے کہ باپ کی موجودگی میں بھائی کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہوتی اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی بھائیوں کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہوتی۔

(iv) باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا تو قصاص باپ کو قتل نہیں کیا جاتا اسی طرح دادا کو بھی پوتے کے قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا۔

(v) باپ کی بیوی بیٹے پر اور بیٹے کی بیوی باپ پر حرام ہے اسی طرح دادا کی بیوی پوتے پر اور پوتے کی بیوی دادا پر حرام ہے۔

(vi) باپ کی گواہی بیٹے کے حق میں قبول نہیں اسی طرح دادا کی گواہی بھی پوتے کے حق میں قبول نہیں۔

(vii) باپ بیٹے کی کنیز سے صحبت کر کے اس پیدا ہونے والے بچے کو اپنی طرف منسوب کرے تو جائز ہے اور وہ کنیز باپ کی ام ولد بن جائے گی اسی طرح اگر دادا نے پوتے کی کنیز سے وطی کی اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنی طرف منسوب کیا تو جائز ہے اور وہ کنیز دادا کی ”ام ولد“ بن جائے گی

(viii) باپ پر بیٹے کی زکوٰۃ جائز نہیں اسی طرح دادا پر پوتے کی زکوٰۃ جائز نہیں۔
(ix) باپ کو بیٹے کے مال اور نفس میں تصرف کا حق حاصل ہے اسی طرح دادا کو بھی پوتے کے مال اور نفس میں تصرف کا حق حاصل ہے۔

بھائی کے ساتھ مشابہت

(i) اگر صغیر کا باپ نہ ہو بلکہ ماں اور بھائی ہو تو ماں اور بھائی پر اس کا نفقہ واجب ہے اور یہ وجوب اثلاً ثابت ہوگا یعنی کہ جس قدر یہ لوگ وراثت کے مال کے حق دار ہیں اسی مقدار میں ان پر نفقہ واجب ہے۔ ماں کا حصہ ثلث ہوتا ہے اور باقی بھائی کا۔ اسی طرح دو تہائی نفقہ بھائی پر اور ایک تہائی ماں پر لازم ہے۔ یونہی اگر ماں اور دادا ہوں تو اس صغیر کا نفقہ ماں اور دادا پر اثلاً ثابت ہوگا کیونکہ دادا پہلے تو ذی فرض کے طور پر اپنا فرضی حصہ (سدس) لے گا اور ماں کو اس کا حصہ ثلث دے کر باقی جو ہے وہ دادا بطور عصبہ لے گا۔ تو دادا کو دو تہائی ملا اور ماں کو ایک تہائی، اسی تناسب سے دونوں پر صغیر کا نفقہ واجب ہے چنانچہ دادا پر دو تہائی ہے جیسا کہ بھائی پر دو تہائی تھا اور ماں پر حسب سابق ایک تہائی۔

(ii) اگر بھائی تنگ دست ہو تو صغیر کا نفقہ اس پر واجب نہیں ہے اسی طرح دادا اگر تنگ دست ہے تو اس پر بھی صغیر کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔

(iii) صدقہ فطر صغیر کی طرف سے بھائی پر واجب نہیں اسی طرح دادا پر بھی

واجب نہیں ہے۔

۱۔ کتاب الميسوط، جلد 29 صفحہ 203، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان۔

(iv) بھائی مسلمان ہو جائے تو اس کے صغیر بھائی کو تابعیت میں مسلمان نہیں سمجھا

جاتا اسی طرح دادا مسلمان ہو جائے تو اس کی تابعیت میں پوتا مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔

(v) بھائی اپنے کسی بھتیجے کے نسب کا اقرار کرے کہ میرا بھتیجا ہے حالانکہ اس

کا بھائی موجود ہو تو اس کا یہ اقرار اس کے بھائی کی موجودگی میں (جب کہ بھائی منکر ہو) نہیں مانا جائے گا اسی طرح اگر دادا کسی کے بارے میں اقرار کرے کہ وہ میرا پوتا ہے جب کہ اس کا باپ زندہ ہو (اور وہ اس سے منکر ہو) تو دادا کا یہ اقرار نہیں مانا جائے گا۔

دادا جب بہن بھائیوں کے ساتھ وارث بن رہا ہو تو اس کو کیا ملے گا اور کیا نہیں؟

اس کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہے جب کہ اس کی مشابہتیں دو طرح کی موجود ہیں بعض اعتبارات سے بھائی کے ساتھ اور بعض اعتبارات سے باپ کے ساتھ۔ جیسا کہ ابھی اوپر گذرا۔ اس لئے فقہاء کا اس کے بارے میں شدید اختلاف ہو گیا کہ دادا کو کس کے ساتھ لاحق کریں چنانچہ

﴿1﴾ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح درج ذیل امور میں توقف کیا

ہے اسی طرح دادا کی وراثت کی اس صورت میں بھی توقف فرمایا ہے۔

(الف) مسئلہ دہر میں توقف کیا اور فرمادیا ”مجھے معلوم نہیں کہ دھڑ کیا ہے۔

(ب) ختنہ کرنے کے وقت کے بارے میں بھی آپ نے سکوت فرمایا۔

(ج) مشرکین کے بچوں کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے میں بھی سکوت فرمایا۔

(د) یزید کے ایمان و کفر کے متعلق بھی توقف فرمایا۔

﴿2﴾ بعض لوگوں نے دادا کے بارے میں فتویٰ کو ممتنع قرار دیا حتیٰ کہ حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے کہ ”مجھ سے ہر قسم کا سوال کر لو لیکن مسئلہ جد (دادا) کے بارے میں کوئی نہ پوچھے“ نیز یہ بھی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہنم میں جانا چاہتا ہے وہ دادا کے مسئلہ کے بارے میں فتویٰ صادر کر دے۔

﴿3﴾ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غور کر لیا جائے کہ

{i} دادا تنگ دست اور بھائی اور بہنیں خوش حال ہیں۔

{ii} بہن و بھائی تنگ دست اور دادا خوشحال ہے۔

{iii} دونوں کا حال برابر ہے۔

اگر دادا تنگ دست ہے تو پھر دادا کو وراثت دے دو اور ان بہن بھائیوں کو کچھ نہ دو اور اگر بہن بھائی تنگ دست ہوں اور دادا خوشحال تو بہن بھائیوں کو دو اور دادا کو کچھ نہ دو۔ اور اگر سب کا حال برابر ہے تو پھر سب کو برابر تقسیم کر دو۔

﴿4﴾ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دادا کے ”سدس“ کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے اس لئے وہ ”سدس“ تو اس کو دے دو اور باقی سے دادا سے صلح یعنی تخراج کروالو۔

﴿5﴾ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو لیا ہے اور یہ قول ان کے علاوہ اور بھی تقریباً چودہ صحابہ کرام علیہم السلام رضوان کا ہے۔ کیونکہ آپ کا مذہب بالکل واضح ہے اور اس سلسلہ میں آپ سے جو روایتیں ہیں ان میں اختلاف نہیں ہے جبکہ حضرت عبیدہ السلمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دادا کے متعلق ستر کے قریب قصے سنے ہیں ان میں سے بعض بعض سے موافقت نہیں رکھتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے آپ نے پوچھا کہ تم میں کوئی شخص ایسا ہے جس نے آقا علیہ السلام کو دادا کے متعلق فیصلہ فرماتے دیکھا ہو؟ تو ایک شخص کہنے لگا: میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دادا کے بارے میں سدس کا فیصلہ فرمایا۔ آپ نے پوچھا کہ دادا کے ساتھ اور کون کون وراثت تھے تو اس نے جواب دیا کہ اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تجھے کچھ علم نہیں۔ پھر ایک اور شخص نے کھڑا ہو کر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ نے دادا کے لئے ”ثلث“ کا فیصلہ فرمایا۔ آپ نے پوچھا کہ دادا کے ساتھ اور کون کون سے وراثت تھے؟ اس نے بھی کہا: اس کا مجھے کچھ علم نہیں۔ آپ نے فرمایا: تجھے بھی کچھ علم نہیں۔ اسی طرح ایک نے ”نصف“ کی بات کی اور ایک نے

”جمع مال“ کی شہادت دی۔ پھر ایک مرتبہ صحابہ کرام کا دادا کے حصہ کے سلسلہ میں ایک گھر میں مشورہ ہو رہا تھا تاکہ دادا کے متعلق کوئی حنفیہ رائے اختیار کی جائے، اچانک اس کمرہ کی چھت سے ایک سانپ گرا، تو سب لوگ وہاں سے نکل گئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم لوگ دادا کے متعلق ایک فیصلہ کرو۔

دادا کے متعلق تقسیم حصص کی وجہ حصر

دادا تین حال سے خالی نہ ہو گیا تو اس کے ساتھ صرف عینی بہن بھائی ہونگے یا صرف علاقائی بہن بھائی ہونگے یا عینی بھی ہونگے اور علاقائی بھی۔ اور ہر صورت میں ان کے ساتھ کوئی ذی سہم ہو گا یا نہیں؟ اس طرح کل 6 اقسام بن گئیں۔

- (۱) دادا کے ساتھ صرف عینی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوئی ذی فرض بھی ہو۔
- (۲) دادا کے ساتھ صرف عینی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوئی ذی فرض نہ ہو۔
- (۳) دادا کے ساتھ صرف علاقائی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوئی ذی فرض بھی ہو۔
- (۴) دادا کے ساتھ صرف علاقائی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوئی ذی فرض نہ ہو۔
- (۵) دادا کے ساتھ علاقائی بہن بھائی بھی ہوں اور عینی بھی اور ساتھ کوئی ذی فرض ہو۔
- (۶) دادا کے ساتھ علاقائی بہن بھائی بھی ہوں اور عینی بھی اور ساتھ کوئی ذی فرض نہ ہو۔

نوٹ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات پر متفق ہیں کہ دادا کے ساتھ عینی اور علاقائی بہن بھائیوں کو حصہ ملے گا لیکن ان کو حصہ تقسیم کیسے کیا جائے گا؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

مقاسمہ اس وقت تک کریں گے جب تک اس مقاسمہ کے ذریعے سے ملنے والا حصہ کل مال کے سدس سے زیادہ یا برابر ہو۔ اور اگر مقاسمہ کے ذریعے سے ملنے والا حصہ سدس

..... سنن البیہقی الکبری، جلد 6 صفحہ 245 مطبوعہ مکتبہ دارالہاد۔

سے کم ہو تو پھر مقاسمہ نہیں کریں گے بلکہ سدس ہی دیں گے کیونکہ دادا کا حصہ سدس سے کم نہیں ہوگا اس لئے جب دادا کے ساتھ دو تین یا چار عینی بھائی ہوں تو دادا کے لئے مقاسمہ بہتر ہے اور جب اس کے ساتھ پانچ بھائی ہوں تو مقاسمہ کر لیں یا سدس دے دیں دونوں طرح حصہ وہی ملے گا۔ اور اگر دادا کے ساتھ عینی بھائی 6 یا زیادہ ہوں تو ایسی صورت میں اگر مقاسمہ کرتے ہیں تو دادا کا حصہ سدس سے بھی کم ہو جائے گا اس لئے اس صورت میں دادا کے لئے سدس ہی ہوگا۔

(۲) نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو علات کو تقسیم میں ہی شمار نہیں کرتے لہذا اگر دادا کے ساتھ ایک عینی بھائی اور ایک علاقائی بھائی ہو تو ایسی صورت میں دادا اور بھائی میں مقاسمہ ہوگا۔ دونوں کے درمیان مال نصف نصف تقسیم ہوگا اور علاقائی بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

(۳) آپ کے نزدیک دادا کے ساتھ بہنیں ہوں تو دادا ان کو عصبہ نہیں بنا سکتا بلکہ دادا کے ساتھ بہن ہو تو وہ ذی فرض بنے گی لہذا جب دادا کے ساتھ ایک عینی بہن ہو اور ایک علاقائی بہن، تو عینی بہن کو نصف مال ملے گا اور علاقائی بہن کو سدس تکملاً لاشلین اور ماہی دادا کو۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

(۱) جب دادا عینی یا علاقائی بھائیوں کے ساتھ ہو تو مقاسمہ کریں گے اس وقت تک کہ مقاسمہ سے ملنے والا حصہ ثلث کے برابر یا زائد ہو اور اگر ثلث سے کم ہو تو مقاسمہ نہیں کریں گے بلکہ کل مال کا ثلث دیں گے۔

(۲) بنو علات اولاً تو تقسیم میں بنی اعیان کے ساتھ داخل ہونگے جب حصص مقرر ہو جائیں گے تو یہ نکل جائیں گے کیونکہ یہ لوگ دادا کے لئے حاجب ہوتے ہیں لیکن اس جب سے ان کو کچھ نہیں ملتا بلکہ دادا کا حصہ کم کروا کے یہ لوگ درمیان سے نکل جاتے ہیں اور دادا کے حصہ سے بچا ہوا مال ”بنی اعیان“ لے لیتے ہیں۔ کیونکہ ”بنو علات“ دادا کے ساتھ اس صورت میں وراثت پاتے ہیں جبکہ بنی اعیان نہ ہوں۔ اور بنی اعیان ہوں تو یہ محروم

ہوتے ہیں۔ تو جس کے ساتھ یہ حصہ پاتے ہیں ان کے ساتھ ان کا اعتبار کرنا ضروری ہوگا اس لئے ہم نے دادا کے حق میں ان کی موجودگی کا اعتبار کیا۔ پھر جب دادا اپنا حصہ لے چکا تو اب یعنی بھائی اور علاقائی رہ گئے اور یعنی کے ہوتے ہوئے علاقائی بہن بھائی محروم ہو جاتے ہیں اس لئے ان کے حق میں ان کو ساقط مانا جائے گا اور ان کو کچھ نہیں ملے گا۔

مثال

جیسا کہ کسی نے ماں، ایک یعنی بھائی اور ایک علاقائی بھائی چھوڑا۔ اس صورت میں ماں کا سدس ہے۔ کیونکہ دو بھائی موجود ہوں تو وہ ماں کو ”ثلث“ سے ”سدس“ کی طرف محبوب کر دیتے ہیں کیونکہ جب یہ علاقائی بھائی، یعنی بھائیوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو وراثت پاتے ہیں اور جب یہ حصہ لیں گے تو یقیناً ماں کا حصہ کم ہو جائے گا، لیکن ماں کو ”ثلث“ سے ”سدس“ کی طرف محبوب کرنے کے بعد یعنی بھائیوں سے خود محبوب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب دادا کے ساتھ ایک یعنی بھائی اور ایک علاقائی بھائی ہو تو ”مقاسمہ“ اور ”ثلث جمع المال“ دونوں برابر ہیں کیونکہ اگر مقاسمہ کریں گے تب بھی تین ہی سے کریں گے جس میں سے ایک دادا کا اور باقی یعنی بھائی کا اور علاقائی بھائی کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ اور اگر یہیں پر علاقائی بھائی کی بجائے علاقائی بہن فرض کریں تو دادا کے لئے ”مقاسمہ“ بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں مسئلہ 5 سے بنے گا، اس میں سے دادا کے لئے 2 اور باقی 3 یعنی بھائی کے لئے اور علاقائی بہن کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ”بنی اعیان“ میں صرف ایک ہی بہن ہو تو اس صورت میں وہ اپنا حصہ (نصف) وصول کر لے گی اور ”سدس“ تو دادا کو دے ہی دیا ہے اب اگر کچھ باقی بچے تو وہ علاقائی بہن بھائیوں کو دے دیا جائے گا ورنہ وہ محروم رہ جائیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا موقف

(۱) دادا کے لئے مقاسمہ کریں گے جب تک کہ اس مقاسمہ کے ذریعے ملنے والا مال ”ثلث مال“ کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔ اور اگر مقاسمہ سے ملنے والا حصہ ”ثلث“ سے کم ہے تو ”مقاسمہ“ نہیں کریں گے۔ (اس قول میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنه نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی ہے)

(۲) جب بنی اعیان موجود ہوں تو مقاسمہ میں بنی العلات کو شمار نہیں کریں گے
(اس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی ہے)

(۳) جب بہنیں اکیلی ہوں، ساتھ کوئی بھائی موجود نہ ہو، تو ”دادا“ ابن کو حصہ نہیں بناتا بلکہ یہ بہنیں ذی فرض رہتی ہیں (اس میں بھی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی ہے)

مقاسمہ کی تفصیل

جب دادا کے لئے وراثت تقسیم کریں گے تو اس کو اسی طرح حصہ دیں گے جیسے بہنوں کے ساتھ بھائی کو ملتا ہے یعنی کہ علاقائی بہنیں اور دادا کو لسلہ کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ یہ تقسیم تب کرئیں گے کہ اس کے لئے تقسیم بہتر ہو اور اگر اس کے لئے ”کل مال کا ٹکٹ“ بہتر ہو تو ”کل مال کا ٹکٹ“ دیں گے کیونکہ اگر اولاد ہو تو دادا کو ”سندس“ ملتا ہے اور جب اولاد نہ ہوگی بلکہ یعنی بہنیں یا بھائی ہوں تو اس کا حصہ دگنا ہو جائے گا اور ”سندس“ کا دگنا ”ٹکٹ“ ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ماں اور باپ کے درمیان مال تقسیم کیا جاتا ہے تو ماں کو ”ٹکٹ“ اور باپ کو ”ٹکٹان“ ملتا ہے، یہ ماں اور باپ کا پہلا درجہ ہے۔ اور دادی، دادا ماں، باپ کے بعد والے یعنی کہ دوسرے درجہ کے وارث ہیں تو اس درجہ میں جب دادی ”سندس“ پاتی ہے تو دادا کو اس کا ڈبل ”ٹکٹ“ ملنا چاہئے۔

مقاسمہ اور ٹکٹ میں سے بہتر دادا کا حصہ ہے

جیسا کہ دادا کیساتھ ایک بھائی ہو تو دادا بذریعہ مقاسمہ نصف مال لے گا کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے ”مقاسمہ“ ہی بہتر ہے کہ اس طرح اس کو ”نصف“ مل گیا اگر ”مقاسمہ“ نہ کریں بلکہ اس کا حصہ دیں تو وہ ”ٹکٹ“ ہے اس طرح دادا کو حصہ جو ”ٹکٹ“ ملا یہ اس حصہ سے کم ہے جو اس کو ”مقاسمہ“ کے ذریعے ملا۔ کیونکہ ”نصف“ بڑا ہوتا ہے ”ٹکٹ“

سے۔ اور اگر دادا کے ساتھ دو بھائی ہوں تو چاہے ”مقاسمہ“ کر لیں یا ”ثلث“ دے دیں دونوں برابر ہیں کیونکہ ”مقاسمہ“ کے ذریعے بھی تو اسے ”ثلث“ ہی ملے گا۔ اس لئے کہ یہاں دو بھائی اور ایک دادا ہے اور یہاں پر دادا بھی بھائیوں کی طرح سمجھا جاتا ہے چنانچہ کل مال کے تین حصے کئے جائیں گے، دو حصے دو بھائیوں کو اور ایک حصہ دادا کو دیں گے اور تین میں کا ایک حصہ ”ثلث“ ہی تو ہوتا ہے۔ اور اگر ”مقاسمہ“ نہ کریں تو بھی دادا کو ”ثلث“ ہی ملے گا اس لئے کہا گیا کہ جب دادا کے ساتھ دو بھائی ہوں تو ”مقاسمہ“ اور ”ثلث“ میں سے جو چاہیں کر لیں کہ دادا کے لئے دونوں مساوی ہیں۔ اور اگر دادا کے ساتھ تین بھائی ہوں تو ایسی صورت میں دادا کے لئے ”ثلث“ بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں اگر ”مقاسمہ“ کرتے ہیں تو تین بھائی اور ایک دادا کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے ہمیں مال چار حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا جن میں سے تین حصے تین بھائیوں کو اور ایک حصہ جو کہ کل مال کا ربع یعنی کہ چوتھا حصہ (1/4) ہے دادا کو ملے گا، جبکہ ”مقاسمہ“ کی بجائے دادا کو اگر ”ثلث“ دیں تو اس کے حق میں بہتر ہے اس لئے اس صورت میں دادا کے لئے مال کا ”ثلث“ ہوگا۔

یونہی اگر دادا کے ساتھ دو یا تین بہنیں ہوں تو اس کے لئے مقاسمہ بہتر ہے کیونکہ دو بہنوں اور دادا میں حصہ تقسیم کرنا ہو تو کل چار حصے کرتے ہیں جن میں سے ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کو اور دو حصے دادا کو ملیں گے چنانچہ اس طرح دادا کو نصف مل گیا جو کہ ثلث سے بہر حال بہتر ہے۔

اور اگر دادا اور تین بہنوں میں ترکہ تقسیم کرنا ہو تو کل پانچ حصے کریں گے جن میں سے تین حصے تین بہنوں کو اور دو حصے دادا کو دیں گے اس صورت میں بھی مقاسمہ ہی بہتر ہے، کیونکہ مقاسمہ کی بناء پر دادا کو دو اخماس ملے اور دو اخماس، ثلث سے زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ تین کو اگر پانچ برابر حصوں میں تقسیم کریں تو 6.6 کے پانچ حصے بن جائیں گے۔ اور 6 تین کا ایک خمس ہے۔ اب دیکھیں 30 کا ثلث 10 ہے۔ اور دو اخماس 12۔ معلوم ہوا کہ دادا کو مقاسمہ کے ذریعے جو ”2 اخماس“ ملے وہ ”ثلث“ سے بہتر ہیں۔

اور اگر دادا کے ساتھ 4 بہنیں ہوں تو مقاسمہ اور ٹکٹ میں سے جو بھی دے دیں ٹھیک ہے کیونکہ جب چار بہنوں اور دادا میں مقاسمہ کریں گے۔ کل مال کے 6 حصے کریں گے جن میں سے چار حصے چار بہنوں کو دیں گے اور دو حصے دادا کو۔ اور ”6“ میں سے ”2“ ٹکٹ ہوا کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس صورت میں چاہے ”مقاسمہ“ کر لیں اور چاہے ”ٹکٹ“ دے دیں دونوں ہی برابر ہیں۔

اور اگر دادا کے ساتھ پانچ یا پانچ سے زیادہ بہنیں ہوں تو ان تمام صورتوں میں دادا کے لئے ”ٹکٹ“ ہی بہتر ہے۔ کیونکہ پانچ بہنوں اور دادا کے لئے جب تقسیم کریں گے تو کل مال کے 7 حصے بنائیں گے جن میں سے پانچ حصے پانچ بہنوں کو اور دو حصے دادا کو دیں گے اس صورت میں دادا کو دو سب (2/7) ملے، جبکہ اگر ”مقاسمہ“ نہ کریں بلکہ ”ٹکٹ“ دیں تو دادا کو زیادہ فائدہ ہے کیونکہ اس صورت میں دادا کو ”2 سدس“ ملیں گے جبکہ ”مقاسمہ“ کی صورت میں ”2 سب“ (2/7) ملتے ہیں اور ”2 سدس“ (2/6) زیادہ ہیں ”2 سب“ (2/7) سے۔ کیونکہ 21 کو اگر برابریات حصوں میں تقسیم کیا جائے تو تین تین کے 7 حصے ہو جائیں گے۔ اس میں سے ”3“ اس کا سب (ساتواں حصہ) ہے اور 2 سب ”6“ ہونگے۔ جبکہ 21 کا ٹکٹ یعنی کہ تیسرا حصہ ”7“ ہے۔ اور 7 یقیناً 6 سے بڑا ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں دادا کے لئے ”ٹکٹ“ ہی بہتر ہے المختصر جن صورتوں میں دادا کے لئے ”ٹکٹ“ بہتر ہوگا ان صورتوں میں دادا کو ”ٹکٹ“ دیں گے اور جن صورتوں میں دادا کے لئے ”مقاسمہ“ بہتر ہوگا ان صورتوں میں دادا کو بہن بھائیوں کے ساتھ شریک کر کے تقسیم کریں گے۔

قوله الا اذا كانت من بنی الاعمان للبخ

یہ استثناء بخیر جون سے ہے یعنی کہ مذکورہ صورت میں تو ”بنی علالت“ بغیر حصہ لئے ورثاء میں سے نکل جاتے ہیں لیکن درج ذیل صورت میں ان کو حصہ ملتا ہے۔

بنو اعمیان کے ہوتے ہوئے بنو علالت کے حصہ پانے کی ایک صورت

جب تقسیم کے لئے سهام بنائے جاتے ہیں تو اولاً بنو علالت بھی شامل ہوتے ہیں

کیونکہ دادا سے یہ محبوب نہیں ہوتے پھر جب دادا اپنا حصہ وصول کر لیتا ہے تو اب یہ بنو اعیان سے محبوب ہو جاتے ہیں ہاں ایک صورت یہ ہے کہ بنی اعیان میں سے صرف ایک بہن ہو تو اس صورت میں جب دادا اپنا حصہ وصول کر لے گا تو یہ بہن اس کے بعد کل مال کا نصف بطور فرضی حصہ پائے گی۔ اس کے حصہ کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو وہ ”بنو علات“ کو ملے گا۔ جیسا کہ کسی نے ایک دادا، ایک عینی بہن اور دو علاتی بہنیں چھوڑی ہوں۔ یہاں پر دادا کے لئے ”مقاسمہ“ بہتر ہے کیونکہ مسئلہ میں تین بہنیں اور ایک دادا ہے جو کہ بھائی کے قائم مقام ہوتا ہے، چنانچہ تقسیم کے لئے مال کے کل پانچ سہام بنائے، جس میں سے 2 دادا کو دیئے، باقی بچے 3۔ ایک عینی بہن کا حصہ ”کل مال کا نصف“ ہوتا ہے اور کل مال کا نصف ”اڑھائی“ بنتا ہے کیونکہ مسئلہ ”5“ سے بنایا تھا۔

مسئلہ میں چونکہ کسر آ رہی ہے اس کو ختم کرنے کے لئے ہم نے اس بہن کے فرض (نصف) کے مخرج (2) کو ضرب دی اصل مسئلہ (5) کے ساتھ، تو $(10 = 5 \times 2)$ حاصل ضرب 10 آیا۔ دادا کے سہام (2) کو بھی اسی عدد کے ساتھ ضرب دیں گے تو $(4 = 2 \times 2)$ حاصل ضرب 4 آیا۔ دادا کو 4 حصے دیئے۔ باقی بچے 6۔ ان میں سے کل مال کا نصف (5 سہام) ایک بہن کو دیئے۔ ایک سہم بچ گیا جو کہ دو علاتی بہنوں پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا ہے۔ اس لئے اس کسر سے بچنے کے لئے علاتی بہنوں کے ردوں (2) کو ضرب دی اصل مسئلہ (10) کے ساتھ، تو $(20 = 2 \times 10)$ حاصل ضرب 20 آیا۔ چنانچہ اب 20 سے مسئلہ حل کیا۔ دادا کے سہام 4 کو بھی اسی عدد سے ضرب دی جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی $(8 = 4 \times 2)$ حاصل ضرب 8 آئے گا، لہذا دادا کو 8 سہام ملے۔ اور کل مال کا نصف (10) سہام ایک عینی بہن کو دیئے۔ باقی بچے 2۔ یہ دو علاتی بہنوں کو دے دیئے۔ اس طرح کہ ہر بہن کو ایک ایک سہم مل جائے گا۔

اس مثال میں غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ”2 علاتی“ بہنوں کو کل مال کا عشر (1/10) ملا ہے، کیونکہ جب مسئلہ 5 سے کیا تو دو سہام دادا کو دیئے

اور اڑھائی سہام، یعنی بہن کو (جو کہ کل مال کا نصف ہے) دیئے۔ باقی آدھا بچا جو کہ دو علاقائی بہنوں کو دینا ہے۔ جب آدھے کو دو برابر حصوں میں تقسیم کریں گے تو ربح، ربح کے دو حصے بن جائیں گے۔ اور ایک حصے کا ربح، پانچ حصوں کا عشر ہوتا ہے۔

یہ تو اس صورت کی مثال تھی کہ یعنی بہنوں سے کچھ بچ گیا جو کہ علاقائی بہنوں کو دے دیا اور اگر علاقائی بہنوں کے لئے کچھ بھی نہ بچے تو اس کی مثال درج ذیل ہے۔

بنو اعیان کے ساتھ بنو علات کے محروم ہونے کی مثال

اسی سابقہ مثال میں اگر 2 علاقائی بہنوں کی بجائے صرف ایک بہن ہوتی تو اس کے لئے کچھ بھی نہ بچتا کیونکہ دادا اس صورت میں بطور مقاسمہ ”نصف“ لے لیتا کیونکہ ”مقاسمہ“ میں دادا بھائی کی طرح سمجھا جاتا ہے جب یہ دو بہنوں کے ساتھ ہوتا تو کل چار حصے کئے جاتے، جن میں سے دو حصے دادا لے لیتا جو کہ نصف ہے، اس نصف کے ٹکالنے کے بعد اب صرف ”نصف“ بچتا ہے، یہ نصف ”یعنی بہن“ لے لیتی، تو کسی بھی چیز میں صرف دو ہی نصف ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک دادا لے چکا اور دوسرا یعنی بہن۔ بنو علات کے لئے کچھ بھی نہیں بچا اس لئے اس صورت میں ”بنو علات“ محروم رہ جاتے ہیں۔

دادا کے ساتھ کوئی ذی سہم بھی ہو تو پھر دادا کے لئے تین امور میں سے جو بہتر ہو وہ دیا جائے گا (i) مقاسمہ (ii) کل مال کا سدس (iii) ما فی کاثلث۔

مقاسمہ کے بہتر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، دادا اور بھائی چھوڑے ہوں تو مسئلہ 2 سے بنے گا، کیونکہ ایک نوع میں سے نصف موجود ہے، ان دو میں سے ایک سہم شوہر کو ملے گا اور دوسرا سہم دادا اور بھائی کے لئے آدھا آدھا ہوگا۔ یہاں کہہ دوں کہ رزوس (۲) کو اصل مسئلہ (۲) کے ساتھ ضرب دی تو ($۳=۲ \times ۲$) حاصل ضرب 4 ہوا۔ شوہر کے سہام (۱) کو بھی 2 سے ضرب دی تو اس کے کل سہام 2 ہو گئے۔ دادا کا ایک اور بھائی کا ایک۔ اس مثال میں غور کریں کہ دادا کو کیا ملا؟ دادا کو کل مال کا ”ربح“ ملا۔ تو ”مقاسمہ“ کی بناء پر دادا کو کل مال

کا ربع مل گیا۔ جو کہ کل مال کے سدس اور ماقی (نصف) کے ٹلٹ (کل کے سدس) سے بہتر ہے۔ معلوم ہوا کہ اس صورت میں دادا کے لئے مقاسمہ ہی بہتر ہے۔

ٹلٹ ماقی کے بہتر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے دادا، دادی، دو بھائی اور ایک بہن چھوڑی ہو تو یہاں پر مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے دادی کے لئے سدس ہوگا۔ باقی بچے 5۔ پانچ کا ٹلٹ نکالنا چاہا تو کسر آگئی چنانچہ اسی ٹلٹ کے خرچ (3) کے ساتھ ضرب دی اصل مسئلہ (6) کو تو $(18 = 3 \times 6)$ حاصل ضرب 18 ہو گیا، قانون کے مطابق دادی کے ایک سہم کو بھی اسی عدد کے ساتھ ضرب دی جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی تو $(3 = 3 \times 1)$ حاصل ضرب 3 آیا۔ یہ حصہ ہے دادی کا۔ 18 میں سے 3 دادی کے لئے نکالے تو باقی 15 بچے۔ تو اس 15 کا ٹلٹ 5 ہے۔ یہ دادا کو دیا، باقی بچے 10 سہام، جو کہ دو بھائیوں اور ایک بہن کے لئے ہیں۔ چنانچہ لہذا کرمثل حظ الانثیین کے طور پر دونوں بھائیوں کو 4، 4 اور ایک بہن کو دو سہام دے دیئے۔ اس طرح تقسیم پوری ہو گئی۔ ہم نے کہا کہ مذکورہ صورت میں دادا کے لئے ”مقاسمہ“ سے ”ٹلٹ ماقی“ بہتر ہے۔ کیونکہ اگر یہاں ”مقاسمہ“ فرض کریں تو مسئلہ وہی 6 سے بنے گا، جس میں سے دادی کا ایک، باقی بچے 5۔ اب جبکہ دادا کے لئے مقاسمہ کرنا ہے تو یقیناً اس کو ایک بھائی کے طور پر لیں گے، اس طرح دو بھائی جو کہ چار بہنوں کے قائم مقام ہیں اور دادا کے برابر ہے۔ اور ایک بہن خود موجود ہے۔ لہذا کل سات بہنیں بنتی ہیں۔ اس لئے مسئلہ 7 سے بنے گا جب کہ ہمارے پاس بچے ہوئے سہام 5 ہیں۔ جو کہ روڈس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے۔ ان سہام اور روڈس میں نسبت بتاؤں گی ہے اس لئے کل عدد روڈس کو ضرب دی اصل مسئلہ کے ساتھ تو اس طرح $(32 = 4 \times 8)$ حاصل ضرب 42 ہوا۔ جن میں سے سات سہام دادی کے لئے۔ باقی بچے 35۔ یہ دادا اور بہن بھائیوں میں یوں تقسیم ہو گئے کہ دادا سمیت ہر بھائی کے دس دس سہام اور بہن کے پانچ۔

اس مثال میں غور کریں کہ دادا کو 42 میں سے 10 سہام حاصل ہوئے جب کہ

”ثلث ماقی“ میں دادا کو 18 میں 5 حصے (5/18) ملے تھے۔ اور اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ 18 میں سے 5 (5/18) افضل ہیں 42 میں سے 10 یعنی 5 میں سے 21 سهام سے۔ یونہی اس صورت میں ”ثلث ماقی“ سدس کل سے بھی بہتر ہے کیونکہ سدس کل کی صورت میں بھی مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے دادا اور دادی کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا، باقی بچے 4، جو کہ ایک بہن اور دو بھائیوں کے لئے ہے۔ دو بھائی چونکہ 4 بہنوں کے مثل ہوتے ہیں اس لئے کل پانچ رووس ہوئے تو مسئلہ 5 سے بنانا پڑے گا، جبکہ ماقی 4 ہیں اور 4 اور 5 میں نسبت بتائیں کی ہے، چنانچہ جب عدد رووس 5 کو اصل مسئلہ 6 سے ضرب دی تو (۶×۵=۳۰) حاصل ضرب 30 ہوا۔ جس میں سے پانچ دادا کو اور پانچ دادی کو۔ باقی بچے 20، ان میں سے ہر بھائی کو 8، 8 اور بہن کو 4 ملیں گے۔ اس صورت میں غور کریں کہ دادا کو 30 میں سے پانچ ملے ہیں جبکہ مقاسمہ کی صورت میں دادا کو 18 میں سے 5 ملے تھے۔ اور یقیناً 18 میں سے 5 زیادہ حصہ ہے 30 میں سے 5 سے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں دادا کے لئے ”مقاسمہ“ اور ”سدس جمیع مال“ سے بہتر ”ثلث ماقی“ ہے۔

سدس جمیع مال بہتر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے دادا، دادی، بیٹی اور دو بھائی چھوڑے ہوں۔ چونکہ مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہو رہے ہیں اس لئے مسئلہ 6 سے بنے گا۔ بیٹی کے لئے نصف ہے اور وہ 3 ہے۔ دادی کے لئے سدس اور وہ 1 ہے۔ باقی بچے 2 سهام۔ اب اگر دادا دو بھائیوں کے ساتھ مقاسمہ کرے تو اس کو ان دو کا ”ثلث“ ملے گا، کیونکہ تین بھائیوں میں تقسیم کے لئے تین سهام کرنے پڑتے ہیں اور ہر ایک کو ایک ملتا ہے جو کہ کل مال کا ”ثلث“ ہوتا ہے تو اس صورت میں دادا کے لئے اگر مقاسمہ کریں تو اس کو ماقی 2 کا ثلث ملے گا اور چونکہ دو کا ثلث نہیں ہوتا اس لئے ہم نے ثلث حاصل کرنے کے لئے ثلث کے مخرج 3 کو ضرب دی اصل مسئلہ کے ساتھ، (۱۸=۳×۶) حاصل ضرب 18 آیا۔

اب قانون کے مطابق بیٹی کے تین سهام کو بھی ضرب دی جائے گی 3 کے ساتھ،

کیونکہ اصل مسئلہ کو 3 کے ساتھ ضرب دی ہے۔ چنانچہ بیٹی کے تین سہام کو تین سے ضرب دی تو $(9 = 3 \times 3)$ حاصل ضرب 9 آیا۔ یہ حصہ بیٹی کا۔ دادی کا ایک حصہ تھا اس کو بھی تین سے ضرب دی تو $(3 = 1 \times 3)$ حاصل ضرب 3 آیا۔ یہ حصہ دادی کا ہے۔ باقی بچے 6 تو اس کے تین برابر حصے کئے۔ ان میں سے ایک حصہ (جو کہ باقی کا ٹکٹ ہوگا) 2 ہے۔ چنانچہ دادا کو 2 سہام اور دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک کو دو سہام ملیں گے۔

اور اگر اس کو ”باقی کا ٹکٹ“ دیتے ہیں تو وہ بھی یہی صورت ہوگی کیونکہ بیٹی نصف لے لیگی اور سدس دادی۔ باقی بچیں گے 2۔ اور دو کا ٹکٹ لینے کے لئے پھر اس کو ضرب دیں گے اصل مسئلہ کے ساتھ تو $(18 = 3 \times 6)$ حاصل ضرب 18 آئے گا۔ حسب سابق اس میں سے 9 حصے بیٹی کے، 3 دادی کے۔ باقی بچے 6۔ اور اس باقی کا ٹکٹ 2 ہے تو یہ دو سہام دادا کو دیئے اور ہر بھائی کو 2۔

غور کریں دونوں صورتوں میں دادا کو جو ملا ہے وہ 18 میں سے 2۔ دوسرے لفظوں میں 9 میں سے 1 ملا ہے۔ اور اگر دادا کو سدس جمع مال دیتے ہیں تو اس کو 6 میں سے ایک۔ یا گا اور یقیناً $1/6$ بڑا ہوتا ہے $1/9$ سے۔ معلوم ہوا کہ دادا کے لئے کل مال کا سدس ہی بہتر ہے۔

ایک اور مثال

جیسا کہ کسی عورت نے دادا، شوہر، بیٹی، ماں اور ایک بیٹی، بہن یا اخیانی بہن چھوڑی ہو۔ تو چونکہ مسئلہ میں نصف، رابع اور سدس جمع ہو رہے ہیں اس لئے اصل مسئلہ 12 سے بنائیں گے، جس میں سے شوہر کا رابع (تین سہام) دادا کا سدس (۲ سہام) بیٹی کا نصف (۶ سہام) اور ماں کے (سدس) 2۔ اس طرح $(13 = 2 + 6 + 2 + 3)$ عمل ہو گیا 13 کی طرف۔ اس صورت میں بہن کے لئے کچھ نہ ہوگا، کیونکہ وہ بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔ اور یونہی حضرت زید کے نزدیک دادا کے ساتھ بھی بہنیں عصبہ بنتی ہیں۔ اور ابھی ہم نے جو دادا کو سدس دیا وہ بطور عصبہ نہیں بلکہ ذی فرض کے طور پر دیا تھا۔

اب رہا یہ امر کہ اس صورت میں دادا کے لئے جمیع مال کا سدس لینا زیادہ بہتر کیسے ہے؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ سدس جمیع مال کی صورت میں دادا کو 13 میں سے 2 ملیں گے اور اگر یہاں مقاسمہ فرض کریں تو جب شوہر نے 12 میں سے ربع (۳ سہام) لے لئے، بیٹی نے نصف (۶) لے لئے اور ماں نے سدس (۲ سہام) لے لئے۔ تو اب صرف ایک سہام باقی بچا ہے اور دادا اور بیٹی نہیں موجود ہیں جو کہ تین بہنوں کی طرح ہوئے تو ماہی کے 3 حصے ہونے چاہئیں، چنانچہ ٹکٹ کے مخرج (۳) کو ضرب دی اصل مسئلہ کے ساتھ تو $(3 \times 12 = 36)$ حاصل ضرب 36 آیا۔ اب بیٹی کے 6 سہام کو بھی ضرب دیں گے 3 کیساتھ تو $(3 \times 6 = 18)$ حاصل ضرب 18 آیا۔ یہ بیٹی کو دیا۔

یونہی شوہر کے تین سہام کو بھی ضرب دی 3 کے ساتھ تو $(3 \times 3 = 9)$ حاصل ضرب 9 آیا۔ یہ دیا شوہر کو۔ اسی طرح ماں کے دو سہام کو بھی تین سے ضرب دی تو $(3 \times 2 = 6)$ حاصل ضرب 6 ہوا۔ یہ حصہ ہے ماں کے۔ باقی بچے 3 سہام۔ جن میں سے 2 سہام دادا کو دیئے اور 1 سہم بہن کو۔

یونہی اگر دادا کو ”ماہی کا ٹکٹ“ دیتے ہیں تو یہی صورت ہوگی کہ 12 سے مسئلہ کریں گے۔ 13 کی طرف عمل ہو جائے گا۔ سب کے سہام نکالنے کے بعد 1 باقی بچے گا جس کا ٹکٹ نہیں ہوتا، اس کا ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے اصل مسئلہ کو ضرب دیں گے 3 کے ساتھ بالکل حسب سابق مسئلہ 36 سے بن جائے گا جس میں سے تین باقی بچیں گے اور ماہی کا ٹکٹ وہی ایک ہوگا جو کہ دادا کو ملے گا۔ آپ غور کریں دادا کو کل مال کا ”سدس“ دیا تو اس کو 13 میں سے 2 ملے یعنی کہ $2/13$ ۔ اور مقاسمہ اور ”ماہی کے ٹکٹ“ میں اس کو 36 میں سے 2 (یعنی $2/36$ یعنی $1/18$) مل رہے ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ $2/13$ بہتر ہے $2/36$ (یعنی $1/18$) سے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ صورت میں دادا کے لئے سدس جمیع مال بہتر ہے۔

نوٹ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کو دادا کے ساتھ ہمیشہ عصبہ بناتے ہیں ذی فرض نہیں بناتے۔ سوائے ایک مسئلہ کے۔ اور وہ مسئلہ ہے ”اکدریہ“ کہ اس میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کو دادا کے ساتھ ذی فرض بناتے ہیں۔

﴿ مسئلہ اکدریہ ﴾

جیسا کہ کسی نے دادا شوہر، ماں اور ایک بیٹی یا اختیانی بہن چھوڑی ہو۔ تو اس مسئلہ میں زوج کے لئے نصف، ماں کے لئے ثلث، دادا کے لئے سدس اور بہن کے لئے نصف حصہ ہے۔ اب چونکہ نصف جمع ہو رہا ہے ثلث اور سدس کے ساتھ، اس لئے مسئلہ بتایا 6 سے۔ 3 سہام شوہر کو، 3 بہن کو، 1 دادا کو اور 2 ماں کو، اس طرح $(3+3+1+2=9)$ عول ہو گیا 9 کی طرف۔ چنانچہ مسئلہ 9 سے بتایا، جن میں سے 3 سہام شوہر کو، 3 بہن کو، 1 دادا کو اور 2 ماں کو دیئے۔ اب دیکھیں کہ دادا کے سہام کتنے ہیں؟ اور بہن کے کتنے؟ دونوں کو جمع کر لیں چنانچہ دادا کے سہام (1) اور بہن کے سہام (3) کو جمع کیا تو حاصل جمع 4 ہوا۔ یہ چار سہام دادا اور بہن کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کئے جائیں گے لیکن یہ چار سہام دادا اور بہن کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے کیونکہ دادا کو یہاں پر بھائی کی طرح حصہ ملنا ہے اور ایک بھائی دو بہنوں کی طرح ہوتا ہے اس طرح گویا کہ تین بہنیں ہو گئیں۔ جبکہ سہام چار ہیں جو کہ تین روؤں پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان سہام اور روؤں میں نسبت بتاؤں کی ہے اس کسر کو ختم کرنے کے لئے ان روؤں کے جمع مسئلہ (3) کو ضرب دی اصل مسئلہ (9) کے ساتھ تو:

$$(9 \times 3 = 27) \text{ حاصل ضرب } 27 \text{ ہوا۔}$$

اب 27 سے تصحیح ہوگی۔ چونکہ اصل مسئلہ سے شوہر کے تین سہام تھے اس لئے شوہر کے ان سہام کو بھی ضرب دی اس عدد کے ساتھ جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی تو، $(9 = 3 \times 3)$ حاصل ضرب 9 ہوا۔ یہ حصہ ہے شوہر کا۔ دادا کا ایک سہم تھا اس کو بھی

3 سے ضرب دی تو ($3=1 \times 3$) حاصل ضرب 3 ہوا۔ یہ حصہ ہے دادا کا۔ بہن کے تین سہام کو بھی 3 سے ضرب دی تو ($9=3 \times 3$) حاصل ضرب 9 ہوا۔ یہ حصہ بہن کا ہے۔ ماں کے 2 سہام کو بھی 3 سے ضرب دی تو ($6=3 \times 2$) حاصل ضرب 6 ہوا۔ یہ حصہ ماں کا ہے۔ اس طرح تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے ($12=9+3+6$) اس تقسیم میں دادا کے حصہ میں 3 سہام اور بہن کے حصہ میں 9 سہام آئے ہیں۔ ان دونوں کو جمع کریں تو ($12=9+3$) حاصل جمع 12 ہوا۔ اب یہ 12 سہام دادا اور بہن کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کریں گے تو دادا کو 8 اور بہن کو 4 آجائیں گے اس طرح ان کے سہام بھی بغیر کسی کسر کے پورے پورے تقسیم ہو گئے ($12=8+4$)

سوال

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کو کبھی تو ذی فرض بناتے ہیں جیسا کہ ابتداء میں جب مسئلہ بنایا تو بہن کو ذی فرض بنایا اور کبھی عصبہ بناتے ہیں جیسا کہ دادا کے ساتھ مقاسمہ کے وقت اس بہن کو عصبہ کر دیا۔ ایسا کیوں ہے؟ یا تو اس کو ابتداء میں بھی عصبہ بناتے۔ اور اگر شروع میں ذی فرض بنایا ہے تو تقسیم کے وقت بھی اس کو ذی فرض بناتے۔

جواب

یہاں پر حضرت زید نے ابتداء بہن کو ذی فرض بنایا کہ وہ کہیں وراثت سے بالکلیہ ہی محروم نہ رہ جائے اور تقسیم کے وقت دادا کے ساتھ اس کو عصبہ بنایا تاکہ اس کا حصہ دادا کے حصہ سے بڑھ نہ جائے کیونکہ جب دادا کو بھائی کی طرح کرنا ہے تو پھر جو بہن بنے گی اس کا حصہ بھائی سے زیادہ تو نہیں ہو سکتا۔

سوال

پیچھے ایک مسئلہ گزرا ہے کہ جب کسی نے دادا، بیٹی اور بیٹی یا اختیانی بہن چھوڑی ہو تو وہاں پر آپ نے بہن کو ابتداء ذی فرض کیوں نہیں بنایا وہاں تو آپ نے بہن کا بالکلیہ

محرور ہونا برداشت کر لیا لیکن مسئلہ اکر یہ میں یہ برداشت کیوں نہیں ہو رہا۔ سوال یہ ہے کہ سابقہ مسئلہ میں بھی بہن محروم ہو رہی تھی آپ نے اس کو ذی فرض بنا کر محروم ہونے سے نہیں بچایا اور اس مسئلہ میں بھی بہن محروم ہو رہی تھی لیکن آپ نے فوراً اس کو ذی فرض بنا کر محروم ہونے سے بچالیا۔ یہ فرق کیوں ہے؟

جواب

وہاں پر بہن کو ذی فرض بنانے سے مانع موجود تھا جب کہ یہاں پر کوئی مانع موجود نہیں ہے، وہاں پر بیٹی موجود ہے اور بیٹی کے ساتھ بہن عصبہ بنا کرتی ہے اس لئے جب اس کو بیٹی کے ساتھ عصبہ بنادیا تو اب ذی فرض نہیں بنا سکتے جبکہ یہاں پر چونکہ بیٹی موجود نہیں ہے جو اس کو عصبہ بنائے اس لئے یہاں پر ہم نے بہن کو ابتداءً ذی فرض بنا کر بالکلیہ وراثت سے محروم ہونے سے بچالیا۔

اعتراض

آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ یہاں کوئی مانع موجود نہیں ہے۔ یہاں بھی تو مانع موجود ہے، کیونکہ دادا بھی تو یعنی یا اخیانی بہنوں کو عصبہ بنادیتا ہے تو جب یہاں پر بھی بہن کو عصبہ کرنے والا موجود ہے تو اس کے باوجود آپ نے بہن کو ذی فرض بنادیا جبکہ سابقہ مسئلہ میں بھی صورت حال یہی تھی کہ بہن کو عصبہ بنانے کے لئے بیٹی موجود تھی لیکن آپ نے ذی فرض نہیں بنایا مانع تو دونوں جگہ پر موجود ہے آپ ایک جگہ پر مانع کو مانتے ہیں اور دوسری جگہ نہیں مانتے۔ کیوں؟

جواب

جو مثال آپ پیش کر رہے ہیں وہاں دو مانع موجود تھے ”بیٹی اور دادا“ جبکہ یہاں پر صرف ایک مانع (دادا) موجود ہے اور اس کے عصبہ کرنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے جبکہ سابقہ مسئلہ میں دادا کے ساتھ ساتھ بیٹی بھی موجود تھی جو کہ بالاتفاق بہنوں کو عصبہ کر دیتی

ہے اس لئے بیٹی کے ہوتے ہوئے ہم نے بہن کو ”عصبہ“ ہی کیا ”ذی فرض“ نہیں کیا۔ جب کہ صرف دادا کی موجودگی میں ہم نے بہن کو ”ذی فرض“ کر دیا کیونکہ دادا کا عصبہ کرنا مختلف فیہ ہے۔

نوٹ

اگر سابقہ مسئلہ (اکدریہ) میں بہن کی بجائے بھائی یا دو بہنیں ہوتیں تو مسئلہ میں نہ تو عمل ہوتا اور نہ ہی اکدریت ہوتی، کیونکہ جب بہن کی جگہ بھائی ہوگا تو جمیع مال کا سدس دادا کے لئے بہتر ہوگا تو مسئلہ 6 سے بنا کر اس کو جمیع مال کا سدس (۱) دے دیا جائے گا۔ زوج کا حصہ نصف تھا، اس کو نصف (۳ سہام) دیئے۔ باقی بچے 2۔ ماں کا ثلث تھا۔ تو 6 کا ثلث 2 ہوتا ہے۔ یہ ماں کو دیئے تو عمل کی ضرورت نہ پڑی۔ اور اس مسئلہ میں اکدریت بھی نہیں رہتی۔ کیونکہ بھائی حضرت زید کے نزدیک بہر حال ”عصبہ“ ہی ہے اس لئے اس کو ذی فرض بنانے میں کسی کا بھی قول نہیں ہے، جب حضرت زید بھی اس کو عصبہ نہیں بناتے ہیں تو یہی تو اکدریت تھی کہ ایک مقام پر حضرت زید بہن کو ذی فرض بناتے ہیں اور دوسرے مقام پر عصبہ جب کہ اگر بہن کی جگہ بھائی ہو تو نہ حضرت زید کا ذہن اس کو ذی فرض بنانے کی طرف جائے اور نہ اکدریت پیدا ہو۔

مسئلہ اکدریہ کی وجہ تسمیہ

- (i) یہ واقعہ بنواکدر قبیلہ کی ایک عورت کے ساتھ پیش آیا تھا کہ وہ مرگئی تھی اور اس نے مذکورہ ورثاء چھوڑے، اس عورت کی وجہ سے اس مسئلہ کا نام مسئلہ اکدریہ ہو گیا۔
- (ii) اس مسئلہ کی وجہ سے حضرت زید پر ان کا اپنا مذہب غلط ملط ہو گیا کیونکہ وہ دادا کے ساتھ یعنی اوراخیانی بہن بھائیوں کو عصبہ بناتے ہیں لیکن اس مسئلہ میں آپ نے ان کو عصبہ نہیں بنایا تو چونکہ اس مسئلہ نے حضرت زید پر ان کا مذہب مکرر کر دیا تھا اس لئے اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں۔

(iii) بنو اکر کے قبیلہ کا ایک شخص وراثت میں حضرت زید کے مسلک کو بہت پسند کرتا تھا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اس سے یہ مسئلہ پوچھا تو اس کو صحیح جواب نہ آیا تو اس مسئلہ کو اس شخص کے قبیلہ کی طرف منسوب کر دیا گیا

(iv) اکر کا معنی ہے گدلا اور میلا ہونا چونکہ اہل فرائض پر یہ مسئلہ گدلا ہو گیا کہ دادا کے ساتھ بہن کو عصبہ بنائیں یا ذی فرض اس لئے اس مسئلہ کو اکر یہ کہتے ہیں۔

(v) چونکہ دادا، بہن کے حصہ وراثت کو گدلا کر دیتا ہے اس لئے اس مسئلہ کو اکر یہ کہتے ہیں۔

نوٹ

اس مسئلہ کو مربعۃ الجماعۃ، مسئلہ غراء، اور مسئلہ غالبہ بھی کہتے ہیں۔

دادا

ذی سہم موجود

اس نقشہ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کس امام کے نزدیک
دادا کی کون سی حالت میں کون سا حصہ دینا بہتر ہے۔

ذی سہم غیر موجود

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا موقف

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف

مقاسمہ، ٹلٹ سے کم

مقاسمہ، ٹلٹ سے زائد

مقاسمہ، ٹلٹ کے برابر

ٹلٹ دیں گے

مقاسمہ کریں گے

مقاسمہ و ٹلٹ میں سے
جو چاہیں دے دیں۔

مقاسمہ، سدس سے کم

مقاسمہ، سدس سے زائد

مقاسمہ، سدس کے برابر

سدس دیں گے

مقاسمہ کریں گے

مقاسمہ و سدس میں سے
جو چاہیں دے دیں

مقاسمہ، ٹلٹ سے کم

مقاسمہ، ٹلٹ سے زائد

مقاسمہ، ٹلٹ کے برابر

سدس دیں گے

مقاسمہ کریں گے

مقاسمہ و سدس میں سے
جو چاہیں دے دیں

باقی کا ٹلٹ

کل مال کا سدس

مقاسمہ

تینوں حالات میں سے دادا کے حق میں جو بہتر ہو گا وہ کریں گے۔

باب المناسخه

ولو صار بعض الانصباء ميراثا قبل القسمة كزوج وبنت وام فمات الزوج قبل القسمة عن امرأة وابوين ثم ماتت البنت عن ابنين وبنت وجدة ثم ماتت الجدّة عن زوج واخوين فالاصل فيه ان تصحح مسألة المیت الاول وتعطى سهام كل وارث من التصحيح ثم تصحح مسألة المیت الثانى وتنظر بين ما فى يده من التصحيح الاول وبين التصحيح الثانى ثلثة احوال فان استقام بما فى يده من التصحيح الاول على الثانى فلا حاجة الى الضرب وان لم يستقم فانظر ان كان بينهما موافقة فاضرب وفق التصحيح الثانى فى التصحيح الاول وان كان بينهما مباينة فاضرب كل التصحيح الثانى فى كل التصحيح الاول فالمبلغ مخرج المسألتين فسهام ورثة المیت الاول تضرب فى المضروب اعنى فى التصحيح الثانى او فى وفقه وسهام ورثة المیت الثانى تضرب فى كل ما فى يده او فى وفقه وان مات ثالث او رابع او خامس فاجعل المبلغ مقام الاول والثالثة مقام الثانية فى العمل ثم فى الرابعة والخامسة كذا لك غير النهاية

ترجمہ

اگر بعض حصص تقسیم سے پہلے ہی میراث بن جائیں، جیسا کہ شوہر، بیٹی اور ماں۔ پھر شوہر تقسیم سے پہلے مر جائے بیوی اور ماں باپ چھوڑ کر، پھر بیٹی مر جائے دو بیٹے، بیٹی اور دادی چھوڑ کر، پھر دادی مر جائے شوہر اور دو بھائی چھوڑ کر، تو اس میں اصل یہ ہے کہ پہلی میت کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی اور تصحیح میں سے ہر وارث کے سهام اس کو دیئے جائیں گے پھر میت ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی اور دیکھا جائے گا کہ اس میت کے پاس تصحیح اول کا مافی الید اور تصحیح ثانی کے درمیان (کیا نسبت ہے؟ جب غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کے درمیان نسبتوں کے اعتبار سے) تین احوال ہونگے، اگر تصحیح اول کا مافی الید، تصحیح ثانی کے

برابر ہے تو کسی قسم کی ضرب وغیرہ کی حاجت نہیں ہے اور اگر برابر نہ ہو تو دیکھیں اگر ان کے درمیان موافقت ہے تو تصحیح ثانی کے وفق کو تصحیح اول کے ساتھ ضرب دیں اور اگر ان کے درمیان تباین ہو تو کل تصحیح ثانی کو کل تصحیح اول کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ دونوں مسئلوں میں مخرج ہوگا پھر میت اول کے ورثاء کے سهام کو مضروب کے ساتھ یعنی تصحیح ثانی کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ ضرب دیں اور میت ثانی کے ورثاء کو کل مانی الید کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ ضرب دیں گے۔ اور اگر تیسرا یا چوتھا یا پانچواں وارث مرجائے تو مبلغ کو مسئلہ اولی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور عمل میں تیسرے مسئلہ کو مسئلہ ثانیہ کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ اور پھر چوتھے مسئلہ میں بھی اسی طرح، پھر پانچویں مسئلہ میں بھی اسی طرح۔ اسی طرح الی غیر نہایت (تصحیح کی جائے گی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ المناسخۃ الخ

مناسخہ کا لغوی معنی

مناسخہ ”نسخ“ سے ماخوذ ہے، یہ باب مفاعلہ سے یا تو اسم فاعل ہے یا اسم مفعول۔ جس کے مختلف معانی درج ذیل ہیں۔

(۱) نسخ کا ایک معنی ”ازالہ“ ہے، جب سورج کی دھوپ پڑے تو کہا جاتا ہے ”نسخت الشمس الظل“ (سورج نے سایہ زائل کر دیا)

(۲) یونہی نسخ کا معنی ”تغییر“ بھی ہے جب ہوائیں کسی چیز کی نشانیاں مٹا دیں تو کہا جاتا ہے ”نسخت الريح اثار الديار“ (ہوائے شہروں کے نشانات مٹا دیئے)۔

(۳) نسخ کا ایک معنی ”نقل“ بھی آتا ہے جب کسی کتاب سے اس کا مفہوم نقل کر کے لکھا جائے تو کہا جاتا ہے ”نسخت الكتاب“ (جو کچھ کتاب میں ہے اس کو نقل کر لیا گیا)

مناسخہ کا اصطلاحی معنی

انتقال نصیب بعض الورثہ بموتہ قبل القسمۃ الی من یرث منہ اصطلاح اہل فرائض میں ”کسی وارث کے قبل از تقسیم مرنے کی وجہ سے اس کے حصہ کا اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جانا“ مناسخہ کہلاتا ہے۔

مناسخہ کی تفصیل

اگر میت کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اس کے ورثاء میں سے کوئی مر جائے تو دیکھیں گے کہ اس میت ثانی کے ورثاء وہی ہیں جو میت اول کے ورثاء تھے یا فرق ہے اگر دونوں کے ورثاء ایک ہی ہیں تو پھر یہ دیکھیں گے کہ ان ورثاء کے حصص میں فرق ہے یا نہیں؟ (یعنی اگر میت اول کی وراثت پارہے ہوں تو کچھ سہام اور میت ثانی کی وراثت پارہے ہوں تو کچھ اور سہام ملیں گے یا ایسا نہیں ہے۔) اگر تغیر واقع نہیں ہو رہا تو پھر میت اول کے لئے جو صحیح بنائی ہے اسی میں سے سہام تقسیم کر دیں گے اور فوت شدہ کو یوں سمجھیں گے کہ

گویا کہ وہ تھا ہی نہیں۔

اگر وراثہ میں فرق ہے تو پھر یہ دیکھنا ہے کہ میتِ ثانی کو میتِ اول سے جو سهام ملے ہیں ان سهام کی نسبت اس کے وراثہ کے مسئلہ کے ساتھ تماثل کی ہے توافق کی ہے یا تباین کی؟ اگر تماثل کی ہو تو ٹھیک ہے اسی طرح تقسیم کر دیں اور اگر ”توافق“ کی ہے تو پھر میتِ ثانی کے وراثہ کے مسئلہ کے وفق کو ضرب دیں میتِ اول کی تصحیح کے ساتھ اور ماحصل سے تمام کے سهام نکال لئے جائیں اور اگر نسبت ”تباین“ کی ہو تو میتِ ثانی کے جمع مسئلہ کو ضرب دیں میتِ اول کی تصحیح کے ساتھ اور ماحصل سے تمام کے سهام نکال لئے جائیں۔

میتِ اول اور ثانی کے وراثہ اور ان کے سهام ایک ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک ہی عورت سے چار بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں۔ ابھی وراثت تقسیم نہیں ہوئی تھی کہ ان چار بیٹیوں میں سے ایک فوت ہو گئی اور اس بیٹی کا ان بہن بھائیوں کے سوا اور کوئی وارث نہیں ہے تو چونکہ دونوں میتوں کے وراثہ بھی ایک ہی ہیں اور ان کے سهام میں بھی فرق نہیں ہے اس لئے جمع ترکہ، اس فوت شدہ کو چھوڑ کر باقی موجود ورثہ میں لے کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہو جائے گا تو یہاں پر الگ سے کسی اور تصحیح کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ مسئلہ 11 سے کریں گے جس میں سے 4 بھائیوں کے لئے 8 سهام۔ ہر بھائی کو 2، 2۔ اور تین بہنوں کو ایک ایک سهم مل جائے گا۔

میتِ اول اور ثانی وراثہ ایک لیکن ان کے سهام الگ ہونے کی مثال

جیسا کہ کوئی شخص فوت ہوا اور اس نے وراثہ میں ایک بیٹا ایک عورت سے اور تین بیٹیاں دوسری عورت سے چھوڑیں پھر قبل از تقسیم کوئی ایک بیٹی مر گئی اور اس نے ورثہ میں بھی ایک علاقائی بھائی اور دو یعنی بہنیں چھوڑیں اب ان میں غور کریں، تینوں میتِ اول کے بطور عصبہ وارث ہیں کیونکہ یہ سب بیٹے، بیٹیاں ہیں۔ اور میتِ ثانی کے لئے یہ عصبات نہیں ہیں بلکہ بہنیں ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے ”مئلان“ لیں گی اور ماقبی علاقائی بھائی کے لئے۔ دیکھا آپ نے! وراثہ تو اگرچہ دونوں کے ایک ہی ہیں لیکن پہلی میت کی تصحیح میں یہ

بطور عصبہ حصہ پار ہے ہیں جس کی بناء پر لڑکوں کے برابر حصہ مل رہا تھا اور ہر بیٹی کو اس سے نصف مل رہا تھا اور میتِ ثانی کے مسئلہ سے بہنوں کو اس بھائی سے ذیل مل رہا ہے اور ہر بہن کو بھائی کے برابر مل رہا ہے۔

میت اول اور ثانی کے ورثاء الگ الگ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی عورت (زینب) نے شوہر (زید) بیٹی (کریمہ) اور ماں (عظیمہ) چھوڑی۔ پھر تقسیم سے پہلے ہی زوج (زید) مر گیا اور اس نے ورثاء میں بیوی (حلیہ) اور ماں (رحیمہ) باپ (عمرو) چھوڑے۔ پھر بیٹی (کریمہ) بھی تقسیم سے پہلے مر گئی اور اس نے دو بیٹے (خالد، عبداللہ)، ایک بیٹی (رقیہ) اور ثانی (فاطمہ) چھوڑی (یہ اس عورت کی ماں ہے جس کا سب سے پہلے انتقال ہوا یعنی کہ زینب کی) پھر یہ ثانی بھی قبل از تقسیم فوت ہو گئی اور اس نے ورثاء میں شوہر اور دو بھائی چھوڑے۔

اس میں اولاً میتِ اول کی تصحیح کریں گے اور سابقہ قوانین کے مطابق اس کے ورثاء کو سہام دیں گے پھر میتِ ثانی کی تصحیح بھی سابقہ قوانین کے مطابق کریں گے اور دیکھیں گے کہ اس میتِ ثانی کو میتِ اول کی تصحیح سے جو سہام ملے تھے اس کی نسبت اس تصحیحِ ثانی کے ساتھ تماثل کی ہے، توافق کی یا تباہی کی۔ اگر نسبت تماثل کی ہو یعنی کہ میتِ اول کی تصحیح سے جو اس کو حصہ ملا تھا وہ اس کے ورثاء میں پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے تو پھر کسی دیگر ضرب کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تصحیحِ اول اصل مسئلہ کے قائم مقام ہوگی اور تصحیحِ ثانی بمنزلہ رؤوس کے ہوگی اور میتِ ثانی کے ہاتھ میں میتِ اول سے ملے ہوئے جو سہام ہیں وہ ایسے ہیں جیسے اصل مسئلہ سے کسی فریق کے سہام ہوتے ہیں پس میتِ ثانی کا مافی البد (جو چھ میت کے ہاتھ میں موجود ہے) اس کے ورثاء میں پورا پورا تقسیم ہونے کی صورت میں وہی پہلی تصحیح ہی دونوں کے سہام تقسیم کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

تماثل کی مثال

جیسا کہ کسی (سلیمہ) نے شوہر (زید)، بیٹی (کریمہ) اور ماں (عظیمہ) چھوڑی ہو

اور تقسیم سے پہلے شوہر (زید) مر گیا اور اس نے ورثاء میں بیوی (حلیمہ)، ماں (رحیمہ) اور باپ (عمرو) چھوڑے ہوں۔ تو میت اول (سلیمہ) کے ورثاء میں شوہر (زید) کا رُبع، بیٹی (کریمہ) کا نصف اور ماں (عظیمہ) کا سدس ہے۔ چونکہ مسئلہ میں رُبع جمع ہو رہا ہے نوع ثانی کے ساتھ، اس لئے مسئلہ 12 سے بتایا۔ ان 12 میں سے 3 شوہر کے، 6 بیٹی کے اور 2 ماں کے۔ اس طرح کل سہام $(3+6+2=11)$ ہوئے۔ ایک باقی بچ گیا اور کوئی وارث موجود نہیں ہے جس کو یہ باقی ماندہ 1 دیا جائے۔ اس لئے یہ ایک بھی انہیں پر رد کیا جائے گا، رد کرنے کے لئے ہم نے اولاً من لا یورد علیہ (شوہر زید) کو اقل مخرج (۴) میں سے ایک سہم دے دیا، باقی 3 بچے اور ورثاء میں ایک بیٹی (کریمہ) اور ماں (رحیمہ) ہے۔ جن کے سہام کی نسبت 3 اور 1 کی ہے۔ جہاں یہ نسبت پائی جائے وہاں مسئلہ 4 سے بنا کرتا ہے تاکہ اس میں سے تین بھی نکل سکے اور ایک بھی۔ چنانچہ مسئلہ تو 4 سے بنا چاہئے لیکن باقی 3 ہے۔ جو کہ 4 پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اور ان میں نسبت جائین کی ہے اس لئے من یورد علیہ کے جمع مسئلہ کو من لا یورد علیہ کے فرض (رُبع) کے مخرج (۴) سے ضرب دی تو $(4 \times 3 = 12)$ حاصل ضرب 16 آیا۔ اس سے تمام کے سہام کی تقسیم ہوگی اس لئے زوج (زید) کے سہام (1) کو بھی ضرب دی (۴) کے ساتھ تو $(4 \times 1 = 4)$ حاصل ضرب 4 آیا۔ یہ حصہ ہے شوہر (زید) کا۔ باقی بچے 12۔ اور بیٹی (کریمہ) اور ماں (عظیمہ) کے سہام میں نسبت ایک اور تین کی تھی ان لئے 12 کو ایک اور تین میں تقسیم کرنے کے لئے 4 حصوں میں تقسیم کیا تو تین تین کے چار حصے بن گئے ان میں سے تین حصے (۹ سہام) بیٹی (کریمہ) کو، اور ایک حصہ (۳ سہام) ماں (عظیمہ) کو دیئے۔

زید بھی تقسیم سے پہلے فوت ہو گیا جس نے ورثاء میں بیوی (حلیمہ)، باپ (عمرو) اور ماں (رحیمہ) چھوڑی، ان میں بیوی (حلیمہ) کا رُبع اور ماں (رحیمہ) کا ”ماقی“ کا ثلث“ ہے اور باپ (عمرو) کے لئے ”ماقی“ کیونکہ وہ عصبہ ہے چنانچہ زید کو 4 سہام میت اول (سلیمہ) کی وراثت سے ملے تھے ان 4 میں سے ایک بیوی (حلیمہ) کو دیا۔ باقی بچے 3۔

ماں (رحیمہ) کے لئے "ماقی کا ٹکٹ" ہے اس لئے تین کا ٹکٹ (۱) ماں (رحیمہ) کو دیا۔ باقی بچے 2۔ یہ باپ (عمرو) کے لئے ہے، کیونکہ وہ عصبہ ہے جو کہ اصحاب فرائض سے بچا ہوا مال لے لیتا ہے اس لئے باپ (عمرو) کو بقیہ 2 سہام دے دیئے۔ اس طرح میت اول (سلیمہ) کے لئے جو تصحیح کی تھی اسی میں سے میت ثانی (زید) کے ورثاء کی بھی تصحیح ہوگئی کیونکہ اس میں میت کو تصحیح اول سے جو کچھ ملا تھا وہ اس کے ورثاء پر پورا پورا تقسیم ہو گیا۔

توافق کی مثال

جیسا کہ (مذکورہ مسئلہ میں) میت اول (سلیمہ) کے ورثاء میں سے زینب کی بیٹی (کریمہ) قبل از تقسیم مرگئی اور اس نے ایک بیٹی (رقیہ) دو بیٹے (خالد، عبداللہ) اور ایک دادی (عظیمہ) چھوڑی۔ دادی (عظیمہ) کا حصہ سدس اور باقی بیٹی (کریمہ) اور بیٹوں (خالد، عبداللہ) میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا۔ چونکہ مسئلہ میں سدس موجود ہے اس لئے مسئلہ 6۔ سے بنے گا۔ اب ہم نے کریمہ کو میت اول سے ملا ہوا حصہ اور اس کے ورثاء کے مسئلہ میں نسبت دیکھی تو "توافق" کی تھی۔ کیونکہ کریمہ کا حصہ میت اول سے 9 تھا۔ 9 اور 6 میں توافق بالثلث کی نسبت ہے چنانچہ قانون کے مطابق تصحیح ثانی کے وفق (۲) کو ضرب دی تصحیح اول (جو کہ اصل مسئلہ کے قائم مقام ہے) کے ساتھ تو $(۲ \times ۳۲ = ۶۴)$ حاصل ضرب 32 ہوا۔ لہذا اب تمام کے مسائل 32 سے حل ہونگے۔

چونکہ اصل مسئلہ کو 2 سے ضرب دی ہے اس لئے اب اس نتیجہ سے حصہ پانے والوں کے تمام سہام کو بھی 2 سے ضرب دیں گے۔ تصحیح اول (سلیمہ) والے مسئلہ (میں شوہر (زید) کے سہام 4 تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو $(۲ \times ۸ = ۱۶)$ حاصل ضرب 8 ہوا۔ یہی شوہر (زید) کا حصہ ہے۔ ماں کے تین سہام تھے ان کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو حاصل ضرب 6 آیا۔

مسئلہ زید میں زوجہ کا ایک سہم تھا اس کو بھی 2 سے ضرب دی تو $(۲ \times ۱ = ۲)$ حاصل

ضرب 2 ہوا۔ یہ حصہ زوجہ (علیمہ) کا ہے۔ زید کے 8 سہام میں سے ماں (رحیمہ) کا حصہ

سہم تھا اس کو بھی 2 سے ضرب دی تو اس کا حاصل ضرب بھی 2 بنی آیا (جو کہ باقی کا ثلث ہے) اس لئے 2 سہام ماں کو دے دیئے زید کے 8 سہام میں سے۔ باپ (عمرو) کے 2 سہام تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو ($4 = 2 \times 2$) حاصل ضرب 4 ہوا۔ یہ حصہ ملا باپ (عمرو) کو زید کے 8 سہام میں سے۔ اس طرح زید کے حاصل کردہ 8 سہام بھی پورے پورے تقسیم ہو گئے۔ تصحیح اول سے بیٹی کا حصہ 9 تھا۔ اس کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو ($18 = 2 \times 9$) بیٹی کے سہام 18 ہو گئے۔ اب بیٹی کے وراثہ میں سے دادی کو سہم (3 سہام) دیا۔ باقی بچے 15۔ یہ دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کے درمیان لسلہ کمر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کریں گے تو تین تین کے کل پانچ حصے بنائیں گے۔ اب پانچ حصوں میں سے چار حصے بیٹیوں کو اس طرح کہ ہر ایک کو دو دو حصے (6، 6 سہام) ملیں گے۔ اور ایک حصہ (3 سہام) بیٹی کو۔ اس طرح کریمہ کو پلنے والے 18 سہام بھی اس کے ورثہ میں تقسیم ہو گئے۔

$$\text{پڑتال } (18 = 3 + 6 + 6 + 3)$$

تباہ کی مثال

جیسا کہ میت اول (سلیمہ) کی ماں (عظیمہ) قبل از تقسیم فوت ہو گئی اور اس نے وراثہ میں شوہر اور دو بھائی چھوڑے تو ان وراثہ میں شوہر کا حصہ نصف ہے۔ اور دو بھائیوں کا باقی ہے۔ اس لئے ان کا مسئلہ 4 سے بنے گا جبکہ عظیمہ کے پاس میت اول (اس کی بیٹی سلیمہ) کی تصحیح سے ملا ہوا حصہ 9 سہام تھا۔ 9 سہام 4 روؤں پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جب کہ ان میں نسبت تباہ کی ہے اس لئے ان کی تصحیح کے لئے ہم نے ان کے جمیع مسئلہ (4) کو ضرب میت اول کی تصحیح (32) کے ساتھ تو ($128 = 4 \times 32$) حاصل ضرب 128 ہوا۔ اب تمام کے سہام اسی سے تقسیم کئے جائیں گے تقسیم کا طریقہ یہ ہوگا کہ جن وراثہ کے سہام 32 والی تصحیح سے تھے ان سب کو بھی اسی عدد سے ضرب دیں گے جس کے ساتھ تصحیح اول (32) کو ضرب دی تھی۔ اور جس کو 4 (جو کہ مسئلہ ثانیہ زید کی وراثت تقسیم کرنے کے

لئے 4 سے مسئلہ بنایا تھا { کی تصحیح تھی } میں سے سہام ملے تھے ان کے سہام کو ان تمام کے ساتھ ضرب دیں گے جو دادی کو ملا (اور وہ 9 ہے)

میت اول کی تصحیح (32 والی) میں زید (جو کہ مسئلہ ثانیہ کی میت ہے) کی زوجہ (خلیمہ) کے دو سہام تھے۔ چنانچہ اس کے ان دو سہام کو بھی چار سے ضرب دی تو $(8 = 2 \times 4)$ حاصل ضرب 8 ہوا۔ یہ حصہ ہے حلیمہ کا۔ اسی مسئلہ میں باپ کے 4 سہام تھے ان کو بھی چار سے ضرب دی تو $(16 = 4 \times 4)$ حاصل ضرب 16 ہوا۔ یہ حصہ باپ (عمرو) کا۔ اسی مسئلہ میں ماں (رحیمہ) کا حصہ 2 سہام تھے، اس کو بھی ضرب دی 4 کیساتھ تو $(8 = 2 \times 4)$ حاصل ضرب 8 ہوا۔ یہ حصہ ہے زید کی وراثت میں سے ماں (رحیمہ) کا۔ میت ثالث (کریمہ جو کہ میت اول کی بیٹی ہے) کے ورثاء میں سے دو بیٹوں (خالد اور عبداللہ) کے لئے 32 میں سے 12 سہام تھے۔ ہر ایک بیٹے کے لئے 6، 6 سہام۔ ان کے 6 سہام کو بھی ضرب دی 4 کیساتھ تو $(24 = 4 \times 6)$ حاصل ضرب 24 ہوا۔ یہ حصہ ہے میت ثالث (کریمہ) کے دونوں بیٹوں (خالد اور عبداللہ) میں سے ہر ایک کا۔ میت ثالث کی بیٹی (رقیہ) کو 32 میں سے 3 سہام ملے تھے۔ اس کے تین سہام کو بھی ضرب دی 4 کیساتھ تو $(12 = 3 \times 4)$ حاصل ضرب 12 آیا۔ یہ حصہ ہے کریمہ کی بیٹی (رقیہ) کا۔ میت رابع (عظیمہ جس کا مسئلہ 4 سے بنایا تھا) کے ورثاء میں سے شوہر کے لئے 4 میں سے 2 سہام تھے ان کی میت کا ”مافی الید“ 9 تھا۔ تو زوج (عبدالرحمن) کے سہام کو ضرب دی اس کی میت (عظیمہ) کے مافی الید (9) سے تو $(18 = 2 \times 9)$ حاصل ضرب 18 ہوا۔ یہ حصہ ہے میت رابع کے ورثاء میں سے زوج (عبدالرحمن) کا۔ اور اس میت رابع کے بھائیوں (عبدالکریم، عبدالرحیم) میں سے ہر ایک کے لئے 4 میں سے ایک سہم تھا۔ تو ان کے اس ایک ایک سہم کو بھی ضرب دی ان کی میت کے مافی الید (9) کے ساتھ تو $(9 = 1 \times 9)$ حاصل ضرب 9 ہوا۔ یہ حصہ میت رابع (عظیمہ) کے ورثاء میں سے ایک بھائی کا۔ اور بعینہ یہی حصہ ہے میت رابع کے دوسرے بھائی کا۔ اب پڑا مال کر کے دیکھیں حلیمہ 8 + عمرو 16 + رحیمہ

۸ + خالد ۲۳ + عبداللہ ۲۳ + رقیہ ۱۲ + عبدالرحمن ۱۸ + عبدالکریم ۹ + عبدالرحیم ۹ = ۱۲۸ (اس پڑتال کے بعد معلوم ہوا کہ تقسیم بالکل درست ہو چکی ہے۔ یونہی اگر میتِ ثالث کا حصہ بھی ابھی تقسیم نہ کیا گیا ہو کہ یہ بھی مر جائے تو اس کو حل کرنے کا طریقہ آسان ہے وہ یہ کہ اس تیسری میت کو دوسری کی جگہ رکھ لیں اور دوسری کو پہلی کی جگہ رکھ لیں اور پھر اسی سابقہ قانون کے مطابق ان میں تقسیم کر دیں اسی طرح اگر میتِ رابع کا مال ابھی تقسیم نہیں ہوا تو اس میتِ رابع کو دوسری کی جگہ اور میتِ ثالث کو میتِ اول کی جگہ رکھ لیں اور ان دونوں کے ساتھ میتِ اول اور ثانی والا معاملہ کروہ ان شاء اللہ عزوجل صحیح جواب آئے گا۔

مسئلہ سلیمہ 4 بار 128 = 4 × 32 = 2 × 16

سیت

شوہر (زید) بیٹی (کریمہ) ماں (عظیمہ)
ربع (اقل مخرج) نصف ثلث

$$32 = 4 \times 8 = 2 \times 16 \quad 24 = 4 \times 6 = 2 \times 12 \quad 24 = 4 \times 6 = 2 \times 12$$

مسئلہ زید 4 بینہا مماثلۃ فاستقام مانی الید 32 = 4 × 8 = 2 × 16

سیت

بیوی (حلیمہ) باپ (عمرو) ماں (رجیمہ)
ربع (اقل مخرج) عصبہ ثلث ماقبی من الزوج

$$8 = 4 \times 2 = 2 \times 4 \quad 16 = 4 \times 4 = 2 \times 8 \quad 8 = 4 \times 2 = 2 \times 4$$

مسئلہ کریمہ 6 بینہا متوافق بالثلث مانی الید 24 = 4 × 6 = 2 × 12

سیت

بیٹی (رقیہ) بیٹا (خالد) بیٹا (عبداللہ) ماں (عظیمہ)
نصف عصبہ عصبہ عصبہ

$$12 = 4 \times 3 \quad 24 = 4 \times 6 \quad 24 = 4 \times 6 \quad 12 = 4 \times 3$$

مسئلہ عظیمہ 4 بینہا متابین مانی الید 9

سیت

شوہر (عبدالرحمن) بھائی (عبدالرحیم) بھائی (عبدالکریم)
نصف عصبہ عصبہ عصبہ

$$18 = 9 \times 2 \quad 9 = 9 \times 1 \quad 9 = 9 \times 1$$

الا

حلیمہ 8 عمرو 16 رجیمہ 8 رقیہ 12 خالد 24 عبداللہ 24 عبدالرحمن 18 عبدالرحیم 9 عبدالکریم 9

باب ذوی الارحام

ذوالرحم ہو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبہ وکانت عامۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرون توریت ذوی الارحام وبہ قال اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ وقال یدین ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لامیرات لذوی الارحام ویوضع المال فی بیت المال وبہ قال مالک والشافعی رحمہما اللہ تعالیٰ وذووالارحام اصناف اربعۃ الصنف الاول ینتمی الی المیت وہم اولاد البنات واولاد بنات الابن والصنف الثانی ینتمی الیہم المیت وہم الاجداد الساقطون والجدات الساقطات والصنف الثالث ینتمی الی ابوی المیت وہم اولاد الاخوات وبنات الاخوة وبنو الاخوة لام والصنف الرابع ینتمی الی جدی المیت او جدتیہ وہم العمات والاعمام لام والاخوان والخیالات فہو لا یمو کل من یدلی بہم ذوی الارحام روی ابو سلیمان عن محمد بن الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہما اللہ تعالیٰ ان اقرب الاصناف الصنف الثانی وان علوا ثم الاول وان سفلا ثم الثالث وان نزلوا ثم الرابع وان بعدوا وروی ابویوسف والحسن بن زیاد عن ابی حنیفۃ رحمہم اللہ تعالیٰ ان اقرب الاصناف الصنف الاول ثم الثانی ثم الثالث ثم الرابع کترتیب العصبات وهو الماخوذ بہ وعندہما الصنف الثالث یقدم علی الجدات الام لان عندہما کل واحد منہم اولی من فرعہ وفرعہ وان سفل اولی من اصلہ

ترجمہ

”ذوالرحم ہر وہ قریبی رشتہ دار ہے جو نہ تو ذی سہم ہو اور نہ ہی عصبہ ہو اور عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ذوی الارحام کو وراثت دینے کے حق میں ہیں۔ اور اسی مذہب کو ہمارے اصحاب (احناف) نے اختیار کیا ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کا موقف یہ ہے کہ ذوی الارحام کو وراثت نہیں دی جائے گی بلکہ مال بیت المال میں رکھا جائے گا۔ اسی مسلک کو امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔ اور ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں پہلی قسم وہ جو میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ بیٹیوں کی اولاد اور پوتیوں کی اولاد ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے اور یہ ساقط دادے اور ساقط دادیاں ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ بہنوں کی اولاد، بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیانی بھائیوں کے بیٹے ہیں اور چوتھی قسم وہ ہے کہ جو میت کے دادا دادا کی طرف اور دادی و نانی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ پھوپھیاں اور ماں کی طرف کے چچے ہیں اور ماموں اور خالائیں ہیں۔ ابوسلیمان نے محمد بن حسن کے حوالے سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تمام اصناف میں سے میت کے سب سے زیادہ قریب دوسری قسم ہے اگرچہ اوپر تک ہوں پھر پہلی قسم اگرچہ نیچے تک ہوں پھر تیسری قسم اگرچہ نیچے تک ہوں پھر چوتھی قسم ہے اگرچہ دور تک ہوں۔ ابن ساعد نے محمد بن حسن کے حوالے سے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اقرب الاصناف پہلی قسم ہے پھر دوسری، پھر تیسری، پھر چوتھی۔ جیسا کہ عصبات میں ترتیب ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک تیسری قسم اس دادا پر مقدم ہے جو ماں کا باپ ہوتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اُن (اصحاب صنف ثالث) میں سے ہر ایک اپنی فرع سے اولیٰ ہے اور اس (صنف ثانی) کی فرع اولیٰ ہے اس (صنف ثانی) کی اصل سے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ ذوی الارحام کا بیان ﴾

ذوی الارحام

ارحام جمع ہے ”رحم“ کی۔ اور رحم اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور لغت میں صاحب قرابت کو ذی رحم بولتے ہیں خواہ ذی فرض ہو یا نہ ہو۔ اصطلاح اہل فرائض میں ”ذو الرحم“ ہر اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جو نہ ذی الفروض میں سے ہو اور نہ ہی عصبات میں سے ہو۔ یہ لوگ وراثت پاتے ہیں یا نہیں اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

ائمہ احناف کا مذہب

ائمہ احناف یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد، امام زفر اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوی الارحام وراثت کے حقدار ہیں۔ مسلک احناف کو درج ذیل کبار صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تائید حاصل ہے۔

﴿ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت عبداللہ ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴾

﴿ حضرت مجاہد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ﴾

ائمہ شوافع اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب

ذوی الارحام وراثت میں حصہ نہیں پاتے۔ اصحاب فرائض سے جو بیچ جاتا ہے وہ بیت المال میں رکھا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک شاذ روایت بھی یہی ہے۔ اس موقف کی پیروی کرنے والوں میں حضرت سعید ابن مسیب، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی موقف ہے۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آیت میراث کے اندر ”ذوی الفروض“ اور ”عصبات“ کا ذکر کیا ہے وہاں ”ذوی الارحام“ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اگر ان کا بھی کوئی حصہ ہوتا تو وہ بھی قرآن پاک میں اس مقام پر بیان کر دیا جاتا و ماسا کان ربك نسیا اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

دوسری دلیل

جب رسول اکرم ﷺ سے پھوپھی اور خالہ کی میراث کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے جبریل نے بتایا کہ ان کے لئے کوئی وراثت نہیں ہے۔

احناف کے دلائل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

والوالارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله

”اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں“ اس آیت میں بتانا یہ مقصود ہے کہ وراثت کے حقدار ”ذوی الارحام“ ہی ہیں، عقد مواخاة کے

ذریعے بننے والے بھائی وارث نہیں ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی (یعنی انصاری اور مہاجر صحابہ کرام کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا) اس مواخات کی بناء پر وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے حق تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جس سے اس حکم کو منسوخ فرمایا اور حکم دیا کہ مواخات اور موالات سے قرابت مقدم ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں جو کچھ مواخات اور موالات کو حصہ ملتا تھا اس کو ذوی الارحام کی طرف منتقل فرمایا اور جو کچھ وراثت مولیٰ الموالات سے باقی رہا وہ توریت ذوی الارحام سے مؤخر ہوا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ”ذوی الارحام“ کی میراث کو بیان کر دیا اس میں تفصیل بیان نہیں کہ ذوی الارحام میں سے جو ذی فرض بھی ہے اور غصبہ بھی ہے انکا حصہ کیا ہے؟ اور جو ذی رحم صرف ”ذی رحم“ ہی ہیں ”غصبہ“ نہیں ہیں، ان کا حصہ کیا ہے۔ اس آیت سے بالعموم ”ذوی الارحام“ کی وراثت ثابت ہوتی ہے جب اس آیت سے ”ذوی الارحام“ کی وراثت ثابت ہوگئی تو پھر آیت مواریث میں اس کا ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی۔ نیز ”ذوی الارحام“ کے وارث ہونے پر یہ آیت ہی تو دلالت کر رہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقرّبون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقرّبون مما قل منه او كثر نصيبا مفروضا

”مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا“ (ترجمہ کنز الایمان) ۱

یہاں پر لفظ ”رجال، نساء اور اقرّبون“ ذوی الارحام کو بھی شامل ہے اب اگر کوئی تخصیص کا دعویٰ کرتا ہے تو دلیل خصوص اس کے ذمہ ہے۔

دوسری دلیل

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ ورسولہ مولیٰ من لا مولیٰ له والخال وارث من لا وارث له
جس کا کوئی مولیٰ نہیں اس کا مولیٰ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہے اور جس کا کوئی

وارث نہیں اس کا وارث ماموں ہے۔ ۱۔

اس حدیث سے بالکل واضح ہو گیا کہ ماموں جو کہ صرف ”ذی رحم“ ہے وہ بھی

وارث بنتا ہے۔

تیسری دلیل

جب ثابت بن دحاح کا انتقال ہوا تو حضور علیہ السلام نے قیس بن عاصم رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس کا کوئی نسب جانتے ہو؟ تو حضرت قیس نے عرض کی۔ حضور!
یہ تو ہم میں اجنبی تھے سوائے اس کے ایک بھانجے (ابولہانہ بن عبدالمندر) کے اور کوئی بھی
اس کا رشتہ دار نہیں ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو وراثت عطا فرمائی۔ ۲۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استدلال کا جواب

(i) آیت موارث میں ”ذوی الارحام“ کا ذکر نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ جب
الوالارحام بعضهم اولیٰ ببعض میں ”ذوی الارحام“ ثابت ہو چکی تو آیت موارث میں
اس کی وضاحت کی ضرورت نہ تھی۔

(ii) خالہ اور ماموں کو وراثت نہ دینے والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ آیت
کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے، خالہ اور ماموں کے وراثت نہ پائے سے مراد یہ ہے کہ جب
وہ کسی عصبہ کے ساتھ ہوں یا کسی من یورد علیہ ذی فرض کے ساتھ ہوں تو وراثت نہیں پاتے
کیونکہ عصبہ کے ساتھ ہوتے ہوئے تو کوئی دوسرا وارث حصہ نہیں پاتا۔ یونہی من یرد علیہ کی
موجودگی میں بھی ”ذوی الارحام“ محروم ہو جاتے ہیں۔

۱۔ جامع ترمذی، جلد 2 صفحہ 31 مطبوعہ مکتبہ دارالقرآن والحدیث، ملتان۔

من یرد علیہ کی قید اس لئے لگائی تاکہ من لا یرد علیہ کل جائیں کیونکہ من لا یرد علیہ کے ہوتے ہوئے یہ ذوی الارحام محروم نہیں ہوتے۔

﴿ذوی الارحام کی اقسام﴾

ذوی الارحام کی 4 اقسام ہیں۔

(i) وہ رشتہ دار جو میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ یہ بیٹیوں کی اولاد ہے اگرچہ نیچے تک ہو خواہ مذکر ہوں یا مؤنث۔ اور پوتیوں کی اولاد بھی اسی قسم میں شامل ہے۔
(ii) وہ رشتہ دار جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے یہ وہ اوپر تک کے اجداد فاسد ہیں جو ذوی القروض میں ساقط ہو گئے تھے، جیسا کہ نانا اور نانا کا باپ اور اوپر تک کی وہ جدات فاسدہ جو ذوی القروض میں ساقط ہو گئی تھیں، جیسا کہ نانا کی ماں اور نانا کی ماں کی ماں۔

(iii) وہ رشتہ دار جو میت کے والدین کی طرف منسوب ہوتے ہیں یہ بہنوں کی اولاد ہیں۔ اگرچہ نیچے تک ہوں، یہ اولاد خواہ مذکر ہوں یا مؤنث اور خواہ سب یعنی ہوں یا علاقائی ہوں یا اخپانی ہوں۔ اسی قسم میں بھائیوں کی بیٹیاں بھی شامل ہیں اگرچہ نیچے تک ہوں یہ بھائی خواہ یعنی ہوں یا علاقائی یا اخپانی۔ نیز اخپانی بھائیوں کے بیٹے بھی اسی میں شامل ہیں۔

سوال

(i) ان سابقہ مثالوں میں بھائیوں اور بہنوں کو کسی قید سے مقید نہیں کیا جبکہ بھائیوں کی اولاد کا تذکرہ آیا تو بھائی کے ساتھ (لام) کی قید لگا دی۔ ایسا کیوں کیا؟
(ii) پیچھے کہا تھا ”وہم اولاد الاخوات“ اسی طرح یہاں بھی کہہ دیتے ”وہم اولاد الاخوة“ کہ اس طرح انداز بھی ایک جیسا رہتا اور اختصار بھی ہو جاتا۔ کیونکہ موجود انداز میں ان کو بنات الاخوة الگ اور بنو الاخوة لام الگ کہنا پڑا۔

جواب

اس لئے کہ بہنوں کی تمام اولاد اور بھائیوں کی بیٹیاں بہر صورت ”ذوی الارحام“ ہی ہیں، خواہ بھائی، بہن یعنی ہوں، علاقائی ہوں یا اخپانی جبکہ بھائیوں کے بیٹوں کا تذکرہ آیا تو بھائیوں کے ساتھ لام کی قید اس لئے لگائی تاکہ عینی اور علاقائی بھائی نکل جائیں، کیونکہ انکی اولاد ”ذی رحم“ نہیں بلکہ ”عصبہ“ ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اگر آپ کے بتائے ہوئے انداز کے مطابق چلتے تو ”اختصار“ اگرچہ حاصل ہو جاتا لیکن یہ فرق واضح نہ ہو سکتا، حالانکہ یہ فرق بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لئے یہاں مختصر لفظوں میں بات ہوئی نہیں سکتی۔ اس کا ایک یہی طریقہ تھا کہ بہنوں کی اولاد کو الگ اور بھائیوں کی بیٹیوں کو الگ بیان کیا جائے۔ اور جب بھائیوں کے بیٹوں کی بات کرنا ہو تو ان کے ساتھ لام کی قید لگا دو تاکہ فرق ہو جائے کہ بھائیوں کی تین قسمیں ہیں جن میں سے دو قسموں (یعنی اور علاقائی بھائی) کے بیٹے تو عصبہ ہوتے ہیں اور تیسری قسم (اخپانی بھائی) کے بیٹے عصبہ نہیں بنتے بلکہ ”ذوی الارحام“ بن کر وراثت پاتے ہیں۔

(iv) وہ رشتہ دار جو میت کے 2 دادا (باپ کا باپ اور ماں کا باپ) اور 2 دادیوں (باپ کی ماں اور ماں کی ماں) کی طرف منسوب ہوتے ہیں یہ پھوپھیاں ہیں جو کہ میت کے باپ کی بہنیں ہوتی ہیں خواہ عینی ہوں، علاقائی یا اخپانی۔ اگر یہ بہنیں عینی یا علاقائی ہوں تو میت کے دادا کی طرف باپ کی طرف سے منسوب ہوں۔ اور اگر وہ باپ کی اخپانی بہنیں ہوں تو میت کی دادی (باپ کی ماں) کی طرف باپ کی طرف سے منسوب ہوں۔ دونوں صورتوں میں پھوپھیاں ”ذوی الارحام“ بن رہی ہیں، اسی طرح چچے بھی اسی قسم میں شامل ہیں کیونکہ یہ لوگ میت کے باپ کے بھائی ہوتے ہیں، اگر ماں کی طرف سے ہوئے تو وہ بھی میت کی اس دادی کی طرف منسوب ہونگے جو باپ کی طرف سے دادی ہے (یعنی کہ میت کے باپ کی ماں)

سوال

اعمام میں ”لام“ کی قید کا اعتبار کیوں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ جو چچا باپ کا یعنی یا علاقائی بھائی ہو وہ ”ذوی الارحام“ میں نہیں آتا بلکہ وہ ”عصبہ“ ہوتا ہے اس لئے یہاں اعمام کے ساتھ ”لام“ کی قید لگائی۔

ماموں اور خالائیں بھی ”ذوی الارحام“ کی اسی قسم میں شامل ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ میت کی ماں کے بہن بھائی ہوتے ہیں اس لئے اگر یہ یعنی یا علاقائی ہوئے تو یہ میت کے اس دادا کی طرف منسوب ہونگے جو ماں کی طرف سے ہے (یعنی کہ میت کی ماں کا باپ) اور اگر یہ لوگ اخینائی بہن بھائی ہوئے تو یہ میت کی اس دادی کی طرف منسوب ہوئے جو دادی ماں کی طرف سے ہے (یعنی کہ میت کی ماں کی طرف) ذوی الارحام کی یہی چار اقسام تھیں جو بیان کر دی گئی ہیں۔

اصناف اربعہ میں سے میت کے قریب ترکون ہے؟

امام اعظم کا موقف

اس سلسلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو اقوال ہیں۔

(۱) پہلا قول ابوسلیمان نے محمد بن حسن کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ یہ کہ چاروں اصناف میں سے میت کے سب سے زیادہ قریب ”صنف ثانی“ ہے، اگرچہ اوپر تک ہو۔ پھر ”صنف اول“ ہے اگرچہ نیچے تک ہو۔ پھر ”صنف ثالث“ ہے اگرچہ نیچے تک ہو۔ اور پھر ”صنف رابع“ اگرچہ بہت دور کے ہوں۔

ابوسلیمان کی طرح عیسیٰ بن ابان نے بھی محمد بن حسن کے حوالے سے امام اعظم کی یہ روایت نقل کی ہے۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرا قول امام ابویوسف اور حسن بن زیاد نے اور ابن سماعہ نے محمد بن حسن کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ میت کے سب سے زیادہ

قریب ”صنف اول“ ہے پھر ”صنف ثانی“ پھر ”صنف ثالث“ اور پھر ”صنف رابع“۔
جیسا کہ عصبات میں ترتیب تھی۔

امام اعظم کی دلیل

عصوبت دو قسم کی ہے (i) حقیقی (ii) معنوی

حقیقی عصوبت تو وہی ہے جس کا تذکرہ پیچھے ہوا۔ اور معنوی عصوبت سے مراد ”ذوی الارحام“ کی توریث ہے، چنانچہ جس طرح حقیقی عصوبت میں ترتیب ہوتی ہے اور صنفِ ثانی، صنفِ ثالث پر مقدم ہوتی ہے۔ اسی طرح عصوبتِ معنوی میں بھی ترتیب ہوگی۔ کہ صنفِ ثانی مقدم ہوگی صنفِ ثالث پر۔ لہذا جس طرح حقیقی عصوبت میں جدِ صحیح، بھائیوں پر مقدم ہوتا ہے اسی طرح عصوبتِ معنوی میں بھی جدِ فاسد، بھائیوں کی بیٹیوں اور بہنوں کے بیٹوں اور بیٹیوں پر مقدم ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے۔

صاحبین کا موقف

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ”ذوی الارحام“ میں تیسری قسم یعنی بہنوں کی اولاد، بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیانی بھائیوں کے بیٹے ”أَبُ الْأُمِّ“ یعنی نانا پر (جو کہ دادا کی جماعت سے ہے) پر مقدم ہے۔

صاحبین کی دلیل

تیسری قسم کا ہر فرد اپنی نوع یعنی اولاد پر مقدم ہے چنانچہ حقیقی بہن کا بیٹا حقیقی بہن کے پوتے پر مقدم ہے اور دوسری قسم (اجداد فاسد اور جدات فاسدہ) کی فرع (بیٹے اور بیٹیاں) اگرچہ کتنے ہی نیچے کے درجہ کے ہوں اپنی اصل (صنفِ ثانی) سے اولیٰ و مقدم ہیں۔ چنانچہ میت کی ماں کی ماں (پر نانی) اپنے باپ (جد فاسد) کی فرع ہے۔ لیکن یہ فرع اپنی اصل سے مقدم ہے، اس لئے کہ میت کی یہ نانی ”ذی فرض“ ہے اور پر نانی کا باپ ذی رحم ہے اور ذی فرض، ذی رحم سے فوقیت رکھتا ہے و علیٰ ہذا القیاس۔
صاحبین کے نزدیک تیسری قسم دوسری قسم پر مقدم ہے۔

نوٹ

لان عندهما كل واحد منهما اولی من فرعی وفرعه وان سفل اولی من اصله

یہ عبارت باب ذوی الارحام کے بالکل آخر میں ہے، اس عبارت کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ سراجی کی ہے یا نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ دراصل یہ عبارت کسی طالب علم نے اپنی ذاتی کتاب پر سبق پڑھتے ہوئے بطور حاشیہ لکھی تھی۔ بعد میں کسی دوسرے شخص نے ان سے یہ نقل کی تو وہ اصل متن اور حاشیہ میں فرق نہ کر پایا اور اس حاشیہ کو بھی متن میں ڈال دیا لیکن صاحب شریفیہ نے اس عبارت کو لیا ہے اور اس کی وضاحت کی کوشش کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہاں پر یہ عبارت موجود ہو بھی سہی تو پھر بھی مضمون میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہے اور حتی المقدور ہم نے بھی اس کی توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

فصل فی الصنف الاول

اولھم بالمیراث اقربھم الی المیت کبنت البنت فانھا اولی من بنت
 بنت الابن وان استوا فی الدرجة فولد الوارث اولی من ولد ذوی الارحام
 کبنت بنت الابن فانھا اولی من ابن بنت البنت وان استوت درجاتھم
 ولم یکن فیھم ولد الوارث او کان کلھم یدلون بوارث فعند ابی یوسف
 رحمۃ اللہ تعالیٰ والحسن بن زیاد یعتبر ابدان الفروع ویقسم المال علیھم
 سواء اتفقت صفة الاصول فی الذکورة والانوثة او اختلفت ومحمد
 رحمہ اللہ تعالیٰ یعتبر ابدان الفروع ان اتفقت صفة الاصول موافقا لھما
 ویعتبر الاصول ان اختلفت صفاتھم ویعطى الفروع میراث الاصول
 مخالفا لھما کما اذا ترک ابن بنت وبنت بنت عندھما یكون المال بینھما
 للذکر مثل حظ الانثیین باعتبار الابدان وعند محمد رحمۃ اللہ علیہ
 کذا لک لان صفة الاصول متفقة ولو ترک بنت ابن بنت و ابن بنت بنت
 عندھما المال بین الفروع اثلاثا باعتبار الابدان ثلثا للذکر وثلث للاثی
 وعند محمد رحمہ اللہ المال بین الاصول اعنی فی البطن الثانی اثلاث
 ثلثا لبنت ابن البنت نصیب ابیہا وثلث لابن بنت البنت نصیب امہ
 وكذلك عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اذا کان فی اولاد البنات بطون
 مختلفة یقسم المال علی اول بطن اختلف فی الاصول ثم یجعل الذکور
 طائفة والاناث طائفة بعد القسمة فما اصاب الذکور یجمع ویقسم علی
 اعلى الخلاف الذى وقع فی اولادھم وكذلك ما اصاب الاناث
 وهكذا یعمل الی ان ینتھى بهذا الصورة

یت

عس اور بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت
 ثانی بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت
 ثالث بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت
 رابع بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت
 خامس بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت
 سادس بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت

و كذلك محمد رحمه الله تعالى يأخذ الصفة من الاصل حال القسمة
 عليه والعدد من الفروع كما اذا ترك ابني بنت بنت بنت و بنت ابن
 بنت بنت و بنتی بنت ابن بنت بهذه الصورة

یت

بنت	بنت	بنت
ابن	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
بنتی	بنت	ابنی

عند ابی یوسف رحمه الله تعالى يقسم المال بين الفروع اسباعا باعتبار
 ابدانهم وعند محمد رحمه الله تعالى يقسم المال على اعلى الخلاف
 اعنى فى البطن الثانى اسباعا باعتبار عدد الفروع فى الاصول اربعة
 اسباعه لبنتی بنت ابن بنت نصيب جدهما وثلاثة اسباعه وهو نصيب
 البنيتين يقسم على ولديهما اعنى فى البطن الثالث انصافا نصفه لبنت
 ابن بنت البننت نصيب ابیها والنصف الاخر لابنی بنت بنت البننت
 نصيب امها وتصح المسئلة من ثمانية وعشرين وقول محمد رحمه الله
 تعالى عليه اشهر الروایتين عن ابی حنيفة رحمه الله تعالى فى جميع ذوى
 الارحام وعليه الفتوى

ترجمہ

تمام ذوی الارحام میں وراثت کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو سب سے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ نواسی، کہ یہ پوتی کی بیٹی سے مقدم ہے اور اگر سب درجہ میں برابر ہوں تو وارث کی اولاد ذوی الارحام کی اولاد سے زیادہ حقدار ہے جیسا کہ پوتی کی بیٹی نواسی کی بیٹی سے مقدم ہوگی اور اگر تمام قرب درجہ میں برابر ہوں اور ان میں کوئی وارث کی اولاد نہ ہو یا تمام کے تمام وارث کی وجہ سے میت کے رشتہ دار ہوں تو امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک فروع کے ابدان کا اعتبار کیا جائے گا اور ان پر مال برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا خواہ اصول کی صفت مذکور وراثت ہونے میں متفق ہو یا مختلف۔ اور امام محمد فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں۔ اگر اصول کی صفت متفق ہو (اس صورت میں امام محمد، امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیاد) دونوں کی موافقت کی ہے اور اصول کا اعتبار کرتے ہیں اگر ان کی صفات مختلف ہوں اور فروع کو اصول کی میراث دیتے ہیں اس صورت میں امام محمد نے (امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیاد) دونوں کی مخالفت کی ہے۔ جیسا کہ کسی نے ایک نواسا اور نواسی چھوڑے ہوں تو امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیاد کے نزدیک پورے کا پورا مال دونوں کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا ان کے ابدان کے اعتبار سے۔ اور امام محمد کے نزدیک بھی اسی طرح۔ کیونکہ اصول کی صفت متفق ہے اور اگر کسی نے نواسے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا چھوڑا ہو تو امام ابو یوسف اور امام حسن کے نزدیک ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے کل مال فروع کے درمیان اخلافاً تقسیم ہوگا جن میں سے دو ثلث لڑکے کو اور ایک ثلث لڑکی کو دیا جائے گا۔ اور امام محمد کے نزدیک مال اصول میں یعنی بطن اول میں اخلافاً تقسیم کیا جائے گا 2 ثلث نواسے کی بیٹی کے لئے اس کے باپ کا حصہ ہوگا۔ اور ایک ثلث نواسی کے بیٹے کے لئے ہوگا اس کی ماں کا حصہ۔ اور اسی طرح امام محمد کے نزدیک جبکہ بیٹیوں کی اولاد میں مختلف بطون ہوں تو سب سے پہلے اس بطن پر مال تقسیم کیا جائے گا جو اصول میں مختلف ہیں، اس تقسیم کے بعد ان میں سے تمام مذکور کو

ان کے نانا کا حصہ اور اس کے تین اسباع جو کہ دو بیٹیوں کا حصہ ہے وہ ان کی اولادوں میں بطن ثالث میں انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ اس میں سے نصف نواسی کی پوتی کا اس کے باپ کا حصہ۔ اور دوسرا نصف نواسی کے دونوں بہنوں کے لئے ان کی ماؤں کا حصہ۔ اور مسئلہ کی تصحیح 28 سے ہوگی۔ اور تمام ذوی الارحام میں امام محمد کا قول امام اعظم کی دونوں روایتوں سے زیادہ مشہور ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿صنف اول کا بیان﴾

مصنف جب اصناف اربعہ کی ترتیب بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب اصناف اربعہ کے وارث ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ ایک صنف کے افراد آپس میں کیسے اور کب وارث ہوتے ہیں۔

صنف اول کے اشخاص کی اقسام

پہلی صنف کے اشخاص دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(i) بیٹیوں کی اولاد نیچے تک خواہ مرد ہوں یا عورتیں

(ii) پوتیوں کی اولاد نیچے تک خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔

ان کی مختلف حالتیں ہیں

(i)..... اس صنف کے اشخاص سب ایک ہی درجہ کے نہ ہوں بلکہ کوئی قریبی درجہ کا ذی رحم ہو اور کوئی دور کے درجہ کا۔ ایسی صورت میں قریب کے درجہ والا مقدم ہوتا ہے دور کے درجہ والے سے۔ یعنی کہ قریبی رشتہ دار کے ہوتے ہوئے دور کا رشتہ دار محروم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نواسی اور نواسی کی بیٹی کہ ان میں نواسی مقدم ہے نواسی کی بیٹی پر۔ کیونکہ نواسی درجہ میں نواسی کی بیٹی کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہے لہذا اقرب نے ابعد کو محروم کر دیا۔

(ii)..... قرب یا بعد میں تو سب برابر ہوں اس طرح کہ سب کے سب میت کے ایک درجہ کے رشتہ دار ہوں لیکن ان میں سے کوئی وارث (ذی فرض) کی اولاد ہو اور کوئی صرف ذوی الارحام کی اولاد ہو، تو ایسی صورت میں وارث کی اولاد مقدم ہوگی اور وہ دوسرے کو محروم کر دے گی جیسا کہ پوتی کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا۔ کہ دونوں درجہ میں تو برابر ہیں لیکن پوتی کی بیٹی وارث کی اولاد ہے (کیونکہ پوتی وارث ہوتی ہے) اور نواسی کی بیٹی وارث کی اولاد نہیں ہے۔ کیونکہ نواسی کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے (یہاں وراثت سے مراد ذی فرض یا عصب بن کر وراثت پاتا ہے)

(iii)..... درجہ کے قرب و بعد میں بھی سب برابر ہوں اور ولد وارث یا غیر وارث

ہونے بھی سب برابر ہوں یعنی کہ سب کے سب وارث کی اولاد ہوں جیسا کہ بیٹی کا بیٹا (نواسا) اور بیٹی کی بیٹی (نواسی) یا کوئی بھی وارث کی اولاد نہ ہو جیسا کہ نواسے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا۔ اس صورت میں ان کی اصل کو دیکھیں گے جو مذکر کی اولاد میں سے ہوگا اس کو جتنا ملے گا مؤنث کی اولاد کو اس سے آدھا ملے گا۔ یہ قول جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ امام محمد کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جبکہ مقابلہ میں امام ابو یوسف کا قول ہے دونوں کے مؤقف وضاحت کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف

جب ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ سب ”ذوی الارحام“ درجہ میں بھی برابر ہوں اور ولد وارث وغیرہ وارث ہونے میں بھی برابر ہوں، تو فروغ کے ابدان کو دیکھ لیں کہ کتنے ہیں؟ اور کون کون سے ہیں تو ان کی ذکورت اور انوشت دیکھتے ہوئے ان کو مال تقسیم کر دیں گے، اس میں اس چیز کا فرق نہیں ہے کہ وہ فروغ سب کی سب مذکر کی اولاد ہوں یا سب کی سب مؤنث کی اولاد ہوں یا بعض مذکر کی اور دیگر بعض مؤنث کی۔ چنانچہ بیٹی کا بیٹا (نواسا) اور بیٹی کی بیٹی (نواسی) اگر موجود ہوں تو دونوں میں ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا اس لئے نواسی کو نواسے سے نصف اور نواسے کو نواسی سے ڈبل ملے گا اور جیسا کہ نواسے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا موجود ہوں تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں بھی ان دونوں کو للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر ترکہ ملے گا اس لئے نواسے کی بیٹی کو نواسی کے بیٹے کی بہ نسبت نصف ملے گا۔

امام محمد کا مؤقف

آپ کے نزدیک اولاد یہ دیکھیں گے کہ ان کی فروغ کی اصل کیا ہے ایک ہی جیسی ہے مثلاً دونوں کی اصل ”مذکر“ ہے یا دونوں کی مؤنث یا مختلف ہیں۔ مثلاً بعض ”مذکر“ کی اولاد ہیں اور دیگر بعض ”مؤنث“ کی۔ اگر سب کے سب اصل میں ایک جیسے ہیں تو فروغ کے ابدان کو دیکھ لیا جائے گا اور ان کی ذکورت و انوشت کے اعتبار سے ان میں مال تقسیم کر دیا

جائے گا، جیسا کہ بیٹی کا بیٹا (نواسا) اور بیٹی کی بیٹی (نواسی) موجود ہوں تو چونکہ دونوں کی اصل ایک ہے، اس لئے ان فروع کے ابدان کو دیکھ لیا جائے گا اور اس نواسا اور نواسی کے درمیان ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا، جس طرح امام ابو یوسف کرتے ہیں اور اگر ان کے اصول میں اختلاف ہے یعنی کہ بعض مذکر کی اولاد ہیں اور دیگر بعض مؤنث کی۔ تو ایسی صورت میں ان کی اصل کا اعتبار کیا جائے گا اور ان اصول میں مال تقسیم کر کے جو حصہ مذکر کا ہو وہ مذکر کی اولاد کو دیا جائے گا یہ اولاد خواہ مذکر ہوں یا مؤنث۔ اور جو حصہ مؤنث کا ہو وہ اس کی اولاد کو دیا جائے گا یہ اولاد خواہ مذکر ہوں یا مؤنث جیسا کہ پوتے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا موجود ہوں تو ایسی صورت میں چونکہ ان کی اصل میں فرق ہے اس لئے ان کی اصل میں ذکرت و انوشت کا اعتبار کرتے ہوئے ترکہ ان کی اصل میں تقسیم کریں گے اور ان کی فروع کو ان کی اصل کا حصہ دیا جائے گا۔ چنانچہ پوتے کی بیٹی کو ذیل ملے گا نواسی کے بیٹے کی بہ نسبت۔ کیونکہ پوتے کی بیٹی نے اپنے باپ کا حصہ لیا اور نواسی کے بیٹے نے اپنی ماں کا حصہ لیا۔

امام ابو یوسف نے اس صورت میں بھی پوتے کی بیٹی کو، نواسی کے بیٹے کے حصہ سے آدھا دیا۔ امام محمد کا موقف دو حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ میں وہ امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں یعنی کہ جب فروع کی اصل میں اختلاف نہ ہو تو جس طرح امام ابو یوسف فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں اسی طرح امام محمد بھی فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں اور دوسرے حصہ میں امام محمد امام ابو یوسف کے مخالف ہیں یعنی کہ جب فروع کی اصل میں اختلاف ہو تو امام ابو یوسف اس صورت میں بھی فروع کے ابدان ہی کا اعتبار کرتے ہیں اور امام محمد اس صورت میں اصول کی ذکرت و انوشت کا اعتبار کرتے ہوئے پہلے ان اصول پر حصص ان کی ذکرت و انوشت کے لحاظ سے تقسیم کرنے کے حق میں ہیں۔ پھر ان اصول کے حصہ میں آتا ہو مال ان کی اولاد کو دیتے ہیں۔

امام محمد کے قول کی مزید وضاحت

اگر کسی مسئلہ میں مختلف بطون جمع ہو جائیں جن میں سے بعض بطون میں اتفاق اور بعض میں اختلاف ہو تو ایسی صورت میں سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہے پہلے اس بطن میں ترکہ تقسیم ہوگا پھر تقسیم کے بعد مذکوروں کا ایک گروپ بنالیں گے اور ان کے سہام کو جمع کر لیں گے اسی طرح مؤنحوں کا بھی ایک گروپ بنالیں گے اور ان کے سہام بھی جمع کر لیں گے اب مزید آگے دیکھیں گے، اگر اس کی فروغ میں تذکیر و تانیث کا فرق نہ ہو تو پھر ان کا حصہ ان کی فروغ کو دے دیا جائے گا اور اگر آگے کہیں اختلاف ہو تو جہاں پر اگلے بطن میں اختلاف ہو تو پھر وہاں پر بھی اسی طرح تقسیم کریں گے جو مذکوروں کے حصہ میں آئے گا وہ ان کو دیں گے اور ان کے سہام جمع کر لیں گے اور مؤنحوں کے حصہ میں جو آئے وہ ان کے لئے نکال لیں گے اور یہ سہام بھی جمع کر لیں گے اسی طرح آخر تک کریں گے اور آخر میں جو فروغ ہوگی ان پر یہ سہام تقسیم کر دیں گے۔

مثال

یہ مسئلہ 12 ذوی الارحام رشتہ داروں پر مشتمل ہے جن میں سے 9 عورتیں اور 3 مرد ہیں اور سب کے سب درجہ میں برابر ہیں اور چھٹے بطن میں موجود ہیں جبکہ ان سے پہلے 5 بطون وفات پا چکے ہیں اور ان میں کوئی بھی وارث کی اولاد نہیں ہے یعنی کہ وارث کی اولاد نہ ہونے میں بھی برابری ہے۔ ان 6 بطون کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بطن اول میں 9 بیٹیاں اور 3 بیٹے ہیں۔

بطن ثانی میں تمام کی تمام لڑکیاں ہیں یعنی کہ اس بطن میں کل 12 لڑکیاں ہیں اور کوئی لڑکا نہیں ہے۔

بطن ثالث میں پہلی 6 بیٹیوں کی لائوں میں لڑکیاں۔ ساتویں، آٹھویں اور نویں لڑکیوں کی لائن میں تین لڑکے، دسویں اور گیارھویں لڑکے کی لائن میں دو لڑکیاں اور بارھویں لڑکے کی لائن میں ایک لڑکا۔

کیا جائے گا۔ یعنی مسئلہ 7 سے بنایا جائے گا جس میں سے چار اسباع (4/7) نواسے کی دونو سیوں کے لئے ان کے نانا کا حصہ اور تین اسباع (3/7) جو کہ 2 بیٹیوں کا حصہ ہے ان کی اولادوں میں بطن ثالث میں انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ اس میں سے نصف نواسی کی پوتی کے لئے اس باپ کا حصہ۔ اور دوسرا نصف نواسی کے دونو اسوں کے لئے ان کی ماؤں کا حصہ۔ اور مسئلہ کی تصحیح 28 سے ہوگی۔ اور امام محمد کا قول امام اعظم کی دونوں روایتوں سے زیادہ مشہور ہے تمام ذوی الارحام میں اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مسئلہ مذکورہ کی تصحیح

آپ کے نزدیک مسئلہ 15 سے بنے گا کیونکہ بطن سادس میں 9 عورتیں اور 3 مرد ہیں۔ جبکہ ایک مرد، دو عورتوں کی طرح ہوتا ہے۔ اس لئے 3 مرد 6 عورتوں کے قائم مقام ہونگے۔ اس طرح 9 اور 6 (9+6=15) پندرہ ہوئے۔ لہذا مسئلہ 15 سے بنایا۔ جس میں سے 9 سہام عورتوں کو اور 6 سہام مردوں کو دیئے اس طرح کہ ہر مرد کو دو سہم آئیں گے۔

مسئلہ مذکورہ میں امام محمد کی تصحیح

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی تصحیح 60 سے ہوگی کیونکہ پہلے ہم بطن اول پر مال تقسیم کریں گے تو مسئلہ 15 سے بنائیں گے۔ جس میں سے 9 سہام بیٹیوں کو اور 6 سہام بیٹوں کو دیں گے۔ اب تین بیٹوں کو ایک جماعت بنا کر ان کے سہام جمع کر لیں گے۔ ان سے نیچے بطن ثانی میں ہم نے دیکھا کہ سب کی سب بیٹیاں ہیں ان میں کوئی ذکورث وانوشت والا اختلاف نہیں ہے اس لئے اس بطن کے بعد تیسرے بطن کو دیکھا تو اس میں اختلاف پایا کہ ان تین بیٹوں کے سامنے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ تو ہم نے ان کا مسئلہ 3 سے بنایا مافی الید 6 سہام تھا، وہ ان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹے کو تین اور دو بیٹیوں کو تین سہام آئے۔ پھر ہم نے بیٹے کے حصہ میں آنے والے تین سہام کو اس کی آخری فرع (جو کہ بیٹی ہے) کو دیا کیونکہ بیٹے کے بعد اس بیٹی تک درمیان میں جتنے بھی بطون ہیں ان میں اختلاف نہیں، تو اس بیٹی کے حصہ میں 3 سہام آئے۔ اب

جہاں (بطن ثالث میں) دو بیٹیوں کو ہم نے تین سہام دیئے تھے ان بیٹیوں کو پھر ایک جماعت بنادیا اور ان کے تینوں سہام جمع کر کے رکھ لئے اور آگے دیکھا تو بطن رابع میں کوئی اختلاف نہ تھا تو بطن خامس تک پہنچے اس میں اختلاف ہے کیونکہ یہاں پر ان دو بیٹیوں کی لائن میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو ہم نے یہاں پر بھی ان کے درمیان للسد کو مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹے کو دو سہام اور بیٹی کو ایک آیا۔ اب اگلے چھٹے بطن میں ان کے نیچے جو ان کی فروغ ہیں ان کو یہ سہام دے دیئے تو اس طرح ایک بیٹی کو دو سہام اور ایک کو ایک سہام ملا اسی طرح جب ہم نے بطن اول میں 9 بیٹیوں کو 9 سہام دیئے تو ان 9 بیٹیوں کے سہام کو ایک جگہ پر جمع کر لیا اور ان کے نیچے دوسرے بطن میں دیکھا تو اس میں کوئی اختلاف نہ تھا اس لئے بطن ثالث پر پہنچے تو وہاں اختلاف پایا اس لئے اب اس بطن ثالث میں جو ورثاء ہیں ان کے درمیان یہ 9 سہام تقسیم کئے جائیں گے۔

بطن ثالث میں ان 9 بیٹیوں کے نیچے 6 بیٹیاں اور 3 بیٹے موجود ہیں چونکہ ایک بیٹا دو بیٹیوں کے قائم مقام ہوتا ہے اس لئے تین بیٹے 6 بیٹیوں کے قائم مقام ہو جائیں گے اس طرح 6 بیٹیاں اور 6 کے قائم مقام یہ تین بیٹے $(12 = 6 + 6)$ ہیں، اس لئے مسئلہ 12 سے بنے گا، مسئلہ 12 سے بن رہا ہے جب کہ مانی الید 9 ہے، جو کہ روؤس پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا۔ مضافی الید (9) اور مسئلہ (12) میں نسبت توافق بالثلث کی ہے تو مسئلہ (12) کے وفق (۴) کو ضرب دی اصل مسئلہ (۱۵) کے ساتھ تو $(۶۰ = ۴ \times ۱۵)$ حاصل ضرب 60 آیا۔ اس سے تمام کے سہام کی تصحیح ہوگی۔ اب قانون کے مطابق بطن اول میں تین بیٹیوں کو جو 6 سہام ملے تھے ان کو بھی چارغنی سے ضرب دیں گے تو $(۲۴ = ۴ \times ۶)$ حاصل ضرب 24 ہو گیا۔ اس کے بعد بطن ثالث میں دو بیٹیوں کے تین سہام تھے ان کو بھی 4 کے ساتھ ضرب دی تو $(۱۲ = ۳ \times ۴)$ حاصل ضرب 12 ہوا۔ یہ حصہ بطن ثالث میں دو بیٹیوں کا اور اسی بطن میں بیٹے کا حصہ تین تھا اس کو بھی 4 سے ضرب دی تو $(۱۲ = ۳ \times ۴)$ حاصل ضرب 12 آیا۔ یونہی اس بیٹے کی لائن میں آخر میں ایک بیٹی تھی جس کا حصہ تین تھا۔ اس کو بھی

4 کے ساتھ ضرب دی تو $(12 = 3 \times 4)$ حاصل ضرب 12 ہوا۔ یہ حصہ بطنِ ثالث میں ایک بیٹے کا۔ اور بطنِ ثالث میں جن دو بیٹیوں کو تین سہام ملے تھے ان کے تین کو بھی چار سے ضرب دی تو $(12 = 3 \times 4)$ حاصل ضرب 12 آیا۔

اور بطنِ خامس میں ان دونوں بیٹیوں کے نیچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا جن میں سے بیٹے کے دو سہم تھے اس لئے اس بیٹے کے دو سہام کو بھی ضرب دیں 4 کیساتھ تو $(8 = 2 \times 4)$ حاصل ضرب 8 آیا۔ اور یہی 8 اسی کی لائن میں آخر میں جو بیٹی ہے اس کو دے دیں گے اور بطنِ خامس میں بیٹی کا حصہ ایک تھا اس کو بھی 4 کیساتھ ضرب دی تو $(4 = 1 \times 4)$ حاصل ضرب 4 آیا۔ یہی حصہ بطنِ خامس میں اس بیٹی کا اور یہی حصہ ہے چھٹے بطن میں موجود اسی کی لائن میں پائی جانے والی بیٹی کا۔ یونہی چونکہ بطنِ اول میں 9 بیٹیوں کے سہام 9 تھے اس لئے ان کے ان سہام کو بھی 4 سے ضرب دی تو $(36 = 9 \times 4)$ حاصل ضرب 36 بنا۔ اب اس بطنِ اول کے بعد چونکہ بطنِ ثانی میں اختلاف نہیں تھا اس لئے ان کو چھوڑ دیا اور بطنِ ثالث تک پہنچے۔ اس بطن میں ان 9 بیٹیوں کی لائن میں 6 بیٹیاں اور 3 بیٹے تھے۔ مسئلہ 12 سے بنا۔ تین تین سہام کا ایک ایک حصہ بنائیں اور ان 12 سہام میں سے 6 سہام (جو کہ 18 سہام کے برابر ہے) ان 6 بیٹیوں کو دیئے اس طرح کہ ہر بیٹی کو ایک (تین سہام) ایک (3 سہام) حصہ ملے گا۔ جب کہ تین بیٹیوں میں سے ہر ایک کے دو (6 سہام) دو (6 سہام) حصے ہوں گے۔ اب 6 بیٹیوں میں سے ہر ایک کو جو ایک ایک سہم (ملا ہے) وہ جمع کر لیں تو $(3 + 3 + 3 + 3 + 3 + 3)$ حاصل جمع 18 ہوا۔ اور تین بیٹیوں کو جو دو (6) دو (6) سہام ملے $(18 = 6 + 6 + 6)$ 18 سہام ملے وہ بھی جمع کر لئے، اب دیکھیں بطنِ رابع میں بھی اختلاف ہے اسلئے اب یہاں پر بھی تقسیم ہوگی چونکہ اس بطن میں 6 بیٹیوں کے محاذی 3 بیٹیاں اور 3 بیٹے ہیں۔ ان میں 3 بیٹیوں کو 6 بیٹیوں کے برابر سمجھو تو کل 9 بن جائیں گے یعنی کہ ان کا مسئلہ 9 سے بنے گا اس طرح کہ ہر بیٹی کو ایک ایک اور بیٹے کو بیٹی سے ڈبل ملے گا۔ اس قانون کے مطابق مذکورہ بالا مبالغہ الید 18 میں سے ہر بیٹے کو 4 سہام اور ہر بیٹی کو 2 سہام ملیں گے۔ ایب

اس بطنِ رابع تک تین لڑکیوں کے پاس 6 اور تین لڑکوں کے پاس 12 سهام موجود ہیں۔
 اس بطنِ رابع کی تین لڑکیوں کے نیچے بطنِ خامس میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے تو تین بیٹیوں کا مافی البدان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کر دیں گے تو دو بیٹیوں کو 3 اور ایک بیٹے کو 3 سهام پہنچے۔ اب دو بیٹیوں کے تین سهام کو پھر جمع کیا اور ان کے نیچے چھٹے بطن میں دیکھا تو ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ جبکہ مافی البدان 3 سهام ہیں اس لئے اس چھٹے بطن میں بیٹی کے لئے ایک اور بیٹے کے لئے دو۔ بطنِ خامس میں دو بیٹیوں کے ساتھ ایک بیٹے کو تین دیئے تھے تو یہی تین اس کے بعد چھٹے بطن میں موجود بیٹی کو مل جائیں گے۔

بطنِ رابع میں تین بیٹوں کا حصہ 12 سهام تھا ان کے نیچے بطنِ خامس میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے تو ان کے درمیان ترکہ انصافاً تقسیم ہوگا۔ نصف (6 سهام) دو بیٹیوں کے لئے اور نصف (6 سهام) ایک بیٹے کے لئے۔ اب ایک بیٹے کے 6 سهام بطنِ سادس میں موجود اس کی بیٹی کو مل جائیں گے۔ بطنِ خامس میں دو بیٹیوں کے تین سهام تھے ان کو جمع کر لیں انکے تحت ان کے وارث بطنِ سادس میں دیکھے تو وہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی تو ان دو بیٹیوں کے 6 سهام بطنِ سادس میں موجود ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹی کو دو سهام اور بیٹے کو چار سهام مل گئے۔

بطنِ ثالث میں جو تین بیٹوں کو 18 سهام ملے تھے ان کے نیچے بطنِ رابع میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو دو بیٹیوں کو 9 اور ایک بیٹے کو 9 سهام ملے اب اس ایک بیٹے کے نیچے نہ تو بطنِ خامس میں کوئی اختلاف ہے اور نہ ہی بطنِ سادس میں اس لئے اس کا حصہ اس کے بطنِ سادس والے وارث کو دیا تو اس بیٹی کو 9 سهام مل گئے۔ بطنِ رابع میں 2 بیٹیوں کے پاس 9 سهام تھے ان کو پھر جمع کر لیا بطنِ ثالث میں دیکھا تو ان کے ورثاء میں ذکوریت وانوعمت کا کوئی فرق نہ تھا اس لئے بطنِ سادس میں پہنچے تو ان دو بہنوں کے محاذی ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے اس لئے ان دو کے

9 سہام بیٹے اور بیٹی میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹے کو 6 سہام اور بیٹی کو تین سہام پہنچے اس طرح بارہ کے بارہ ذوی الارحام تک ان کے حصے پہنچ گئے۔

امام محمد کا موقف

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جب اصول میں ذکورت وانوشت کا اعتبار کرتے ہوئے اعلیٰ خلاف پر تقسیم کرتے ہیں وہاں ان اصول میں فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں یعنی کہ اصول میں دو چیزوں کا اعتبار ہوتا ہے۔

(i) صفت ذکورت وانوشت۔

(ii) تعدد ابدان۔

امام محمد علیہ الرحمہ ذکورت وانوشت میں اصول اور تعدد ابدان میں فروع کو دیکھتے ہیں۔

جیسا کہ کسی نے ایک نواسی کے دو نواسے۔ ایک اور دوسری نواسی کی ایک پوتی اور تیسری نواسی کی دونو اسیاں چھوڑی ہوں۔ جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے ظاہر ہے۔

مسئلہ 7

بطن اول	بہی	بہی	بہی
بطن ثانی	بہی	بہی	بہی
بطن ثالث	بہی	بہی	بہی
بطن رابع	۲ بیٹے	بہی	۲ بیٹیاں

امام ابو یوسف کے نزدیک ان فروع میں مال تقسیم کر دیا جائے گا کیونکہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں اور دو بیٹوں کا حصہ چار بیٹیوں کے برابر ہوتا ہے اس لئے ان کا مسئلہ 7 سے بنا جن میں سے دو بیٹوں کو چار سہام اس طرح کہ ہر بیٹے کو دو سہام اور تین بیٹیوں کو تین سہام اس طرح کہ تین میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہم ملے۔

مسئلہ 7		
یت		
بٹی بٹی بٹی 2 بیٹیاں $2=1+1$	بٹی بٹی بٹی بٹی 1	بٹی بٹی بٹی 2 بیٹے $2=2+2$

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے پہلے اس بطن میں تقسیم ہوگی جس میں ذکور و انوثت میں فرق پایا گیا اس لئے اولاً تقسیم بطن ثانی میں کی۔ یہاں پر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ لیکن یہ تو اصول ہیں اس لئے تعداد میں ان کو نہیں دیکھنا بلکہ انکی فروغ کو دیکھنا ہے، بیٹے کی فروغ میں 2 بیٹیاں ہیں لہذا تعداد ان (فروع) بیٹیوں کی لی اور صرف ذکور (اصول) خود ان بیٹوں کی لی، تو بطن ثانی میں دو بیٹے ہو گئے۔ یونہی بطن ثانی میں دو بیٹیوں کے محاذی دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ جب ان فروغ کے ابدان کا لحاظ بطن ثانی میں کیا جائیگا تو اس بطن رابع میں پائے جانے والے دونوں بیٹے بطن ثانی میں، بیٹیاں فرض کی جائیں گی۔ اس طرح تین بیٹیاں ہو جائیں گی۔ اب اصول کی ذکور و افروع کے ابدان کا لحاظ کرنے کے بعد تقسیم 7 سے ہوگی اس طرح کہ اولاً تقسیم بطن ثانی میں ہوگی 7 سهام میں سے 4 سهام ایک بیٹے (جو کہ فروغ کے ابدان کا اعتبار کئے جانے کے بعد 2 بیٹوں کے برابر ہو چکا ہے) کو دیں گے جو کہ اس کی فروغ میں پائی جانے والی دو بیٹیوں کو مل جائیں گے لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان دو بیٹیوں کو اپنے دادا کا حصہ مل گیا اور دو بیٹوں (جن میں سے ایک کے برابر ہے) کو تین سهام ملیں گے۔

بطن ثانی میں تین بیٹیوں کو تین سهام ملے تھے ان سهام کو جمع کر لیا گیا اور دیکھا تو ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی وہ تین سهام ان میں لے کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کریں گے لیکن ابدان اب بھی فروغ کے دیکھیں گے۔ بیٹی کی فروغ میں دو بیٹیاں

اس لئے انہی کے ابدان کا لحاظ کرتے ہوئے ہم نے اس بطنِ ثالث میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹے میں سہام تقسیم کئے تو مسئلہ 2 سے بنا۔ مافی الید 3 ہے سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے۔ جبکہ تین اور 2 میں نسبت بتائیں کی ہے اس لئے کل مسئلہ (2) کو ضرب دی اصل مسئلہ (7) کے ساتھ تو $(12 = 4 \times 3)$ حاصل ضرب 14 ہوا۔ اس سے تمام کے سہام تقسیم ہو جائیں گے۔ اس میں سے نواسے کی دونو سیوں کا حصہ 4 تھا۔ تو قانون کے مطابق اس 4 کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو $(8 = 2 \times 4)$ حاصل ضرب 8 آیا۔ یہ حصہ ہے نواسے کی دو بیٹیوں کا۔ بطنِ ثانی میں دو بیٹیوں کا حصہ 3 تھا اس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو $(6 = 2 \times 3)$ حاصل ضرب 6 ہوا۔ یہ حصہ ہے دو بیٹیوں کا بطنِ ثانی میں۔ اب ان کے 6 سہام کو جمع کیا اور نیچے دیکھا تو بطنِ ثالث میں ایک بیٹی (جس کی فروغ 2 ہے) اور ایک بیٹا (جس کی فروغ ایک ہے) موجود تھا اس لئے بیٹی کو دو بیٹیاں سمجھ کر یہ 6 سہام تقسیم کئے تو 3 سہام بیٹے کو اور 3 سہام دو بیٹیوں کو دیئے۔

بطنِ رابع میں دیکھا تو بیٹے کے محاذی صرف ایک بیٹی تھی اس لئے اس کا حصہ (3 سہام) اس کی بیٹی کو دے دیا اور بیٹی کے محاذی دو بیٹیاں تھیں جن کا مسئلہ 2 سے بنے گا۔ جبکہ مافی الید 3 ہے جو کہ 2 پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو سکتا۔ لہذا تصحیح کے لئے کل مسئلہ (2) کو ضرب دی اصل مسئلہ (12) کے ساتھ تو $(28 = 2 \times 14)$ حاصل ضرب 28 آیا۔ اس سے تمام کے سہام کی تقسیم ہوگی۔ چنانچہ نواسے کی دونو سیوں کے سہام (8) کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو $(16 = 2 \times 8)$ حاصل ضرب 16 آیا۔ یہ حصہ نواسے کی دونو سیوں کا۔ ہر ایک کو 8 سہام ملیں گے۔ نواسی کی پوتی کے تین سہام تھے ان کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو $(6 = 2 \times 3)$ حاصل ضرب 6 آیا۔ یہ حصہ ہے نواسی کی پوتی کا۔ نواسی کے دونو سوں کا حصہ 3 تھا۔ اس کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو $(6 = 2 \times 3)$ حاصل ضرب 6 آیا۔ یہ حصہ ہے نواسی کے دونو سوں کا۔ دونوں کو تین تین سہام مل جائیں گے۔

$$\text{پڑتا ہے } (28 = 3 + 3 + 6 + 8 + 8)$$

$$\text{مسئلہ } 28 = 2 + 2 \times 7$$

یت

بی بی
بی بی
بی بی
2 بیٹیاں
 $12 = 8 + 4$

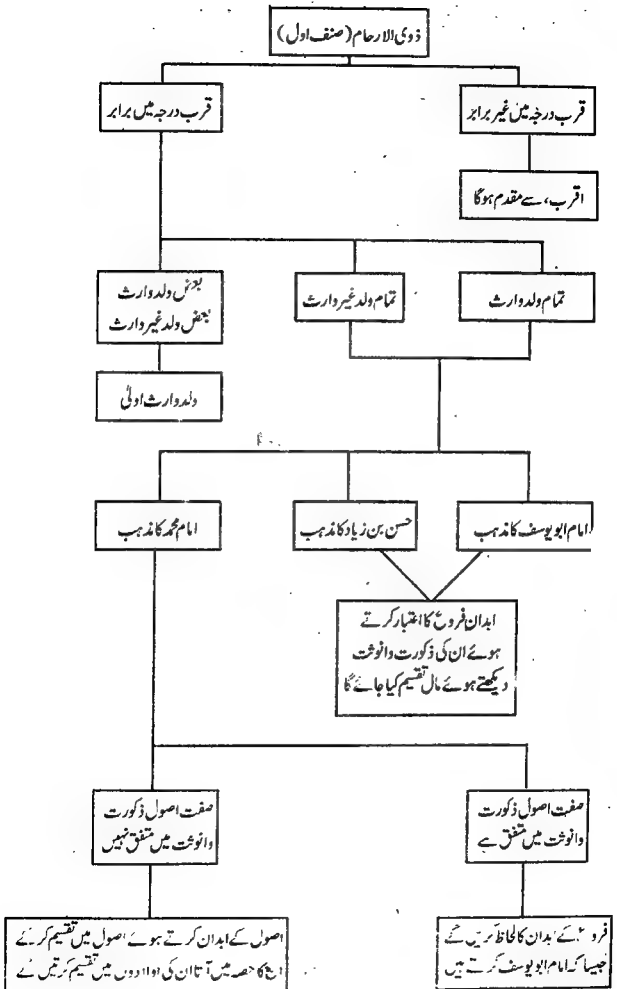
بی بی
بی بی
بی بی
بی بی
۶

بی بی
بی بی
بی بی
2 بیٹے
 $1 = 3 + 3$

نوٹ:

ذوی الارحام میں امام محمد کا قول امام اعظم کی دو روایتوں میں سے اشر ہے
اور آپ ہی کے قول پر فتویٰ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆



فصل

علماءنا رحمهم اللہ تعالیٰ یعتبرون الجهات فی التوریت غیر ان ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یعتبر الجهات فی ابدان الفروع ومحمد رحمہ اللہ تعالیٰ یعتبر الجهات فی الاصول کما اذا ترک بنتی بنت بنت وهما ایضا بنتا ابن بنت وابن بنت بنت بهذه الصورة

$$24 = 4 \times 7 \text{ مسئلہ}$$

بنت بنت بنت

بنت بنت بنت

بنت ابن بنت

$$6 \quad 22 = 16 + 6$$

عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یکون المال بینہم اثلاثا وصار کانه ترک اربع بنات و ابنا ثلثا للبتین وثلثه للابن وعند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یقسم المال بینہم علی ثمانية وعشرين سہما للبتین اثنان وعشرون سہما ستة عشر سہما من قبل ابیہما وستہ اسہم من قبل امہما وللابن ستة اسہم من قبل امہ

ترجمہ

ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ وراثت تقسیم کرنے میں جہات کا اعتبار کرتے ہیں سوائے اس کے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جہات کا اعتبار فروع کے ابدان میں کرتے ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جہات کا اعتبار کرتے ہیں اصول میں جیسا کہ کسی نے ایک نواسی کا دو بیٹیاں چھوڑی ہوں اور یہ نواسی کی بھی بیٹیاں ہوں اور نواسی کا ایک بیٹا چھوڑا۔ درج ذیل صورت کے مطابق

مسئلہ 3		
بیت		
بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
بیٹا	2 بیٹیاں	
1	2	

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام مال ایک لڑکے اور دو لڑکیوں کے درمیان اثلاً تقسیم کیا جائے گا۔ اور ایسے ہو جائے گا گویا کہ چار بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا ہو اس میں سے دو ٹکٹ دو بیٹیوں کے لئے اور ایک ٹکٹ بیٹے کے لئے ہوگا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک مال تقسیم کیا جائے گا 28 سہام پر، ان میں سے دو بیٹیوں کے لئے ۲۲ سہام ہو گئے 16 دونوں کے باپ کی طرف سے اور 6 سہام ان کی ماں کی جہت سے اور بیٹے کے لئے 6 سہام ہو گئے ان کی ماں کی جہت سے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تعدد جہات

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ذی رحم و طرح سے حصہ وراثت کا حقدار بن رہا ہو۔ ذوی الارحام کی وراثت میں تعدد جہات کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فروع میں تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ تقسیم کا آغاز ہی فروع سے کرتے ہیں اس لئے اعتبار بھی فروع ہی کی تعدد جہات کا کرتے ہیں۔

امام ابو یوسف کے اس قول میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ اہل عراق اور اہل خراسان کا کہنا ہے کہ امام ابو یوسف تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہی نہیں بلکہ ذو جہین کو بھی

ایک ہی جہت کے اعتبار سے وراثت دیتے ہیں جیسا کہ دادیوں کے سلسلے میں بھی وہ تعدد جہات کا اعتبار نہیں کرتے۔ ماوراء النہر کے علماء کا کہنا ہے کہ امام ابو یوسف تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہیں اور یہی قول صحیح ہے۔

سوال

جب صحیح قول یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہیں تو پھر دادیوں کے سلسلے میں آپ نے تعدد کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟

جواب

دادیوں کی وراثت میں اور ذوی الارحام کی وراثت میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ دادیوں کو جو حصہ مل رہا تھا وہ ”فرضی“ تھا اور فرضی حصہ تعدد کی وجہ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ جبکہ ذوی الارحام کو حکمی عصوبت کی وجہ سے حصہ وراثت ملتا ہے۔ چونکہ حقیقی عصوبت میں تعدد کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے جہاں حکمی عصوبت ہوگی وہاں پر بھی تعدد کا اعتبار کیا جائے گا۔

عصبات میں اعتبار تعدد کی مثال

نمبر: 1- یعنی بھائیوں کو دو جہتیں حاصل ہوتی ہیں اسی لئے وہ علاقائی اور اخپانی پر مقدم ہوتے ہیں۔ کیونکہ علاقائی اور اخپانی بھائیوں کو صرف ایک جہت سے رشتہ داری حاصل ہوتی ہے۔

نمبر: 2- اخپانی بھائی، جب چچا کا بیٹا ہو تو اس میں وراثت کے دونوں سببوں کا اعتبار کرتے ہیں۔

نمبر: 3- چچا کا بیٹا، جب شوہر ہو تو اس میں بھی استحقاق وراثت میں دونوں سببوں کا اعتبار کرتے ہیں۔

جس طرح اصلی عصبات میں تعدد اسباب کا اعتبار کرتے ہیں اسی طرح ذوی الارحام میں بھی تعدد کا اعتبار کرتے ہیں کیونکہ اگرچہ یہ عصبات تو نہیں ہیں لیکن عصبات کے حکم میں ہیں۔ لیکن یہ اعتبار ”فروع“ کے ابدان میں ہوگا۔ اصول کے ابدان میں تعدد کا

اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

فروع سے مراد وہ ذوی الارحام ہیں جن میں ترکہ تقسیم ہو رہا ہے اور اصول سے مراد ان فروع کے وہ ماں باپ ہیں جو تقسیم ترکہ سے قبل فوت ہو چکے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

آپ جہات کا اعتبار ”اصول“ میں کرتے ہیں اور سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہوتا ہے وہیں پر ترکہ تقسیم کرتے ہیں اور اس تقسیم کے دوران آپ اصول میں تعداد وہی ملحوظ رکھتے ہیں جو فروع کی ہوتی ہے۔ پھر ذکر کو ایک طائفہ اور اناث کو ایک طائفہ بناتے ہیں اور پھر اس سے نیچے بطن میں بھی جہاں اختلاف ہوتا ہے وہاں تقسیم کرتے ہیں اور اس تقسیم میں بھی تعداد وہی مد نظر رکھتے ہیں جو فروع کی ہوتی ہے۔ مثلاً کسی نے نواسی کی دو بیٹیاں چھوڑی ہوں اور وہ دونوں نواسے کی بھی بیٹیاں ہوں۔ اور نواسی کا ایک بیٹا چھوڑا ہو۔ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس ایک بیٹے اور دو بیٹیوں میں کل ترکہ اٹلاٹھا تقسیم ہوگا۔ کیونکہ دونوں بیٹیاں دو جہتوں والی ہیں۔ ایک جہت یہ ہے کہ وہ میت کی نواسی کی بیٹیاں ہیں اور دوسری یہ کہ وہ میت کے نواسے کی بیٹیاں ہیں۔ چنانچہ ان دو جہتوں کی وجہ سے دونوں بیٹیاں چار کے برابر ہو گئیں اور ساتھ ایک بیٹا ہے۔ چار بیٹیاں، دو بیٹوں کے برابر ہوتی ہیں۔ گویا کہ تین بیٹے ہو گئے اور ایسی صورت میں ترکہ کے تین حصے کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ کل مال کے تین حصے کر کے دو حصے دونوں بیٹیوں کو دیئے اور ایک حصہ بیٹے کو۔

مسئلہ 3		
بیٹ	بیٹ	بیٹ
بیٹ	ابن	بیٹ
بیٹا	2 بیٹیاں	
1	2	

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مسئلہ 28 سے بنے گا جس میں سے دو بیٹیوں کے لئے 22 سهام۔ 16 سهام ان کے باپ کی طرف سے اور 6 سهام ان کی ماں کی طرف

سے۔ جبکہ بیٹے کو 6 سہام اس کی ماں کا حصہ ملے گا۔

اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال کی تقسیم اس بطن سے شروع ہوگی جہاں سے ذکورت و انوشت کا فرق ہوا۔ چنانچہ بطن ثانی میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اس بطن میں بیٹا، دو بیٹوں کے قائم مقام ہے کیونکہ اس بیٹے کی فروغ میں دو بیٹیاں ہیں۔ تو ان کے مذہب کے مطابق ان فروغ کی تعداد کو اسی اصول میں تقسیم کے دوران ملحوظ رکھا جائے گا۔ اب ہوا یہ ہے کہ اس بطن میں ذکورت لڑکے کی ہے اور تعداد اس کی فروغ کی۔ اس لئے گویا کہ یہ ایک لڑکا نہیں بلکہ دو لڑکے ہیں۔ یونہی ایک سببی بھی ایسی ہے جس کی فروغ میں دو بیٹیاں ہیں اس لئے ان کی تعداد کا بھی یہیں پر ہی اعتبار کیا جائے گا۔ تو وہ بھی ایک بیٹی نہیں بلکہ گویا کہ دو بیٹیاں ہونگیں۔ اور ایک بیٹی ایسی ہے جس کی فروغ میں بھی تعداد ایک ہی ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد اس بطن میں کل سات ابدان ہوئے۔ وہ اس طرح کہ ایک بیٹی دو کے برابر، اور ایک بیٹا دو بیٹوں کے برابر۔ بیٹا جن دو کے برابر ہوا ان میں سے ہر بیٹا پھر دو بیٹیوں کے برابر، گویا کہ یہ ایک بیٹا، چار بیٹیوں کے برابر ہوا۔ اور ایک بیٹی مزید موجود ہے۔ اس طرح $(2+3+1=6)$ کل ابدان 7 ہوئے۔ اس لئے اس بطن میں تقسیم کے لئے مسئلہ 7 سے بنایا۔ جن میں سے ایک بیٹے کو 4 اور دونوں بیٹیوں کو 3 سہام (ایک بیٹی کو 2 اور دوسری کو 1) ملیں گے۔ پھر دونوں بیٹیوں کو ایک فریق بنائیں گے اور ان کے سہام کو جمع کر لیں گے۔ اب اگلے بطن کی طرف متوجہ ہوئے تو دونوں بیٹیوں کے تحت دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے جن کا مسئلہ چار سے بننا چاہئے۔ مانی الید 3 ہے۔ مانی الید (3) اور تصحیح (4) میں نسبت تباہ کی ہے۔ اس لئے کل تصحیح (4) کو اصل مسئلہ (7) سے ضرب دی۔ تو $(28=4 \times 7)$ حاصل ضرب 28 ہوا۔

سابقہ قوانین کے مطابق اب اس تصحیح سے حصہ پانے والے تمام فریقوں کے سہام کو بھی اسی (4) سے ہی ضرب دیں گے۔ چنانچہ اس تصحیح میں سے بطن ثانی کے ایک بیٹے کو

4 سہام ملے تھے ان کو 4 سے ضرب دی تو ($16 = 4 \times 4$) حاصل ضرب 16 ہوا۔ بطن ثانی میں دو لڑکیوں کے 3 سہام تھے۔ ان کو بھی 4 سے ضرب دی تو ($12 = 3 \times 4$) حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب بطن ثانی میں چونکہ دونوں بیٹیوں کا مانی الید 12 ہے اس لئے یہ 12 دو بیٹیوں میں برابر تقسیم کئے تو ہر بیٹی کو 6 سہام ملے، پھر ایک بیٹی کے نیچے بیٹی ہے، اس کے 6 سہام ان 2 دو بیٹیوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔ اور دوسری بیٹی کے نیچے ایک بیٹا ہے، اس کے سہام اس کے بیٹے کو دیئے جائیں گے۔ اب بطن ثانی میں ایک بیٹے کے پاس 16 سہام ہیں یہ 16 سہام اس کی فروغ میں موجود دو بیٹیوں میں برابر برابر تقسیم کئے تو ہر ایک کو 8 سہام آئے۔ اس طرح دونوں بیٹیوں کے پاس مجموعی سہام، 22 ہو گئے۔ کیونکہ ماں کی طرف سے ان کو 6 سہام ملے ہیں اور باپ کی طرف سے 16۔ اور بیٹے کے پاس کل 6 سہام ہیں جو اس کو اپنی ماں کی طرف سے ملے ہیں۔ یہی وہ دعویٰ تھا جو اس بحث کے آغاز میں ہم نے کیا تھا۔

مسئلہ $28 = 4 \times 7$

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
6	$16 = 4 \times 4$	6
بیٹا	2 بیٹیاں	
6	$22 = 16 + 6$	

فصل فی فصل فی الصنف الثانی

اولہم بالمیراث اقربہم الی المیت من ای جہۃ کان وعند الاستواء فمن کان یدلی بوارث فهو اولیٰ کاب ام الام اولیٰ من اب اب الام عند ابی سہیل الفرائضی ابی الفضل الخصاف وعلی بن عیسیٰ المصری ولا تفضیل لہ عند ابی سلیمان الجرجانی وابی علی البستی وان استوت منازلہم ولیس فیہم من یدلی بوارث او کان کلہم یدلون بوارث واتفقت صفة من یدلون بہم واتحدت قرابتہم فالقسمة حینئذ علی ابدانہم وان اختلفت صفة من یدلون بہم یقسم المال علی اول بطن اختلف کما فی الصنف الاول وان اختلفت قرابتہم فالثلثان لقرابة الاب وهو نصیب الاب والثلث لقرابة الام وهو نصیب الام ثم ما اصاب لكل فریق یقسم بینہم کما لو اتحدت قرابتہم

ترجمہ

ان میں سے میراث کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہو خواہ کسی بھی جہت سے ہو اور برابری کے وقت جو وارث کے واسطے سے رشتہ دار ہو گا وہ زیادہ مستحق ہو گا، جیسا کہ ثانی کا باپ زیادہ حقدار ہے یہ نسبت نانا کے باپ کے۔ (یہ حکم) حضرت ابو سہیل فراہسی، حضرت ابو فضل الخصاف اور حضرت علی بن عیسیٰ المصری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک (ہے)۔ اور امام ابوسلیمان الجرجانی اور ابوعلی البستی کے نزدیک اس کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور اگر ان سب کا مرتبہ برابر ہو اور ان میں کوئی بھی بذریعہ وارث رشتہ دار نہ ہو یا سب کے سب وارث کے واسطے سے رشتہ دار ہوں اور ان کی صفت بھی متحد ہو جن کے واسطے سے نسبت حاصل کر رہے ہیں اور ان کا درجہ قرابت بھی متفق ہو تو ان کے درمیان تقسیم ان کے ابدان پر ہوگی اور اگر ان لوگوں کی صفت مختلف ہو جن کے ذریعے سے یہ میت کے رشتہ دار ہیں تو مال تقسیم کیا جائے گا اس بطن پر جہاں سب سے پہلے اختلاف

ہوا، جیسا کہ صنف اول میں ہوا اور اگر ان کی قرابت مختلف ہو تو دو ٹکٹ باپ کی قرابت والے کے لئے اس کے باپ کا حصہ ہوگا اور ایک ٹکٹ ماں کی قرابت والے کے لئے ماں کی قرابت کا حصہ ہوگا۔ پھر ہر فریق کو جو حصہ ملا ان کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا جیسا کہ اگر ان کی قرابت متحد ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ ذوی الارحام کی دوسری قسم ﴾

اس قسم میں ساقط دادے اور ساقط دادیاں ہیں۔

ضابطہ

”ذوی الارحام“ کی اس صنف کے لوگ دو حال سے خالی نہ ہونگے کہ وہ سب درجہ میں برابر ہوں گے یا نہیں۔ بصورت ثانی جو اقرب ہوگا اس کو مال دیا جائے گا البعد محروم ہوگا۔ اور اگر درجہ میں برابر ہوں گے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ ان سب کی قرابت ایک جیسی ہے یا نہیں۔ بصورت ثانی ان کے درمیان مال کے تین حصے کر کے دو حصے باپ کے قرابت داروں کو اور ایک حصہ ماں کے قرابت داروں کو دیا جائے گا۔ اور اگر قرابت ایک جیسی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ ان کے اصول کی صفت ایک جیسی ہے یا نہیں۔ بصورت اول فروغ کے ابدان کے اعتبار سے مال تقسیم کیا جائے گا اور بصورت ثانی سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہو وہاں پر تقسیم کریں گے۔ جیسا کہ صنف اول میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

☆ ان میں سے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہوگا وہ میراث کا سب سے زیادہ حقدار ہوگا اس کی رشتہ داری خواہ ماں کی جانب سے ہو یا باپ کی طرف سے۔ اور اقرب کے اولیٰ ہونے کی وجہ صنف اول کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ چنانچہ ماں کا باپ اولیٰ ہوگا ماں کی ماں کے باپ سے۔ اسی طرح باپ کی ماں کا باپ اولیٰ ہوگا باپ کی ماں کی ماں کے باپ سے۔ اور ماں کا باپ اولیٰ ہوگا باپ کی ماں کے باپ سے۔

☆ اگر اقرب میں سب برابر ہوں تو پھر جو میت کی طرف بواسطہ وارث کے منسوب

ہوتا ہے وہ اولیٰ ہوگا بہ نسبت اس کے جو غیر وارث کے واسطے سے منسوب ہوتا ہے۔

یہ مسلک ابو سہیل فراتسی اور ابو فضل خصاف اور علی بن عیسیٰ بصریٰ کا ہے۔ ان کے نزدیک نانی کا باپ نانا کے باپ سے اولیٰ ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں اگرچہ قرب درجہ میں تو برابر ہیں لیکن نانی کا باپ نانی کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہے اور نانی میراث میں سے حصہ پایا کرتی ہے۔ جبکہ نانا کے باپ، نانا کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہو رہا ہے اور نانا چونکہ خود جد قاسد ہے اس لئے یہ نانی کے ہوتے ہوئے حصہ نہیں پاتا، معلوم ہوا کہ نانی، نانا سے اقویٰ ہے اس لئے اقویٰ کا باپ اولیٰ ہوگا غیر اقویٰ کے باپ سے۔

ابو سلیمان جوزجانی اور ابو علی البستی وارث اور غیر وارث کے واسطے میں کوئی فرق نہیں کرتے، مذکورہ صورت میں ان کے مسلک کے مطابق ترکہ اٹھائے تقسیم کیا جائے گا جس میں سے دو ثلث نانا کے باپ کے لئے اور ایک ثلث نانی کے باپ کے لئے ہوگا۔

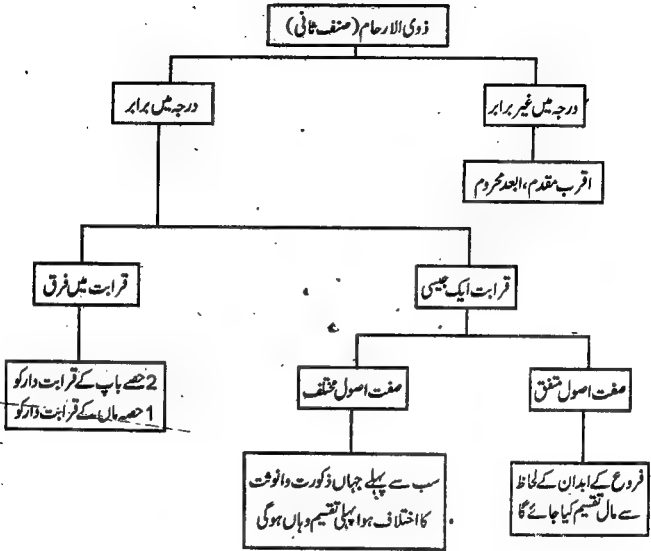
☆ اگر سب قرب و بعد میں برابر ہوں اور ان میں کوئی بھی وارث کے واسطے سے منسوب نہ ہو جیسا کہ دادی کے باپ کا باپ (کیونکہ دادی کا باپ وارث نہیں ہے اور اس کا باپ غیر وارث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے) اور دادی کے باپ کی ماں (کیونکہ دادی کا باپ وارث نہیں ہے اور اس کی ماں غیر وارث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتی ہے) یا سب کے سب وارث کے واسطے سے منسوب ہوتے ہوں جیسا کہ دادا کی دادی کا باپ اور دادی کی نانی کا باپ۔ مطلب یہ کہ واسطے کا بھی فرق نہ ہو اور جن کے واسطے سے منسوب ہو رہے ہیں ان میں بھی ذکور و انوٹ کا فرق نہ ہو جیسا کہ دادی کا دادا اور دادی کی دادی اور ان میں قربت کے متعلق کا بھی فرق نہ ہو یعنی کہ سب کے سب میت کے باپ کی طرف سے منسوب ہوں یا سب کے سب میت کی ماں کی جانب سے منسوب ہوں جیسا کہ ابھی مثالوں میں گزرا تو ایسی صورت میں ان فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے مال کو لہذا کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ مذکورہ مثال میں کل مال کے تین حصے کئے جائیں گے جس میں سے دو ثلث دادی کے دادا کو

دیں گے اور ایک ٹمٹ دادی کی دادی کو۔

☆ جن کے واسطے سے یہ منسوب ہوتے ہیں اگر ان کی صفات ذکوریت و انوشت میں مختلف ہوں اگرچہ درجہ ایک ہی ہو، جیسا کہ دادا کی دادی کا باپ اور دادی کی نانی کا باپ تو ایسی صورت میں سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہوا وہاں پر مال کو تقسیم کریں گے پھر مذکوروں کو ایک طائفہ اور مؤنحوں کو ایک طائفہ بنائیں گے، پھر اس کے بعد والے بطن کو دیکھیں گے بالکل اسی طرح جیسا کہ صنف اول میں کیا تھا ویسے ہی یہاں کریں گے۔

☆ اگر قرب درجہ تو برابر ہو لیکن قرابت میں فرق ہو یعنی بعض ماں کی طرف سے منسوب ہوں اور بعض باپ کی طرف سے۔ جیسا کہ دادا کے نانا کی ماں اور نانا کے دادا کی ماں چھوڑی ہو تو کل مال کے تین حصے کریں گے جس میں سے باپ کی قرابت والوں کو دو ٹمٹ اور ماں کی قرابت والوں کو ایک ٹمٹ دیں گے پھر ہر فریق کو جو سہام پہنچیں وہ سہام اس فریق اور اس سے نیچے بطون میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ مطلب یہ کہ باپ کی قرابت والوں میں ٹمٹان اور ماں کی قرابت والوں میں ٹمٹ تقسیم کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆



فصل فی الصنف الثالث

الحکم فیہم کالحکم فی الصنف الاول اعنی اولہم بالمیراث اقربہم الی المیت وان استووا فی القرب فولد العصبہ اولی من ولد ذوی الارحام کبنت ابن الاخ وابن بنت الاخت کلاہما لاب وام اولاب وواحدہما لاب وام والاخر لاب المال کلہ لبنت ابن الاخ لانہا ولد العصبہ ولو کانہ لام المال بینہما للذکر مثل حظ الانثیین عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ باعتبار الابدان وعند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ المال بینہما انصافاً باعتبار الاصول بہذہ الصورۃ

الاخت لام	الاخ لام
بنت	ابن
ابن	بنت

وان استووا فی القرب ولیس بیہم رد عصبۃ او کان کلہم اولاد العصبیات او کان بعضهم اولاد العصبیات وبعضہم اولاد اصحاب الفرائض فابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یعتبر الاقویٰ ومحمد رحمہ اللہ تعالیٰ یقسم المال علی الاخوة والاختوات مع اعتبار عدد الفروع والجهات فی الاصول فما اصاب کل فریق یقسم بین فروعہم کما فی الصنف الاول کما اذا ترک ثلاث بنات اخوة متفرقین وثلاث بنین وثلاث بنات اخوات متفرقات بہذہ الصورۃ

اخ لاب وام اخ لاب اخ لام اخت لاب وام اخت لاب اخت لام بنت بنت بنت ابن بنت ابن بنت عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یقسم کل المال بین فروع بنی الاعیان

ثم بین فروع بنتی العلات ثم بین فروع بنی الاخیاف للذکر مثل حظ
الانثیین ارباعا باعتبار الابدان وعند محمد رحمه الله تعالیٰ یقسم ثلث
المال بین فروع بنی الاخیاف علی السویه اثلاثا لاستواء اصولهم فی
القسمة والباقی بین فروع بنی الاعیان انصافا باعتبار عدد الفروع فی
الاصول نصفه لبنت الاخ نصیب ابیها والنصف الاخر بین ولدی الاخت
للذکر مثل حظ الانثیین باعتبار الابدان وتصح من تسعة ولو ترک ثلث
بنات بنی اخوة متفرقین بهذه الصورة

بیت

الاخ لاب وام	الاخ لاب	الاخ لام
ابن	ابن	ابن
بنت	بنت	بنت

المال کله لبنت ابن الاخ لاب وام بالاتفاق لانها ولد العصبه ولها ایضا
قوة القرابة

ترجمہ

اس صنف کی میراث کا حکم بھی صنف اول کی طرح ہے، یعنی ان میں میراث کا
سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ اور اگر سب کے سب
قرب درجہ میں برابر ہوں تو عصبہ کی اولاد ذوی الارحام کی اولاد سے اولیٰ ہوگی جیسا کہ بھائی
کے بیٹے کی بیٹی اور بہن کی بیٹی کا بیٹا دونوں ہی عینی ہوں یا دونوں ہی علاقائی ہوں یا ان میں
سے کوئی ایک عینی اور دوسرا علاقائی، تو تمام مال بھائی کے بیٹے کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ
عصبہ کی اولاد ہے اور اگر دونوں اخیانی ہوں تو مال ان کے درمیان للذکر مثل حظ
الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک ابدان کے اعتبار سے اور امام
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مال ان کے درمیان انصافاً تقسیم کیا جائے گا اصول کا اعتبار

کرتے ہوئے۔ اس صورت کے مطابق

اخانی بہن	اخانی بھائی
بیٹی	بیٹا
بیٹا	بیٹی

اور اگر وہ قرب درجہ میں برابر ہوں اور ان میں کوئی ولد العصبہ نہ ہو یا تمام کے تمام عصبات کی اولاد ہوں یا ان میں سے بعض عصبات کی اور دیگر بعض اصحاب الفرائض کی اولاد ہوں، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اقویٰ کا اعتبار کرتے ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مال تقسیم کرتے ہیں بہن اور بھائیوں میں فروع کی تعداد کا اور اصول کی جہات کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اس طرح ہر فریق کو جو حصہ پہنچے وہ ان کی فروع میں تقسیم کیا جائے گا، جیسا کہ صنف اول میں ہوا مثلاً کسی نے تین متفرق بھائیوں کی تین بیٹیاں چھوڑی ہوں۔ اور متفرق بہنوں کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی ہوں، درج ذیل صورت کے مطابق

عینی بھائی	علاقہ بھائی	اخانی بھائی	عینی بہن	علاقہ بہن	اخانی بہن
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام مال بنو اعیان کی فروع میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ پھر بنو علالت کی فروع میں، پھر بنو اخیاف کی فروع میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر۔ ارباعاً ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اور امام محمد کے نزدیک مال کا ایک ثلث بنو اخیاف کے درمیان برابر اثلاثاً تقسیم کیا جائے گا کیونکہ ان کے اصول تقسیم میں برابر ہیں۔ اور باقی مال بنو اعیان کی فروع کے درمیان انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ فروع کی تعداد کا اصول میں اعتبار کرتے ہوئے۔ اس کا نصف بھائی کی بیٹی کے لئے ہوگا اپنے باپ کا حصہ۔ اور دوسرے نصف بہن کی دونوں اولادیں، ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر لیں گی۔ اور مسئلہ کی تفصیل 9 سے ہوگی۔

اور اگر متفرق بھائیوں کے بیٹوں کی تین بیٹیاں چھوڑی ہوں درج ذیل صورت

کے مطابق

یت

اخیاں بھائی

علاقہ بھائی

عینی بھائی

پٹا
بٹیپٹا
بٹیپٹا
بٹی

تو تمام مال بالاتفاق عینی بھائی کے بیٹے کی بیٹی کے لئے ہوگا۔ کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اور اس کے لئے قوت قرابت بھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ذوی الارحام کی تیسری صنف

اس صنف میں بھانجے، بھانجیاں اور اخیانی بھائی کے بیٹے شامل ہیں۔

اس صنف کا حکم ”صنف اول“ کی طرح ہے یعنی کہ وراثت کا سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہوگا جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ چنانچہ بہن کی بیٹی، بھائی کے نواسے سے مقدم ہوگی۔ کیونکہ یہ بھائی کے نواسے کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہے۔

اگر سب کے سب قرب درجہ میں برابر ہوں تو پھر ان میں جو عصبہ کی اولاد ہوگی وہ ”ذوی الارحام“ کی اولاد پر مقدم ہوگی۔ مثلاً بھائی کے بیٹے کی بیٹی، بہن کی بیٹی کے بیٹے پر مقدم ہوگی۔ کیونکہ بھائی کا بیٹا عصبہ ہے اور اس کی اولاد عصبہ کی اولاد ہوگی جبکہ بہن کی بیٹی عصبہ نہیں ہے، اس لئے اس کی اولاد ”عصبہ“ کی اولاد نہ ہوگی۔ یہاں پر یہ یاد رہے کہ بھائی اور بہن میں سے ہر ایک یعنی ہو یا علاقائی یا مختلف۔ دونوں میں سے کوئی بھی اخیانی نہ ہو۔ اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں۔

1.....☆ یعنی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = یعنی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

2.....☆ علاقائی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = علاقائی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

3.....☆ یعنی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = علاقائی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

4.....☆ علاقائی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = یعنی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

نوٹ: مذکورہ تمام صورتوں میں بھائی کے بیٹے کی بیٹی، بہن کی بیٹی کے بیٹے سے مقدم

ہوگی۔

سوال

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر (تیسری صنف میں) ”فولد العصبہ“ کہا ہے۔

جبکہ صنف اول میں ”فولد الوارث“ کہا تھا اور وارث سے وہاں پر مراد ذی فرض لیا تھا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب

صنف اول میں ایسا ذرحم متصور ہی نہیں ہے جو عصبہ کی اولاد ہو۔ اس لئے وہاں عصبہ کہنے کی حاجت بھی نہ تھی۔ صنف اول میں عصبہ کی اولاد کے متصور نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بطن ثانی میں عصبہ کی اولاد یا تو ”عصبہ“ ہوگی جیسا کہ بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یا ”ذی فرض“ ہوگی، جیسا کہ بیٹے کے بیٹے کی بیٹی۔ معلوم ہوا کہ بطن ثانی میں ”ذوی الارحام“ دو طرح کے ہو سکتے ہیں۔

نمبر: ۱۔ عصبہ کی اولاد۔

نمبر: ۲۔ ذوی الارحام کی اولاد۔

صنف اول میں ”ولد صاحب فرض“ کہنے کی بجائے ”ولد الوارث“ کہنے میں اختصار تھا۔ صنف ثالث میں ”ولد العصبہ“ کہا۔ کیونکہ اس میں ولد ذوی الارحام کے درجے میں ”ولد صاحب الفرض“ متصور نہیں ہے۔ اس لئے کہ بھائی کی اولاد میں ”صاحب فرض“ صرف بطن اول ہی میں ہو سکتے ہیں جبکہ ”ولد ذی الرحم بطن“ ثانی اور ثالث میں بھی ہو سکتا ہے۔ اس سے قبل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہ درجہ میں برابر نہیں ہو سکتے بخلاف ”ولد عصبہ“ کے، کہ یہ کبھی ”ولد ذی الرحم“ کے درجے میں بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

☆ اخیاہی بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور اخیاہی بہن کی بیٹی کا بیٹا ہو تو مال ان دونوں کے درمیان لشد کمر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک ابدان کے اعتبار سے تقسیم ہوگی۔ کیونکہ توریت میں اصل ثویہ ہے کہ مذکر کا حصہ مؤنث کے حصہ سے دوگنا ہو، جبکہ اخیاہی بہن بھائیوں میں اس اصل کو محض اس لئے ترک کر دیا گیا کہ ان کے بارے میں نص وارد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث

”پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں“

اخانی بہن بھائیوں میں اس اصل کو نص کی وجہ سے چھوڑا گیا ہے۔ لیکن ان کی اولاد میں اور ان میں فرق ہے وہ یہ کہ ان کی اولاد کبھی بھی ذی فرض نہیں ہوتی جبکہ یہ خود ذی فرض ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ حکم جو ان اخانی بہن بھائیوں کے لئے آیا وہ ان کی اولادوں کو شامل نہ ہوگا۔ اس لئے ان کی اولاد میں یہ اصل جاری کی جائیگی اور ان میں مذکر کو مؤنث پر ترجیح دی جائے گی، جیسا کہ اصلی عصبیت میں دی جاتی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصول کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے درمیان ترکہ انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ یہی ظاہر الروایۃ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سب کی میت کے ساتھ رشتہ داری ماں کی قرابت کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس قرابت کے اعتبار سے کسی مذکر کو مؤنث پر فضیلت حاصل نہیں ہوگی بلکہ کبھی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ مؤنث، مذکر پر فضیلت پا جائے جیسا کہ ماں کی ماں ”ذی فرض“ ہے جبکہ ماں کا باپ ”ذی فرض“ نہیں ہے۔

اگر سب کے سب قرب میں برابر ہوں اور ان میں کوئی عصبہ کی اولاد نہ ہو جیسا کہ بھائی کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی کا بیٹا، یا سب کے سب عصبہ کی اولاد ہوں جیسا کہ عینی یا علاقائی بھائی کی دو بیٹیوں کی بیٹیاں، یا بعض عصبہات کی اولاد ہو اور بعض ذوی الارحام کی، جیسا کہ عینی بھائی کی بیٹی اور اخانی بھائی کی بیٹی۔

ایسی صورت حال میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اقویٰ فی القرباۃ کا اعتبار کرتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک جس کی اصل ماں اور باپ دونوں کی جانب سے رشتہ دار ہے وہ اس ذی رحم سے مقدم ہونگے جن کی اصل صرف باپ یا صرف ماں کی جانب سے رشتہ دار ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک عینی بہن کی بیٹی کی بیٹی، علاقائی بھائی کی بیٹی کی بیٹی سے مقدم ہوگی۔ یونہی جن ذوی الارحام کی اصل صرف باپ کی طرف سے رشتہ دار ہے وہ مقدم ہوگی ان ذوی الارحام پر جن کی اصل صرف ماں کی طرف سے میت کی رشتہ دار ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہن اور بھائیوں میں جہات فی الاصول اور تعدد فروغ کا لحاظ کرتے ہوئے بہن بھائیوں میں مال تقسیم کرتے ہیں۔ ان اصولوں کے فریقوں کو جو جو حصہ

ملے وہ ان فریقوں کی فروغ میں تقسیم کرتے ہیں، جیسا کہ صنف اول میں کیا تھا۔ مثلاً کسی میت نے تین بھتیجیاں چھوڑی ان میں سے ایک عینی بھائی کی بیٹی ہے ایک علاقائی کی اور ایک اخائی بھائی کی۔ یونہی تین بھانجے چھوڑے اس طرح کہ ان میں سے ایک عینی بہن کا بیٹا ہے ایک علاقائی کا اور ایک اخائی بہن کا۔ یونہی تین بھانجیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے ایک عینی بہن کی بیٹی ہے ایک علاقائی بہن کی اور ایک اخائی بہن کی۔

مسئلہ 4

عینی بھائی	علاقائی بھائی	اخائی بھائی	عینی بہن	علاقائی بہن	اخائی بہن
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی
1	محروم	محروم	1، 2	محروم	محروم

اس مذکورہ مسئلہ میں ایک عینی بھائی اور ایک عینی بہن ہے جن کے تحت دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف کے نزدیک عینی بہن بھائیوں کی اولاد چونکہ مقدم ہے اس لئے ترکہ انہیں میں ارباعاً تقسیم کیا جائے گا جب کہ علاقائی اور اخائی بہن بھائیوں کی اولاد محروم ہوگی۔ چونکہ اس مسئلہ میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اس لئے 4 سے مسئلہ بنایا، جس میں سے عینی بھائی کی بیٹی کو 1، عینی بہن کی بیٹی کو 1 اور عینی بہن کے بیٹے کو 2 سهام ملیں گے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخائی بہن اور اخائی بھائی کی اولاد کو مال کا ٹکٹ دیا جائے گا اور یہ ٹکٹ تمام میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ اخائی بھائی کی ایک بیٹی اور اخائی بہن کے ایک بیٹے اور ایک بہن میں یہ ٹکٹ برابر تقسیم کیا جائے گا۔ کیونکہ اصول میں یہ سب برابر ہیں (وہ اس طرح کہ یہ سب جس کی اولادیں ہیں وہ میت کی طرف اس کی ماں کی جانب سے منسوب ہوتے ہیں) چونکہ سب کی رشتہ داری ماں کی طرف سے ہے اس لئے سب کو برابر برابر ترکہ ملے گا۔ اور ان کو ”ٹکٹ المال“ دینے کے بعد جو کچھ بچ رہے۔ وہ عینی بہن بھائیوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اس تقسیم کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ عینی بھائی ایک ہے اور عینی بہن ایک ہے لیکن عینی بہن کے نیچے فروغ کی تعداد 2 ہے تو ان کے مذہب کے مطابق صفت، اصول کی اور تعداد، فروغ کی لی جائے گی۔ تو گویا کہ دو عینی بہنیں ہیں۔ اور ایک

بھائی دو بہنوں کے برابر ہوتا ہے۔ گویا کہ اس بطن میں چار بہنیں ہوئیں اور جہاں ایسی صورت حال ہو وہاں ترکہ انصافاً تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان میں اخیاہی کی اولادوں سے بچا ہوا ترکہ آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا۔ آدھا ترکہ یعنی بھائی کی بیٹی کے لئے اور آدھا ترکہ یعنی بہن کی بیٹی اور بیٹے کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ پہلے تو مسئلہ 3 سے بتائیں گے جس میں سے ٹکٹ یعنی 1 اخیاہی بہن بھائی کی اولادوں کو دیا۔ یہ ایک ہے جب کہ اخیاہی کی اولاد کی تعداد 3 ہے۔ سہام، روؤس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جبکہ سہام (1) اور عدد روؤس (3) میں نسبت تاجین کی ہے۔

اسی طرح مامی (2) ایک یعنی بہن اور ایک یعنی بھائی میں انصافاً تقسیم کیا تو ہر ایک کو ایک ایک سہم آیا۔ یعنی بہن کا مانی الید ایک سہم ہے، اس کے نیچے فروغ (ایک بیٹی اور ایک بیٹا) کا مسئلہ 3 سے بنے گا۔ سہام، مسئلہ پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے۔ سہام اور مسئلہ میں نسبت تاجین کی ہے۔ اس مسئلہ میں دو فریق ایسے ہو گئے جن کے سہام ان کے روؤس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کے عدد روؤس میں مماثلت ہے اس لئے کسی ایک (3) کو اصل مسئلہ (3) کے ساتھ ضرب دی تو $(9 = 3 \times 3)$ حاصل ضرب 9 آیا۔ اب 9 سے اس مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔

اصل مسئلہ سے اخیاہی بہن کا 1 تھا اس کو ضرب دی 3 کے ساتھ تو $(3 = 1 \times 3)$ حاصل ضرب 3 آیا۔ یعنی کی اولادوں کے لئے 2 سہام تھے ان کو بھی ضرب دی 3 کے ساتھ تو $(6 = 3 \times 2)$ حاصل ضرب 6 آیا۔ اب یہ 6 سہام یعنی بھائی کی ایک بیٹی اور یعنی بہن کی ایک بیٹی اور ایک بیٹے کے درمیان تقسیم کریں گے چنانچہ اولاً تقسیم بہن بھائیوں میں کریں گے کیونکہ اسی بطن میں ذکورت و انوثت کا فرق ہے، یعنی بھائی کو 3 سہام اور یہی سہام اس کی بیٹی کو ملیں گے۔ جبکہ یعنی بہن اور اس کے نیچے فروغ کی تعداد 2 ہے گویا کہ 2 بہنیں ہوئیں اور دو بہنوں کو ایک بھائی کے برابر حصہ ملتا ہے۔ بھائی کو اس بطن میں 3 سہام ملے تھے اس لئے دو بہنوں کو بھی 3 سہام ملیں گے۔ اس بہن کے نیچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔ یہ 3 سہام ان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کریں گے تو بیٹی کو 1 سہم

اور بیٹے کو دو سہام آجائیں گے۔ اس طرح امام محمد کے نزدیک مسئلہ 9 سے حل ہوگا۔

$$\text{مسئلہ } 9 = 3 \times 3$$

بہن	بھائی	علاقائی بھائی	عینی بہن	علاقائی بہن	اخیاپی بہن
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی
3	محروم	1	2	1	محروم

﴿امام محمد اور امام ابو یوسف کے مسلک کے مطابق مسئلہ مذکورہ کا تجزیہ﴾

☆ امام ابو یوسف نے عینی بھائی کی بیٹی کو کل مال کا ربع (1/4) دیا جبکہ امام محمد

اس کو کل مال کا ثلث (3/9)۔

☆ امام ابو یوسف نے علاقائی بھائی کی بیٹی کو محروم رکھا، امام محمد نے بھی محروم رکھا۔

☆ امام ابو یوسف نے اخیاپی بھائی کی بیٹی کو محروم رکھا جبکہ امام محمد نے اس کو ایک

سہم (1/9) دیا۔

☆ امام ابو یوسف نے عینی بہن کے بیٹے کو (2/4) دیئے تھے جبکہ امام محمد نے

(2/9) دیئے۔

☆ امام ابو یوسف نے عینی بہن کی بیٹی کو (1/4) دیا تھا جبکہ امام محمد نے اس کو

(1/9) دیا ہے۔

☆ امام ابو یوسف نے علاقائی بہن کی بیٹی اور بیٹے کو محروم رکھا تھا امام محمد نے بھی ان

کو محروم رکھا۔

☆ امام ابو یوسف نے اخیاپی بہن کے بیٹے کو محروم رکھا تھا جبکہ امام محمد نے اس کو

(1/9) دیا۔

☆ امام ابو یوسف نے اخیاپی بہن کی بیٹی کو محروم رکھا تھا جبکہ امام محمد نے اس کو

(1/9) دیا۔

اگر کسی نے تین بھتیجیوں کی تین بیٹیاں چھوڑی ہوں اس طرح کہ ایک بیٹی عینی بھائی کے بیٹے کی ہو، ایک بیٹی علاقائی بھائی کے بیٹے کی ہو اور ایک بیٹی اخپانی بھائی کے بیٹے کی ہو۔ تو ایسی صورت میں بالاتفاق تمام ترکہ عینی بھائی کے بیٹے کی بیٹی کا ہوگا اور علاقائی و اخپانی بھائی کے بیٹے کی بیٹی کو کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ امام محمد کے نزدیک وہ عصبہ کی بیٹی ہے اس لئے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس میں قوت قرابت ہے۔

مسئلہ 1

عینی بھائی	علاقائی بھائی	اخپانی بھائی
بیٹا	بیٹا	بیٹا
بیٹی	بیٹی	بیٹی
1	محروم	محروم

نوٹ

اس مقام پر بعض شارحین نے اصول کی صفت اور فروغ کی تعداد کا اعتبار کرنے کے لئے ایک اور بھی مثال بیان کی ہے۔

جیسا کہ کسی نے علاقائی بھائی کے بیٹے کی ایک بیٹی چھوڑی ہو اور دو بیٹیاں علاقائی بہن کے بیٹے کی چھوڑی ہوں اور یہی دونوں عینی بہن کی بیٹی کی بھی بیٹیاں ہوں اور اخپانی بہن کے بیٹے کی ایک بیٹی چھوڑی ہو۔ تو امام ابو یوسف کے نزدیک سارے کا سارا ترکہ عینی بہن کی بیٹی کی دونوں بیٹیوں کو ملے گا کیونکہ ان کو جو قوت قرابت حاصل ہے وہ دیگر میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔

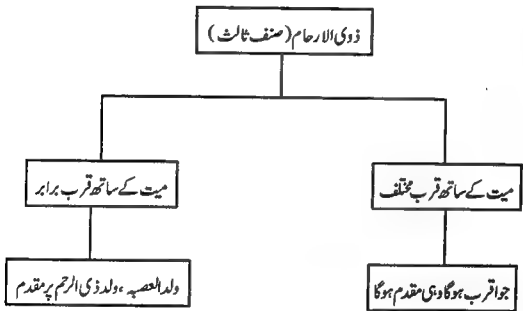
مسئلہ 2

علاقائی بھائی	علاقائی بہن	عینی بہن	اخپانی بہن
بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا
بیٹا	2 بیٹیاں		بیٹی
محروم	2		محروم

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے پہلے بہنوں بھائیوں (جو کہ اصول ہیں) میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا اور اس تقسیم میں اصول کی ذکوریت و انوشت کا اور فروغ کی تعداد کا اعتبار کریں گے۔ پھر ہر فریق کے حصے میں جو کچھ آئے وہ اس کی فروغ میں تقسیم کیا جائے گا۔

چنانچہ یہاں پر اصل مسئلہ 6 سے بنایا جائے گا کیونکہ بنواخیاف ایک ہو تو اس کا "سدس" ہوا کرتا ہے۔ اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے، جس میں سے سدس (1 سہم) اخیانی بہن کے لئے ہے۔ ثلاثان (4 سہام) یعنی بہن کے لئے کیونکہ اس کی فروغ کی تعداد 2 ہے تو گویا کہ خود یعنی بہنیں ہی 2 ہیں۔ باقی 1 بچا۔ وہ علاقائی بھائی اور بہن کے لئے ہے۔ اور اس بطن میں جب اس کی فروغ کی تعداد (2) کا لحاظ کریں گے تو گویا کہ دو علاقائی بہنیں ہو گئیں۔ تو باقی ماندہ ایک سہم ان دو علاقائی بہنوں اور ایک علاقائی بھائی میں پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا، جبکہ "مافی الید" اور "رؤس" نسبت بتاؤں کی ہے اس لئے جمع مسئلہ (2) کو اصل مسئلہ (6) کے ساتھ ضرب دی تو $(12 = 6 \times 2)$ حاصل ضرب 12 آیا۔ یعنی بہن کے لئے اصل مسئلہ (6) سے 4 سہام تھے ان کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو $(8 = 4 \times 2)$ حاصل ضرب 8 آیا۔ یہ اس یعنی بہن کی دونوں بیٹیوں کو دیا۔ اخیانی بہن کے لئے اصل مسئلہ (6) سے ایک سہم تھا اس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی $(2 = 1 \times 2)$ حاصل ضرب 2 آیا، یہ اس اخیانی بہن کے بیٹے کی بیٹی (پوتی) کو دیا۔ علاقائی بہن اور بھائی کے لئے اصل مسئلہ (6) سے ایک سہم تھا اس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو $(2 = 2 \times 1)$ حاصل ضرب 2 آیا، ان میں سے ایک سہم علاقائی کو دیا جو کہ اس کی بیٹی کے بیٹے کو دیا اور دوسرا سہم علاقائی بہن کو دیا جو کہ اس کے بیٹے کی 2 بیٹیوں پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا جبکہ نسبت بتاؤں کی ہے اس لئے جمع مسئلہ (2) کو اصل مسئلہ (12) سے ضرب دی تو $(24 = 12 \times 2)$ حاصل ضرب 24 آیا۔ اس عدد سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ یعنی بہن کی دونو اسیوں کے لئے اصل مسئلہ (12) میں سے 8 سہام تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو $(16 = 8 \times 2)$ حاصل ضرب 16 آیا، یہ حصہ ہے یعنی بہن کی دونو اسیوں

کا۔ اخیانی بہن کی پوتی کے اصل مسئلہ (12) میں سے 2 سہام تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو $(2=2 \times 2)$ حاصل ضرب 4 آیا۔ یہ حصہ ہے اخیانی بہن کی پوتی کا۔ علاقائی بھائی کے نواسے کے لئے 12 میں سے ایک سہم تھا اس کو 2 سے ضرب دی تو $(2=2 \times 1)$ حاصل ضرب 2 آیا۔ یہ حصہ ہے علاقائی بھائی کے نواسے کا۔ علاقائی بہن کے لئے 1 سہم تھا اس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو $(2=2 \times 1)$ حاصل ضرب 2 آیا، یہ حصہ دے دیا علاقائی بہن کی دو پوتیوں کو۔ اس طرح دو جہتیں 2 بیٹیوں کے لئے 18 سہام ہو گئے 16 سہام ان کی نانی کا حصہ اور 2 سہام ان کی دادی کا حصہ۔ ان 18 سہام کو اگر دونوں پر تقسیم کریں تو ہر ایک کے حصہ میں 9 سہام آئیں گے۔



فصل فی الصنف الرابع

الحکم فیہم انہ اذا انفردوا حد منهم استحق المال کله لعدم المزاحم وان اجتمعوا وکان حیز قرابتهم متحدا کالعمات والاعمام لام او الاخوال والخالات فالاقویٰ منهم اولیٰ بالاجماع اعنی من کان لاب وام اولیٰ ممن کان لاب ومن کان لاب اولیٰ ممن کان لام ذکورا کانوا او اناثا وان کانوا ذکورا او اناثا واستوت قرابتهم فللذکر مثل حظ الانثیین کعم وعمه کلاهما لام او خال وخالة کلاهما لاب وام او لاب او لام وان کان حیز قرابتهم مختلفا فلا اعتبار لقوة القرابة کعمه لاب وام وخالة لام او خالة لاب وام وعمه لام فالثلثان لقرابة الاب وهو نصیب الام ثم ما اصاب کل فریق یقسم بینهم کمالوا متحد قرابتهم

ترجمہ

ان کا حکم یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی منفرد ہو تو تمام مال کا مستحق ہوگا کیونکہ کوئی مزاحم نہیں ہے اور اگر وہ جمع ہو جائیں اور ان کا حیز قرابت بھی متحد ہو جیسا کہ پھوپھیاں اور اخیانی چچے یا ماموں اور خالائیں تو ان میں سے جو اقویٰ ہوگا وہ بالا جماع زیادہ حقدار ہوگا۔ یعنی جو یعنی ہوگا وہ علاقائی سے مقدم ہوگا اور جو علاقائی ہوگا وہ اخیانی سے مقدم ہوگا۔ خواہ سب کے سب مذکر ہوں یا سب کے سب مؤنث اور اگر سب کے سب مذکر ہوں یا سب مؤنث اور اگر سب کے سب مذکر ہوں یا سب مؤنث اور ان کی قرابت بھی متحد ہو تو (ان میں وراثت) للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگی جیسا کہ چچا اور پھوپھی جبکہ دونوں ہی اخیانی ہوں یا ماموں اور خالہ جبکہ دونوں ہی یعنی ہوں یا دونوں ہی علاقائی ہوں یا دونوں ہی اخیانی ہوں اور اگر ان کا حیز قرابت مختلف ہو تو قوت قرابت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا جیسا کہ یعنی پھوپھی اور اخیانی خالہ یا یعنی خالہ اور اخیانی پھوپھی تو دو مثلث باپ کی قرابت والے کے لئے اور وہ حصہ ہے باپ کا اور ایک مثلث ماں کی قرابت کے لئے اور وہ حصہ ہے ماں کا۔ پھر ہر فریق کو جو حصہ پہنچے وہ ان کے درمیان اسی

طرح تقسیم کیا جائے گا جیسے اگر ان کا حیز قرابت متحد ہوتا تو تقسیم ہوتی۔
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صنف رابع

اس صنف میں وہ رشتہ دار ہوتے ہیں جو میت کے دادا اور نانا کی طرف یا دادی اور نانی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ ان میں درج ذیل لوگ شامل ہیں۔

۱..... پھوپھیاں (یعنی ہوں، علاقائی ہوں یا اخیانی)

۲..... اخیانی چچے

۳..... ماموں (یعنی ہوں، علاقائی ہوں یا اخیانی)

۴..... خالائیں (یعنی ہوں، علاقائی ہوں یا اخیانی)

حکم

اس صنف کے احکام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)

جب ان میں سے کوئی اکیلا ہو تو جمع مال کا مستحق ہوگا، چنانچہ کسی نے صرف ایک پھوپھی چھوڑی یا صرف ایک اخیانی چچا چھوڑا یا صرف ایک ماموں چھوڑا یا صرف ایک خالہ چھوڑی تو سارے کا سارا مال اسی ایک کے لئے ہوگا۔

اعتراض

”جب کوئی وارث اکیلا ہو تو جمع مال کا مستحق ہوگا“ یہ حکم صرف صنف رابع ہی کا تو نہیں ہے بلکہ یہ حکم تو چاروں اصناف میں پایا جاتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ دیگر کسی بھی صنف میں یہ حکم بیان نہیں کیا گیا بلکہ صرف صنف رابع میں ہی اس کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب

مصنف نے اختصار کے پیش نظر یہ حکم صرف چوتھی صنف میں بیان کیا کیونکہ جس شخص کو وراثت سے ادنیٰ ممارست ہے وہ بھی جانتا ہے کہ ایک حکم جو اجداد الاصفاف (یعنی صنف رابع) کے لئے ثابت ہے وہ ان اصفاف (صنف اول، ثانی اور ثالث) کے لئے بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا جو اس کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہے۔

(۲)

جب سب جمع ہوں اور ان کا چیز قرابت بھی متحد ہو یعنی سب کے سب ایک ہی جہت سے (یعنی سب باپ کی جہت سے یا سب ماں کی جہت سے یا سب دونوں کی جہت سے) جیسا کہ پھوپھیاں، اخیانی چچے کہ دونوں کی میت کے ساتھ رشتہ داری اس کے باپ کی جہت سے ہوتی ہے اور ماموں اور خالہ کہ میت کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ تو ان میں سے جو قوت قرابت میں اقویٰ ہوگا بالا جماع وہی وراثت کا زیادہ حقدار ہوگا یعنی جو عینی ہوگا وہ بالا جماع علاقائی پر مقدم ہوگا اور جو علاقائی ہوگا وہ اخیانی پر مقدم ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جانبین کی قرابت اقویٰ ہوتی ہے جانب واحد کی قرابت سے اور باپ کی قرابت، ماں کی قرابت سے اقویٰ ہوتی ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث یعنی اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ یہ خود مذکر ہو یا مؤنث۔

چنانچہ عینی پھوپھی (باپ کی عینی بہن) علاقائی پھوپھی، اخیانی پھوپھی اور اخیانی چچا سے مقدم ہوگی۔ اس لئے جمیع مال عینی پھوپھی لے گی اور باقی محروم رہیں گے۔ یونہی علاقائی پھوپھی، اخیانی پھوپھی اور اخیانی چچا سے مقدم ہوگی۔ اسی طرح ماموں اور خالہ ہے کہ ان میں بھی عینی، علاقائی اور اخیانی پر مقدم ہونگے اور علاقائی، اخیانی پر مقدم ہونگے۔

(۳)

اگر ان کا چیز قرابت متحد ہو اور ان میں مذکر بھی ہوں اور مؤنث بھی اور سب کے سب قوت قرابت میں بھی متحد ہوں یعنی سب عینی ہوں یا سب علاقائی یا سب اخیانی۔ تو ان

کے درمیان ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا جیسا کہ چچا اور پھوپھی کہ دونوں اخیانی ہوں یا ماموں اور خالہ کہ دونوں عینی ہوں یا دونوں علاقائی ہوں یا دونوں اخیانی ہوں۔ کیونکہ پھوپھی اور چچا دونوں اپنی اصل میں متحد ہیں کیونکہ دونوں کی اصل ”باپ“ ہے اور ماموں اور خالہ دونوں اپنی اصل میں متحد ہیں کیونکہ دونوں کی اصل ”ماں“ ہے۔ جب دونوں کی اصل میں فرق نہیں ہے تو پھر ان کے اپنے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے ترکہ تقسیم کیا جائے گا اس لئے ہم نے کہا ہے کہ ان میں ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔

(۴)

اگر ان کا چیز قرابت مختلف ہو (یعنی بعض باپ کی جانب سے رشتہ دار ہوں اور دیگر بعض ماں کی جانب سے) تو ان میں قوت قرابت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا (یعنی کسی کو جائین سے رشتہ دار ہونے کی بناء پر جانب واحد والے پر اور باپ کی جہت والے کو ماں کی جہت والے پر ترجیح حاصل نہیں ہوگی) جیسا کہ کسی نے عینی پھوپھی اور اخیانی خالہ یا عینی خالہ اور اخیانی پھوپھی چھوڑی ہو تو دثلث باپ کی قرابت والی کو ملے گا اس کے باپ کا حصہ۔ اور ایک ثلث ماں کی قرابت والی کو اس کی ماں کا حصہ۔ جیسا کہ کسی نے عینی پھوپھی اور اخیانی خالہ چھوڑی ہو اور ان کے ساتھ ساتھ ایک عینی خالہ، ایک علاقائی خالہ اور ایک اخیانی خالہ چھوڑی ہو تو مال کا دثلث باپ کی قرابت والوں (یعنی پھوپھیوں) کو ملے گا اور ایک ثلث ماں کی قرابت والوں (یعنی خالوں) کو ملے گا۔ پھر ہر ایک کو جو حصہ ملا وہ ان کے درمیان اسی طرح تقسیم کیا جائے گا جس طرح کہ چیز قرابت متحد ہونے کی صورت میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی اسی مذکورہ مثال میں عینی پھوپھی اگرچہ مؤنث ہے لیکن اس کے باوجود قرابت کے اتوی ہونے کی وجہ سے ثلثان کی حقدار ہوگی اور عینی خالہ ثلث مال کی مستحق ہوگی کیونکہ اس کی قرابت کمزور ہے پھر اگر عینی پھوپھیاں ایک سے زیادہ ہوں تو وہی ثلثان ان سب میں برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر عینی خالائیں ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ایک ثلث ان

سب میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔

اعتراض

آپ نے ابھی تو یہ کہا تھا کہ جب چیز قرابت مختلف ہو تو قوت قرابت کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا اور اب آپ خود ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ باپ کی قرابت والی کو دو ٹکٹ ملے گا اور ماں کی قرابت والی کو ایک ٹکٹ۔ یہ قوت قرابت کا اعتبار نہیں تو اور کیا ہے؟

جواب

ہم نے جو یہ کہا تھا کہ ”قوت قرابت کا کوئی اعتبار نہیں ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عینی کے ہوتے ہوئے علاقائی اور اخائی بالکل محروم ہو جاتے ہیں اُس طرح یہاں نہیں ہوگا کہ عینی، علاقائیوں کو بالکل محروم کر دے۔ اور یہ بات بالکل درست ہے۔ عینی نے علاقائی اور اخائی کو مکمل طور پر محروم نہیں کیا بلکہ ان کے لئے ایک ٹکٹ چھوڑ دیا۔

ذوی الارحام (صنف رابع)

زیادہ

اکٹلا

اکٹلا ہی جمع مال کا مستحق ہے

حیز قرابت غیر متحد

حیز قرابت متحد

باپ کی قرابت والے مقدم ہیں
اور قوت قرابت کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا

قوت قرابت بھی متحد

قوت قرابت غیر متحد

سب میں ترکہ لکڑ کرشل حصہ
الائچین کے طور پر تقسیم ہوگا

اقویٰ قرابت والا مقدم

فصل فی اولادهم

الحکم فیهم کالحکم فی الصنف الاول اعنی اولهم بالمیراث اقربهم الی المیت من ای جهة کان وان استورا فی القرب وکان حیز قرابتهم متحدا فمن کانت له قوة القرابة فهو اولی بالاجماع وان استورا فی القرب والقرابة وکان حیز قرابتهم متحدا فولد العصبه اولی کبنت العم وابن العمه کلاهما لاب وام اولاب المال کله لبنت العم لانها ولد العصبه وان کان احدهما لاب وام والاخر لاب المال کله لمن کان له قوة القرابة فی ظاهر الروایة قیاسا علی خالة لاب مع کونها ولد ذی رحم هو اولی بقوة القرابة من الخالة لام مع کونها ولد الوارثة لان الترجیح لمعنی فیہ وهو قوة القرابة اولی من الترجیح لمعنی فی غیره وهو الادلاء بالوارث وقال بعضهم المال کله لبنت العم لاب لانها ولد العصبه وان استورا فی القرب ولكن اختلف حیز قرابتهم فلا اعتبار لقوة القرابة وللولد العصبه فی ظاهر الروایة قیاسا علی عمه لاب وام مع کونها ذات القرابتین وولد الوارث من الجهتین هی لیست باولی من الخالة لاب او لام لكن الثلثین لمن یدلی بقرابة الاب فیعبر فیهم قوة القرابة ثم ولد العصبه والثلث لمن یدلی بقرابة الام وتعتبر فیهم قوة القرابة ثم عند ابی یوسف رحمه الله تعالی ما اصاب کل فریق یقسم علی ابدان فروعهم مع اعتبار عدد الجهات فی الفروع وعند محمد رحمه الله تعالی یقسم المال علی اول بطن اختلف مع اعتبار عدد الفروع والجهات فی الاصول کما فی الصنف الاول ثم ینتقل هذا الحکم الی جهة عمومة ابویه وخؤولتهما ثم الی اولادهم ثم الی جهة عمومة ابوی ابویه وخؤولتهما ثم الی اولادهم کما فی العصبات

ترجمہ

ان میں حکم ایسے ہی ہے جیسے صنف اول میں ہے یعنی ان میں میراث کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ خواہ کسی بھی جہت سے ہو اور اگر وہ قرب میں برابر ہوں اور ان کا چیز قرابت بھی متحد ہو تو جس کو قوت قرابت حاصل ہوگی وہ بالا جماع مقدم ہوگا اور اگر وہ قرب اور قرابت دونوں میں برابر ہوں اور ان کا چیز قرابت بھی متحد ہو تو عصبہ کی اولاد مقدم ہوگی جیسا کہ چچا کی بیٹی اور پھوپھی کا بیٹا جبکہ دونوں ہی عینی ہوں یا دونوں ہی علاقائی ہوں تو تمام مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اور اگر ان میں سے ایک عینی ہو اور دوسرا علاقائی تو تمام مال اس کا ہوگا جس کے پاس قوت قرابت ہوگی، ظاہر الروایۃ یہ ہے۔ قیاس کرتے ہوئے علاقائی خالہ پر باوجودیکہ وہ ذی رحم کی اولاد ہے یہ قوت قرابت کی وجہ سے اخینانی خالہ سے مقدم ہوگی حالانکہ اخینانی خالہ وارثہ کی اولاد ہے کیونکہ ترجیح اس معنی کی وجہ سے جو ”اس“ میں ہے اور وہ قوت قرابت ہے زیادہ اولیٰ ہے اس ترجیح سے جو اس معنی میں ہے جو اس کے غیر میں ہے اور وہ کسی وارث کے واسطے سے رشتہ دار ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا: مال تمام کا تمام علاقائی چچا کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اور اگر وہ قرب میں برابر ہوں لیکن ان کا چیز قرابت مختلف تو قوت قرابت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور نہ ولد العصبہ ہونے کا کوئی اعتبار ہوگا۔ ظاہر الروایۃ میں یہی ہے قیاس کرتے ہوئے عینی پھوپھی پر باوجودیکہ وہ دو قرابتوں والی ہے اور دو جہتوں سے وارث کی اولاد، عینی یا اخینانی خالہ سے اولیٰ نہیں ہے لیکن دو ٹکٹ ہونگے اس کے لئے جو باپ کی قرابت کی وجہ سے رشتہ دار ہوگا۔ ان میں قوت قرابت کا اعتبار کیا جائے گا پھر عصبہ کی اولاد ہونے کا، اور ایک ٹکٹ اس کے لئے ہوگا جو ماں کی قرابت کی وجہ سے رشتہ دار ہوگا اور اس میں قوت قرابت کا بھی اعتبار ہوگا۔ پھر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر فریق کو جو کچھ پہنچے گا وہ ان کے فروغ کے ابدان پر تقسیم کیا جائیگا، ساتھ ہی ساتھ فروغ میں (پائی جانے والی) جہات کی تعداد کا اعتبار کیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال تقسیم

کیا جائے گا اس پہلے بطن پر جہاں پر اختلاف ہوا اور ساتھ ہی ساتھ اصول میں فروغ کی تعداد کا اور اصول کی جہات کا اعتبار کیا جائے گا جیسا کہ پہلی صنف میں ہوا تھا پھر یہ حکم اس کے ماں باپ کے عموم اور خولت کی طرف منتقل ہوگا۔ پھر ان کی اولادوں کی طرف پھر اس کے ماں باپ کے ماں باپ کی عموم اور خولت کی طرف پھر ان کی اولاد کی طرف جیسا کہ عصبات میں ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوال

مصنف نے اس سے پہلے ذوی الارحام کی تین قسموں کے احکام بیان کیے لیکن کسی صنف کی اولاد کے احکام بیان کرنے کے لئے الگ فصل قائم نہیں کی جب کہ چوتھی صنف کی اولادوں کے احکام بیان کرنے کے لئے الگ فصل قائم کی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب

پہلی صنف میں بیٹی کی اولاد اور نواسیوں کی اولادیں ہوتی ہیں اور یہاں پر جس فصل کو ”فسی اولادھم“ کہا گیا ہے۔ یہ مطلق ہے اور بیٹیوں اور نواسیوں کی بلا واسطہ اور بالواسطہ اولادوں کو شامل ہے۔ چنانچہ اگر وضاحت کے ساتھ کہیں تو ”فصل فی اولادھم“ کے ساتھ وان سفلوکا اضافہ کیا جائے گا۔ ان تمام کا حکم ایک ہی جیسا تھا۔ صنف ثانی ساقط شدہ دادے اور داویاں ہیں۔ یہاں پر بھی دادے اور داویوں کا لفظ مطلق ہے۔ جو کہ اوپر تک تمام اجداد کو شامل ہے۔ تمام کا حکم بھی ایک ہے۔ اس صنف میں ان کی اولادوں کا اعتبار نہیں۔ صنف ثالث بہنوں کی اولادیں بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیانی بھائیوں کے بیٹے ہیں۔ یہ عبارت بھی مطلق ہے۔ اور بلا واسطہ اور بالواسطہ تمام اولادوں کو شامل ہے۔ ان کے احکام میں بھی کوئی فرق نہیں۔ لیکن چوتھی صنف جو کہ پھوپھیاں اور چچے ماموں اور خالائیں ہیں۔ ان پر دلالت کرنے والے الفاظ ان کی اولادوں کو شامل نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی اولادوں کے احکام بیان کرنے کے لئے الگ فصل قائم کرنا پڑی ہے۔

﴿چوتھی صنف کی اولادوں کے احکام﴾

نمبر 1

پہلی صنف کی طرح ان میں بھی جو میت کے زیادہ قریب ہوگا وہ میراث کا زیادہ حقدار ہوگا۔ یہ قرب خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے، چنانچہ پھوپھی کی بیٹی اور اس کا بیٹا، پھوپھی کی نواسی اور نواسے سے مقدم ہوگا، کیونکہ اگرچہ ان سب کی میت کے ساتھ رشتہ داری ایک ہی جہت سے ہے لیکن پھوپھی کی بیٹی اور اس کا بیٹا قریب کے رشتہ دار ہیں بہ نسبت پھوپھی کی نواسی اور نواسے سے اور یونہی خالہ کی بیٹی اور بیٹا خالہ کے نواسے اور نواسی سے مقدم ہونگے۔ اسی طرح چچا کی اولاد خالہ کی اولاد سے مقدم ہے۔ اور خالہ کی اولاد کی اولاد سے مقدم ہے۔

نمبر 2

اگر میت کی طرف قرب میں برابر ہوں اور سب کا نیز قرابت بھی ایک ہو یعنی سب کے سب میت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں یا تمام میت کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں تو جس میں قوت قرابت زیادہ ہوگی وہ بالا جماع دوسروں پر مقدم ہوگا۔ یعنی عینی، علاقائی اور اخیانیوں پر مقدم ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے عینی، علاقائی اور اخیانی تین پھوپھیوں کی اولادیں چھوڑیں تو تمام مال عینی کی اولاد کے لئے ہوگا۔ اگر عینی کی اولاد نہ ہو تو پھر تمام مال کی حقدار علاقائی کی اولادیں ہوں گی اگر یہ نہ ہوں تو پھر اخیانی کی اولادیں ہوں گی۔ یہی حکم عینی علاقائی اور اخیانی ماموں اور خالائوں کی اولادوں کے لئے بھی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اتصال بالمیت کے درجہ میں تو سب کو برابری حاصل ہے۔ اور اس بارے میں بھی شک نہیں ہے کہ دو قرابتوں والا سب کے اعتبار سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اور جب سب متحد ہونگے تو اقویٰ مبیاً (جو سب کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے) کو اقرب درجۃً (باعتبار درجہ کے اقرب) قرار دیا جائے گا اور پیچھے یہ حکم گزر چکا ہے کہ اقرب درجۃً

اوسروں ٲر مقءم هوا ٲهـ

یونہی جس کو باٲ کی طرف سے قرابت حاصل ٲه وہ ماں کی طرف کی قرابت رکھنے والے سے مقءم هوا۔ کیونکہ یہ بات ٲہلے گزر چکی ٲه کہ ”معنی عصوبت کے اسحقاق میں باٲ کی قرابت ماں کی قرابت سے مقءم ٲه“

نوٹ

اس حکم میں جو ”بالاجماع“ کہا گیا ٲه یہ مطلق نہیں ٲه۔ بلکہ صرف اس صورت کے ساتھ مقید ٲه جب ان میں کوئی ولد العصبه (عصبہ کی اولاد) نہ ہو۔ اگر ان میں کوئی ”ولد عصبہ“ موجود ہو تو ٲھر ان کے ساتھ اجماع نہیں ٲه بلکہ اس صورت میں ظاهر الروایہ اور بعض دیگر مشائخ کے اقوال میں اختلاف ٲه۔ (جیسا کہ آگے آر ٲا ٲه)

نمبر 3

اگر تمام درجہ قرب میں برابر ہوں، سب کی قوت قرابت بھی ایک ہو، سب کا چیز قرابت بھی ایک ہو تو ایسی صورت میں عصبہ کی اولاد غیر عصبہ کی اولاد سے مقءم ہوگی۔ جیسا کہ کسی نے عینی چچا کی بیٹی اور عینی ٲھوپھی کا بیٹا یا علای ٲھوپھی کا بیٹا چھوڑے ہوں تو تمام مال چچا کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ ”عصبہ“ کی اولاد ٲه۔

فائدہ

عینی اور علای ٲچا ”عصبات“ میں سے ٲیں اور ٲھوپھی ”ذوی الارحام“ میں سے ٲه۔ جیسا کہ اخیریانی ٲچا ”ذوی الارحام“ میں سے ٲه۔

اگر مذکورہ مثال میں چچا اور ٲھوپھی میں سے کوئی ایک بھی عینی ہو اور دوسرا علای ہو تو تمام مال اس کو ملے گا جس میں قوت قرابت ٲائی جاتی ٲه۔

نوٹ

مصنف کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواہ چچا یعنی اور پھوپھی علاقائی ہو یا چچا علاقائی ہو اور پھوپھی یعنی ہو۔ دونوں صورتوں میں حکم ایک ہی ہے، کیونکہ مصنف نے احدهما کا لفظ استعمال کیا، جبکہ ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پھوپھی یعنی ہو اور چچا علاقائی ہو تو تقسیم وراثت میں اختلاف ہے۔ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ تمام مال پھوپھی کے بیٹے کو دیا جائے گا۔ کیونکہ علاقائی چچا کی بیٹی اگرچہ وارث کی اولاد ہے لیکن اس کے مقابلے میں پھوپھی کے بیٹے کو جو قوت قرابت حاصل ہے یہ اس سے محروم ہے۔ اس لئے پھوپھی کا بیٹا مقدم ہوگا۔ جیسا کہ علاقائی خالہ باوجود یکہ ذی رحم (نانا) کی اولاد ہے۔ باپ کی جانب سے حاصل ہونے والی قوت قرابت کی بنا پر اخیانی خالہ سے مقدم ہے۔

سوال

آپ نے علاقائی خالہ کو اخیانی پر مقدم کیوں کیا جبکہ اخیانی خالہ میں انتہائی مضبوط وجہ ترجیح پائی جاتی ہے۔ کہ یہ وارث کی اولاد ہے۔ جبکہ علاقائی خالہ تو وارث کی اولاد نہیں ہے؟

جواب

ترجیح کی وجوہات دونوں خالوں میں پائی جاتی ہیں۔ اخیانی، وارث کی اولاد ہے تو ”علاقائی“ میں باپ کی جہت سے رشتہ دار ہونے کی قوت قرابت ہے۔ ترجیح کی ان دونوں وجوہوں پر غور کیا جائے تو علاقائی خالہ کی قوت زیادہ مضبوط ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ وارث کی اولاد تو نہیں ہے لیکن خود ”وارث“ ہے مزید یہ کہ اس کی میت کے ساتھ رشتہ داری بھی باپ کی طرف سے ہے۔ اور اخیانی خالہ میں سوائے اس کے اور کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے کہ وہ وارث کی اولاد ہے۔ اور یہ وصف ایسا ہے جو کہ خود اس کی ذات میں نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے غیر میں ہے۔ اب دونوں خالوں میں پائے جانے والی ترجیحات کا تقابل کیا جائے تو اس کی ترجیح مقدم ہوگی جس کا ترجیحی وصف اس کی اپنی ذات میں ہے۔ اور وہ علاقائی خالہ ہے۔

اعتراض

آپ نے پھوپھی کے بیٹے اور چچا کی بیٹی کو قیاس کیا ہے۔ علاقائی اور اخلاقی خالہ پر یہ قیاس درست نہیں ہے، کیونکہ علاقائی خالہ کو اس کی ذات میں پائے جانے والے وصف قوت قرابت کی وجہ سے ترجیح دی گئی۔ جبکہ یعنی پھوپھی کے بیٹے میں قوت قرابت نہیں ہے بلکہ اس کی ماں میں ہے تو پھر یعنی پھوپھی کے بیٹے کو خالہ پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟

جواب

یعنی پھوپھی کے بیٹے میں قوت قرابت ان کی اصل یعنی ماں کی طرف سے سرایت کر کے آئی ہے۔ قوت قرابت موجود تو ہے اگرچہ سرایت کر کے ہی آئی ہے۔ آپ دیکھئے یعنی چچا کی بیٹی علاقائی چچا کی بیٹی سے مقدم ہوتی ہے یہ تقدم صرف اسی وجہ سے ہے کہ قوت قرابت اصل سے سرایت کر کے فرع تک پہنچ گئی اگر سرایت کا اعتبار نہ ہوتا تو یعنی اور علاقائی چچا کی دونوں بیٹیوں کے درمیان مال آدھا آدھا تقسیم کیا جاتا کیونکہ دونوں بہر حال ولدانعصبہ ہیں۔

اعتراض

جس طرح قوت قرابت سرایت کر کے فرع کی طرف آجاتی ہے اسی طرح عصوبت اور ذوالرحمیت بھی سرایت کر کے فرع کی طرف آتی چاہیے۔ اس طرح چچا کی بیٹی عصبہ ہوتی اور سارا مال سمیٹ لیتی اور پھوپھی کا بیٹا محروم ہوتا؟

جواب

عصوبت چچا سے اس کی مؤنث اولاد کی طرف سرایت نہیں کرتی کیونکہ چچا کا بیٹا عصبہ ہوتا ہے بیٹی عصبہ نہیں ہوتی اور جب قوت قرابت پھوپھی سے اس کے بیٹے کی طرف سرایت کر کے آگئی تو یہ اس بیٹے کی ذات میں حاصل ہوئی اس لئے یہ چچا کی بیٹی سے مقدم ہو گیا۔

بعض دیگر مشائخ کا موقف

بعض دیگر مشائخ کا موقف یہ ہے کہ تمام مال علاقائی چچا کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔ بخلاف پھوپھی کے بیٹے کے، کہ وہ ذی رحم کی اولاد ہے۔

نمبر 4

اگر سب کے سب قرب درجہ میں تو برابر ہوں لیکن ان کا جیز قرابت مختلف ہو یعنی ان میں سے بعض باپ کی طرف سے اور بعض ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں تو ظاہر الروایۃ کے مطابق ان کی قوت قرابت اور ولد العصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے یعنی پھوپھی کی اولاد یعنی ماموں اور خالہ کی اولاد سے مقدم نہیں ہوگی۔ اسی طرح عینی چچا کی بیٹی، عینی ماموں یا خالہ کی بیٹی سے مقدم نہیں ہوگی۔ کیونکہ چچا کی بیٹی کے لئے ولد عصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ عینی پھوپھی، عینی خالہ سے مقدم نہیں ہے، باوجودیکہ عینی پھوپھی دو قرابتوں والی ہے اور دو جہت سے وارث کی اولاد ہے۔ یعنی ماں کی طرف سے بھی اور باپ کی طرف سے بھی اس کا باپ جد صحیح اور عصبہ ہے۔ اور ماں جدہ صحیحہ اور ذی فرض ہے۔ تو ان میں قوت قرابت اور ولد العصبہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔ اسی طرح صنف رابع کی اولادوں میں ہے۔ جب قوت قرابت اور ولد العصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا تو جو باپ کی قرابت سے رشتہ دار ہوگا اس کے لئے دو تہائی اور جو ماں کی قرابت سے رشتہ دار ہوگا اس کو ایک تہائی ملے گا۔ جب ماں اور باپ کے الگ الگ رشتہ داروں کا حصہ الگ ہو جائے گا تو اس کے بعد ان کے اپنے درمیان قوت قرابت کا بھی اعتبار ہوگا اور ولد العصبہ ہونے کا بھی۔ چنانچہ امام ابو یوسف کے نزدیک باپ اور ماں کے قرابت داروں کے ہر فریق کو جو حصہ مل چکا ہوگا وہ ان کی فروغ کے ابدان پر تقسیم کیا جائے گا جس میں فروغ کی تعدد جہات کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور امام محمد کے نزدیک مال اس پہلے بطن میں تقسیم کیا جائے گا جہاں ذکور و انوث کا اختلاف ہو۔ فروغ کی تعداد اور تعدد جہات کا اعتبار اصول میں کیا جائے گا۔ جیسا کہ صنف اول میں گزرا۔ مثلاً کسی شخص نے علاقائی پھوپھی کے دو نواسے چھوڑے اور علاقائی

پھو بھی کی دو پوتیاں چھوڑیں اور یہ دونوں پوتیاں علانی چچا کی نواسیاں بھی ہیں۔ نیز علانی کی دونو اسیاں چھوڑی اور دو پوتے چھوڑے، یہ پوتے علانی ماموں کے نواسے بھی ہیں تو یہاں پر اصل مسئلہ تین سے بنے گا۔ جس کا دو تہائی یعنی دو سہم باپ کی قرابت کے لئے اور ایک تہائی یعنی ایک سہم ماں کی قرابت کے لئے ہے۔ لیکن مسئلہ کی تصحیح میں امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح

آپ کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح 30 سے ہوگی کیونکہ باپ کے فریق کا حاصل شدہ حصہ 2 ہے۔ اور فردع میں جب تعدد جہات کا اعتبار کریں گے تو ان کی تعداد چار بنے گی کیونکہ اس فریق میں جو دو بیٹیاں ہیں وہ چار بیٹیوں کی طرح ہیں دو علانی پھو بھی کے بیٹے کی جہت سے اور دو علانی چچا کی جہت سے۔ لیکن ہم آسانی کے لئے عدد رؤس میں اختصار کرتے ہوئے ان چار بیٹیوں کو دو بیٹے قرار دیتے ہیں اس طرح باپ کی قرابت والے فریق میں چار بیٹے ہو گئے۔ ان چار کیلئے حاصل شدہ سہام 2 ہیں جو کہ ان پر پورے تقسیم نہیں ہوتے اور ان سہام اور رؤس کے درمیان نسبت توافق بالنصف کی ہے تو عدد رؤس کا وفق لے لیا جائے گا جو کہ 2 ہے اور جو حصہ ماں کی قرابت والے فریق کو ملا وہ ایک سہم ہے اور فردع میں جب ان کی تعداد کا لحاظ کریں گے تو کل تعداد 5 ہو جائے گی کیونکہ اس فریق میں دو بیٹوں کو ہم نے چار بیٹے قرار دیا۔ علانی خالہ کے بیٹے کی طرف سے 2 اور علانی ماموں کی بیٹی کی طرف سے 2۔ اور اختصار کے پیش نظر اس فریق میں موجود دو بیٹیوں کو ایک بیٹا قرار دے دیا تو اس فریق میں کل 5 رؤس ہوئے۔ اور مافی البد ایک ہے اس طرح یہاں پر عدد رؤس (5) اور سہام (1) میں نسبت تباین کی ہے اس لئے جمیع عدد رؤس کو محفوظ کر لیا اب باپ کی قرابت والے فریق کا محفوظ شدہ وفق 2 ہے اور ماں کی قرابت والے کا جمیع عدد 5 ہے، ان دونوں کے درمیان نسبت تباین کی ہے۔ تو فریق اول (باپ کی قرابت والے فریق) کے وفق کو فریق ثانی (ماں کی قرابت والے فریق) کے جمیع عدد رؤس (5) کے ساتھ ضرب

دی تو $(2 \times 5 = 10)$ حاصل ضرب 10 ہوا، اس دس کو اصل مسئلہ (3) کے ساتھ ضرب دی تو $(3 \times 10 = 30)$ حاصل ضرب 30 ہوا، اس 30 سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ اس کا دو تہائی یعنی 20 سهام فریق اول کے لئے ہونگے جن میں سے علاقائی پھوپھی کے دونوں کے لئے 10 سهام اور دو بیٹیوں کے لئے 10 سهام ہونگے، اور اس کا ایک تہائی یعنی دس سهام فریق ثانی کے لئے ہیں۔ جس میں سے دو بیٹوں کے لئے 8 اور دو بیٹیوں کے لئے 2 ہونگے۔

امام محمد کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح

امام محمد کے نزدیک اس مسئلہ کی تصحیح 36 سے ہوگی کیونکہ آپ کے نزدیک سب سے پہلے مال کی تقسیم اس بطن پر ہوگی جس میں اختلاف پایا گیا اور انہی میں فروغ کی تعداد اور تعدد جہات کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔ چنانچہ فریق اول میں علاقائی چچا کو دو چچوں کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اگرچہ وہ خود ایک ہے لیکن اس کے نیچے دو لڑکیاں ہیں تو ان فروغ کی تعداد کا جب اصل میں لحاظ کیا جائے گا تو وہ ایک کی بجائے دو قرار پائیں گے اور دو چچے چار پھوپھیوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اور علاقائی پھوپھی میں سے ہر ایک کو بھی دو سمجھا جائے گا۔ تو یہ کل 8 پھوپھیاں بنتی ہیں۔ اب اگر ہم عدد دروس کو مختصر کریں تو وہ چچا جو چار پھوپھیوں کے قائم مقام تھا اس کو ایک قرار دیتے ہیں اور بقیہ چار کو دوسرا چچا قرار دیتے ہیں۔ اب امام یوسف کی طرح مسئلہ 3 سے بنائیں گے۔ جس میں سے دو باپ کی قرابت والوں کے لئے اور ایک ماں کی قرابت والوں کے لئے، باپ کی قرابت والے دونوں چچے 2 سهم لیں گے اور ماں کی قرابت والے 1 سهم لیں گے۔ جبکہ ان میں یعنی ماموں دو ماموں کی طرح سمجھا جائے جو کہ چار خالاؤں کے قائم مقام ہوگا۔ اور علاقائی خالاؤں میں سے ہر ایک کو دو کے برابر سمجھا جائے گا۔ اس طرح یہاں پر بھی کل 8 خالائیں بنتی ہیں۔ عدد دروس میں اگر اختصار کریں تو جو ماموں چار خالاؤں کے قائم مقام تھا اس کو ایک قرار دیں اور باقی چار خالاؤں کو ایک۔ اسی طرح ماں کی قرابت والوں کی تعداد 2 ہوئی اور اور ان کا مالی الیہ 1 ہے۔ جو کہ 2 پر پورا پورا تقسیم نہیں ہوتا۔ تو ان کی مجموعی تعداد کو اصل مسئلہ 3 کے ساتھ ضرب دی تو

($2 \times 3 = 6$) حاصل ضرب 6 آیا۔ ان 6 میں سے فریق اول کو چار سہام دیئے ان چار میں سے دو سہام یعنی چچا کو دے کر اس کو ایک مستقل فریق بنادیا اور اس کا حصہ اس کی آخری فروغ یعنی دونو اسیوں کو دے دیا۔ دونوں نو اسیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہم مل گیا۔ اور 4 میں سے بقیہ 2 یعنی پھومبھوں کو دے کر ان دونوں کو ایک مستقل فریق قرار دیا۔

دونوں پھومبھوں کے ماتحت دیکھا تو ایک بیٹا دو بیٹیوں کے برابر اور ایک بیٹی دو بیٹیوں کے برابر موجود ہیں۔ کیونکہ ان میں بھی ان کی فروغ کی تعداد کا لحاظ کیا جائے گا۔ جب رؤس میں اختصار کریں گے تو دونوں بیٹیوں کو ایک بیٹا قرار دیں گے یہ کل 3 بیٹے ہوئے۔ دونوں پھومبھوں کا حصہ 2 سہم تھے۔ جو کہ تین پر برابر تقسیم نہیں ہوتے۔ تو ان کے جمیع عدد رؤر 3 کو محفوظ کر لیا۔ ماں کی قرابت والے فریق کے لئے 6 میں سے دو سہم تھے ان دو میں سے ایک سہم ماموں کو دیا اور اس کو ایک فریق قرار دے دیا اور دوسرا سہم دونوں خالاؤں کو دیا اور ان کو بھی ایک فریق قرار دے دیا۔ ماموں کے حصے میں آنے والا ایک سہم اس کے دونو اسیوں پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اس لئے ان 2 رؤس کو بھی محفوظ کر لیا پھر دونوں خالاؤں کے ماتحت دیکھا تو ایک بیٹا دو بیٹیوں کے برابر اور ایک بیٹی دو بیٹیوں کے برابر موجود پائی ان کو مختصر کیا تو کل 3 بیٹے ہوئے ان تین پر ایک سہم پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا۔ تو ان کے عدد رؤس 3 کو بھی محفوظ کر لیا۔ اب محفوظ شدہ عدد 3، 2، 3 ہیں۔ جن میں سے 3 اور 3 کے درمیان تماثل ہے، تو قانون کے مطابق 3 کو 2 کے ساتھ ضرب دی تو ($3 \times 2 = 6$) حاصل ضرب 6 ہوا۔ اس 6 کو اصل مسئلہ (6) کے ساتھ ضرب دی تو ($6 \times 6 = 36$) حاصل ضرب 36 ہوا۔ اس حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

اصل مسئلہ سے باپ کی قرابت والے فریق کے لئے 4 سہم تھے ان کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو ($4 \times 6 = 24$) حاصل ضرب 24 ہوا۔ اس فریق میں چچا کی نو اسیوں کے لئے چچا کی جہت سے 2 سہام تھے۔ ان کو بھی 6 سے ضرب دی تو ($6 \times 2 = 12$) حاصل ضرب 12 ہوا، ان میں سے ہر ایک نو اسی کو 6 سہام ملیں گے۔ انہیں دو نو اسیوں کے لئے

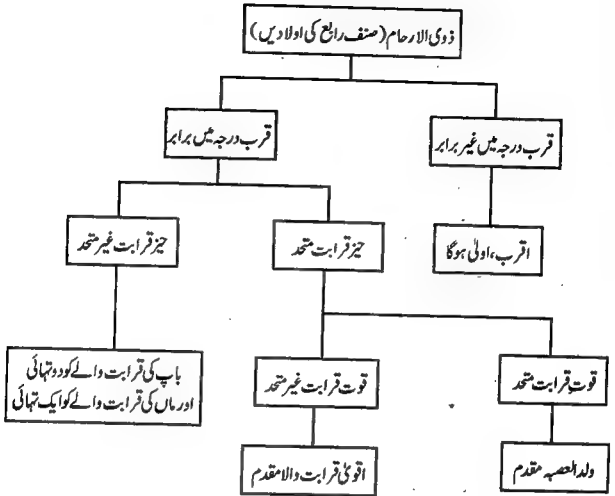
پھوپھی کی جہت سے ایک سہم تھا اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو $(6 \times 1 = 6)$ حاصل ضرب 6 ہوا جن میں سے ہر ایک کو 3 سہام آجائیں گے۔ اسی طرح چچا کی دونو بیویوں میں سے ہر ایک کے لئے 9 سہم ہونگے 6 چچا کی جہت سے اور 3 پھوپھی کی جہت سے۔ یونہی یعنی پھوپھی کے 2 نواسوں کا حصہ 1 تھا۔ اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو $(6 \times 1 = 6)$ حاصل ضرب 6 ہوا، چنانچہ ہر بیٹے کو 3 سہام آجائیں گے یہ کل 24 سہام ہوئے جو کہ باپ کی قرابت والے فریق کا حصہ تھا۔ ماں کی قرابت والے فریق کے لئے اصل مسئلہ سے 2 سہام تھے۔ ان کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو $(6 \times 2 = 12)$ حاصل ضرب 12 ہوا۔ اس فریق میں ماموں کے 2 نواسوں کے لئے ایک سہم تھا اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو $(6 \times 1 = 6)$ حاصل ضرب 6 ہوا۔ جو کہ دونوں بھائیوں میں تین تین کے طور پر تقسیم ہو جائے گا۔

دونوں خالاؤں کی فروع کا حصہ بھی ایک سہم تھا۔ اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو $(6 \times 1 = 6)$ حاصل ضرب 6 ہوا۔ چنانچہ ان 6 میں سے خالہ کے دو پوتوں کو 4 سہام دیئے جائیں گے جن میں سے ہر ایک پوتے کو دو سہام ملیں گے۔ اس طرح ان دونوں پوتوں میں سے ہر ایک کے لئے پانچ پانچ سہام ہوئے، 3 ماموں کی جہت سے اور 2 خالہ کی جہت سے۔ خالہ کی 2 نواسیوں کے لئے دو سہام ہوئے جن میں سے ہر ایک کے لئے ایک سہام ہوگا۔ اس طرح دو بیٹوں کے لئے دس سہام اور دو بیٹیوں کے لئے دو سہام ہوئے۔ جن کا مجموعہ 12 ہے۔ 36 سہام میں سے 24 سہام باپ کی قرابت والوں کو ملے اور 12 سہام ماں کی قرابت والوں کے لئے، جن کا مجموعہ 36 ہے۔

نوٹ

میت کے چچوں، پھوپھیوں، ماموں اور خالاؤں کے لئے اور ان کی اولادوں کے لئے جو احکام بیان ہوئے ان کے نہ ہونے کی صورت میں یہی احکام اس کے ماں باپ کے انہی رشتہ داروں کے لئے ہے۔ اور ان کی اولادوں کے لئے ہے۔ اگر یہ نہ ہوں تو میت

کے دادا کے انہی رشتہ داروں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ پھر ان کی اولادوں کے لئے جیسا کہ عصبات میں ہوتا ہے۔



فصل فی الخنثی

للخنثی المشکل اقل النصیبین اعنی اسو الحالین عند ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ واصحابہ وهو قول عامة الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعلیہ الفتویٰ کما اذا ترک ابنا واحدا وبنتا وخنثی للخنثی نصیب بنت لانه متیقن وعند الشعبي رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ للخنثی نصف نصیبین بالمنازعة واختلفا فی تخريج قول الشعبي قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لابن سهم وللبنت نصف سهم وللخنثی ثلثة ارباع سهم لان الخنثی يستحق سهما ان کان ذکرا ونصف سهم ان کان انثی وهذا متیقن فیاخذ نصف النصیبین او النصف المتیقن مع نصف النصف المتنازع فیہ فصارت له ثلثة ارباع سهم ومجموع الانصاء سهما وربع سهم لانه يعتبر السهام والعول وتصح من تسعة او نقول لابن سهما وللبنت وللخنثی نصف النصیبین وهو سهم ونصف سهم وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یاخذ الخنثی خمس المال ان کان ذکرا وربع المال ان کان انثی فیاخذ نصف النصیبین وذلك خمس وثمان باعتبار الحالین وتصح من اربعین وهو المجتمع من ضرب احدی المسئلتین وهی الاربعة فی الاخری وهی الخمسة ثم فی الخالتین فمن کان له شیء من الخمسة فمضروب فی الاربعة ومن کان له شیء من الاربعة فمضروب فی الخمسة فصارت للخنثی من الضربین ثلثة عشر سهما وللابن ثمانية عشر سهما وللبنت تسعة اسهم

ترجمہ

خنثی مشکل کے لئے دو حصوں میں سے ایک ہے یعنی دو حوالوں میں سے جو زیادہ حقیر ہوگا امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور ان کے اصحاب کے نزدیک اور عام صحابہ کرام رضوان

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ کسی نے ایک بیٹا، ایک بیٹی اور ایک غنٹی چھوڑا، تو غنٹی کے لئے ایک بیٹی کا حصہ ہے کیونکہ وہ تو یقینی ہے اور امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی قول ہے کہ غنٹی کے لئے منازعہ کی وجہ سے دو حصوں کا نصف ہوگا اور امام صفعی کے قول کی تخریج میں دونوں کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیٹے کے لئے ایک سہم، اور بیٹی کے لئے نصف سہم اور غنٹی کے لئے ایک سہم کے تین ارباع ہونگے کیونکہ غنٹی اگر مذکر ہوتا تو ایک سہم کا مستحق ہوتا اور اگر مؤنث ہوتا تو نصف سہم کا مستحق ہوتا۔ اور یہ تو یقینی ہے اس لئے وہ دونوں نصیبوں کا نصف لے گا یا نصف یقینی لے گا اور ساتھ نصف متنازعہ فیہ کا نصف لے گا تو اس کے لئے ایک سہم گئے تین ارباع ہو جائیں گے۔ اور تمام نصیبوں کا مجموعہ دو سہم اور ایک سہم کا ایک ربع ہوگا کیونکہ اعتبار کیا گیا ہے سہام کا اور عول کا اور اس کی تصحیح ہوگی 9 سے، یا یوں کہئے کہ بیٹے کے لئے 2 سہم اور بیٹی کے لئے 1 سہم اور غنٹی کے لئے دونوں نصیبوں کا نصف ہوگا وہ وہ ایک سہم اور آدھا سہم اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: غنٹی اگر مذکر ہوتا تو مال کا دوئس لیتا اور اگر مؤنث ہوتا تو کل مال کا ربع لیتا اس لئے وہ دو نصیبوں کا نصف لے گا اور وہ ایک خمس اور ثمن دو حالوں کے اعتبار سے ہے اور اس کی تصحیح 40 سے ہوگی اور یہ دونوں مسئلوں میں سے ایک (4) کو دوسرے مسئلہ (5) میں ضرب دینے سے حاصل ہوا ہے۔ پھر دونوں حالتوں میں جس کے لئے پانچ میں سے کچھ ہوگا تو اس کو ضرب دی جائے گی چار سے اور جس کے لئے چار میں سے کوئی چیز ہوگی اس کو ضرب دی جائے گی پانچ سے تو غنٹی کے لئے دونوں ضربوں سے 13 سہام ہونگے اور بیٹے کے لئے 18 سہام اور بیٹی کے لئے 9 سہام۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خنثی کی تعریف

اس کا لغوی معنی چمک دار ہونا اور ٹوٹنا ہے۔ اور اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ مرد اور عورت کے دونوں آلے موجود ہوں۔ یا کوئی بھی نہ ہو۔ ۱۔

نوٹ

یہاں پر خنثی مشکل کے احکام بیان ہو گئے۔ اسی لئے مذکورہ بالا تعریف بھی خنثی مشکل کی ہی کی گئی ہے۔

سوال

خنثی مشکل میں ”اشکال“ کیا ہوتا ہے؟

جواب

اشکال یہ ہے کہ اس کا مذکر یا مؤنث ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ انسان کی یہی دو قسمیں ہیں۔ جبکہ ذکورت اور انوشت دو متضاد صفات ہیں۔ جو کہ ایک جگہ پر جمع نہیں ہو سکتیں۔ صفت ذکورت اور انوشت میں ولادت کے وقت فرق آلے سے ہوتا ہے۔ اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دیگر علامات بھی ظاہر ہو جاتی ہیں۔

بوقت ولادت اشکال

ولادت کے وقت جو اشکال ہے۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(i)..... اس کے ساتھ مرد اور عورت دونوں کے آلے ہوں۔

(ii)..... اس کے ساتھ مرد و عورت دونوں میں سے کسی کا بھی آلہ نہ ہو۔

اگر اشکال پہلی قسم کا ہے تو اگر وہ آلہ مرد سے پیشاب کرے تو اسے مذکر سمجھا جائے گا۔ اور دوسرا آلہ اضافی عضو تصور کیا جائے گا۔

اور اگر وہ عورتوں کے آلہ سے پیشاب کرے تو اسے مؤنث سمجھا جائے گا۔ اور

۱۔ درمختار مع رد المحتار، جلد 10، صفحہ 446، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

دوسرا آلہ اضافی عضو تصور کیا جائے گا۔

عامر ابن عدوانی کا شمار دور جاہلیت کے عرب حکماء میں ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس یہی مسئلہ آگیا تو وہ بہت حیران ہوا۔ اور کہنے لگا کہ یہ مرد بھی ہے اور عورت بھی ہے۔ لوگوں نے یہ بات نہ مانی، یہ رات اپنے گھر آیا اور سونے کے لئے بستر پر لیٹا بہت دیر کروٹیں بدلتا رہا لیکن اسے نیند نہ آئی اس کی کنیز نے اس کی پریشانی کا سبب پوچھا تو اس نے کنیز کو واقع سنایا تو کنیز نے کہا: دع الحال واتبع المبال (اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو پیشاب گاہ پر غور کرو) روایت ہے کہ وہ گھر سے نکلا اور یہی فیصلہ کر دیا کہ اگر وہ مرد کے آلہ سے پیشاب کرے تو مرد ہے۔ اور اگر عورت کے آلہ سے پیشاب کرے تو عورت ہے۔ اس فیصلے کو بہت صراحتاً کیا اور پسند کیا گیا۔ یہ فیصلہ اگرچہ دور جاہلیت کا ہے۔ لیکن نبی پاک ﷺ نے بھی اس کو قائم رکھا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب نبی پاک ﷺ سے اسی نوعیت کے مولود کی وراثت کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں سے وہ پیشاب کرے۔ اسی طرح کی روایت حضرت علی، جابر، حضرت قتادہ اور حضرت سعید ابن مسیب سے بھی منقول ہے۔

اگر وہ دونوں آلوں سے پیشاب کرے تو پھر دیکھا جائے گا کہ پہلے کہاں سے نکلا جس آلے سے پہلے نکلے اسی کے متعلق فیصلہ کیا جائے۔ کیونکہ جب ایک آلے سے پیشاب نکل آیا تو نکلنے ہی اس کے مذکر یا مؤنث ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اگر دوسرے مخرج سے پیشاب نکلتا بھی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس کی مثال یوں سمجھیں جیسا کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح پر گواہ قائم کر دے اور اس کی گواہی کی بنا پر ان کے نکاح کا فیصلہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد ایک اور شخص اُسی عورت کے ساتھ نکاح پر گواہ قائم کرے تو اس کے دعوے اور گواہوں پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی۔ یونہی جب کوئی شخص کسی مولود کے نسب پر گواہی دے دے اور اس کی گواہی کی بنا پر ثبوت نسب کا فیصلہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد کوئی دوسرا شخص اسی مولود کے نسب پر گواہی

۱۔ السنن الدارمی جلد 2 صفحہ 461 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

قائم کرے تو اس کے دعوے اور گواہی کی جانب کوئی توجہ نہیں دی جائے گی۔

اگر دونوں مقامات میں سے کسی ایک سے بھی پہلے پیشاب خارج نہ ہو بلکہ دونوں مقامات میں سے اکٹھا خارج ہو تو امام اعظم ابو حنیفہ اس بارے میں خاموشی اختیار فرماتے ہیں۔ اور صاحبین کے نزدیک جس مقام سے زیادہ پیشاب کرے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

بالغ ہونے پر اشکال کا خاتمہ

جب دو آلے رکھنے والا خنثی بالغ ہو جائے تو لازمی طور پر کوئی نہ کوئی علامت ظاہر ہو جائے گی اس طرح اس کا اشکال ظاہر ہو جائے گا۔ اس لئے بالغ ہونے کے بعد کسی خنثی میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

بعد از بلوغت تذکیر و تانیث کی علامات

مرد و عورت والے دونوں آلے رکھنے والا شخص اگر

﴿..... ذکر کے ساتھ جماع کرے۔

﴿..... اس کی داڑھی اگ آئے۔

﴿..... اس کو مردوں کی طرح احتلام ہو۔

تو وہ مذکر سمجھا جائے گا۔

اور اگر

﴿..... اس کا سینہ عورتوں کی طرح ابھر آئے

﴿..... عورتوں کی طرح اس کے حیض آئے۔

﴿..... اس کے ساتھ عورتوں کی طرح جماع کیا جائے۔

﴿..... اس کو حمل قرار پا جائے۔

﴿..... اس کے سینے میں دودھ اتر آئے۔

تو اس عورت شمار کیا جائے گا۔

شمس الائمہ سرخی کا مذہب

شمس العلماء سرخی نے کتاب الخنثی کی شرح میں لکھا ہے: بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ سینے کے ابھار اور داڑھی کے پھونٹنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ ذکر سے منی خارج کرے اور وہیں سے پیشاب کرے اور عورت والے آلہ سے اس کو حیض بھی آئے تو وہ خنثی مشکل ہی ہوگا۔ اسی طرح اگر عورتوں والے آلے سے پیشاب کرے اور مرد والے آلہ سے منی خارج کرے تو بھی خنثی مشکل ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں مستقل طور پر ذکورت اور انوشت کی علامات ہیں جو کہ متضاد ہیں۔ اور جمع نہیں ہو سکتیں اور جب پہ کسی خنثی میں جمع ہو جائیں تو ان میں تعارض واقع ہو جائے گا۔ اور اگر کسی خنثی میں دونوں آلے نہ ہونے کی وجہ سے اشکال ہو تو امام محمد فرماتے ہیں: وہ اور خنثی مشکل دونوں ہمارے نزدیک برابر ہیں۔

خنثی مشکل کی وراثت کے احکام

امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک خنثی مشکل کا وراثت میں حصہ اقل نصیبین ہے۔ یعنی خنثی کو مذکر فرض کر کے دیکھیں کہ اس کو کیا حصہ ملتا ہے۔ اور مؤنث فرض کر کے بھی دیکھیں کہ کیا حصہ ملتا ہے۔ دونوں صورتوں میں جس صورت میں کم حصہ بنتا ہوگا وہی حصہ اس خنثی کا ہوگا۔

حالت ذکورت اثر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی عورت نے شوہر، ایک یعنی بہن اور ایک علاقائی خنثی چھوڑا ہو، اگر اس خنثی کو مذکر فرض کریں تو اس کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ اس صورت میں نصف میراث شوہر کی اور نصف عینی بہن کی ہوگی اور علاقائی بھائی کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ اور اگر اس علاقائی خنثی کو مؤنث فرض کریں تو شوہر کے لئے نصف، یعنی بہن کے لئے نصف اور علاقائی بہن کے لئے سدس ہوتا مکملہ للثلاثین اس طرح عول ہو جاتا 7 کی طرف۔

امام اعظم ابو حنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے مطابق اس کو مذکر فرض کریں گے اور وراثت میں سے کچھ نہیں دیں گے۔

حالت انوثت اثر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک بیٹی، ایک عصبہ اور ایک ولد خنثی چھوڑا۔ اگر اس ولد کو مذکر فرض کرتے ہیں تو اس کو ”ثلاثان“ ملے گا اور اگر مؤنث فرض کرتے ہیں ”ثلاث“ ملے گا۔ تو امام اعظم ابو حنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف کے قول اول کے مطابق اس کو مؤنث ہی سمجھیں گے۔

حضرت عامر شععی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عامر شععی کے نزدیک خنثی کے لئے منازع کی وجہ سے دونوں حصوں کا نصف ہوگا۔ امام محمد نے کتاب فرائض الخنثی کا آغاز امام شععی کی اس روایت سے کیا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے مولود کی وراثت کے متعلق پوچھا گیا جس کے دونوں آلے نہیں تھے، تو آپ نے فرمایا: آدھا حصہ مذکر کا اور آدھا مؤنث کا۔ ۲

یہ فیصلہ اس لئے کیا گیا تا کہ اس کا رشتہ داروں کے ساتھ تنازع نہ شروع ہو جائے کیونکہ وہ کہے گا: میں مذکر ہوں مجھے مذکروں والا حصہ دیا جائے جبکہ وراثہ کہیں گے کہ تو مؤنث ہے تجھے مؤنث والا حصہ دیا جائے گا لیکن چونکہ موجودہ حالات میں اس کی کسی ایک حالت کو کسی دوسری حالت پر ترجیح دینا ممکن نہیں اور دونوں حالتوں پر بقدر امکان عمل کرنا ضروری ہے۔ اس لئے اس کو آدھا حصہ انوثت کا اور آدھا ذکوریت کا دیا جائے گا۔

امام شععی کے اس قول کو رد کیا گیا ہے کیونکہ دونوں پر عمل کرنا دو متضاد صفات کو جمع کرنا ہے جو کہ محال ہے۔ اور اقل حصہ جو کہ یقینی ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ امام شععی کے قول کی تخریج میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے درمیان اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک امام شععی کے قول کی تخریج:

چنانچہ مذکورہ مثال میں امام ابو یوسف کی تخریج یہ ہے کہ بیٹے کے لئے ایک سہم

۱۔ کتاب الميسوط، جلد 30، کتاب فرائض الخنثی، صفحہ 103، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

۲۔ سنن دارمی، جلد 2، صفحہ 461، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

بٹی کے لئے نصف سہم اور خنثی کے لئے ایک سہم کے تین رطل (یعنی $4/3$) کیونکہ خنثی کو اگر مذکر فرض کریں تو بیٹے کی طرح ایک سہم کا مستحق ہوگا۔ اور اگر مؤنث فرض کریں تو بیٹی کی طرح نصف سہم کا مستحق ہوگا۔ اور یہ ایک صورت میں ایک سہم کا مستحق ہونا اور دوسری صورت میں نصف سہم کا مستحق ہونا یقینی ہے۔ اور دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح بھی نہیں دے سکتے۔ اس لئے دونوں صورتوں پر بقدر الامکان عمل کرتے ہوئے اس کو دونوں حصوں کا نصف دیا جائے گا۔

چنانچہ بیٹے کے حصے کا نصف (آدھا سہم) اور بیٹی کے حصے (نصف سہم) کا نصف (رطل) ہوگا جن کو جمع کیا جائے تو $3/4$ سہم بنتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جو نصف حصہ یقینی ہے، جو کہ اس کو مذکر فرض کرنے اور مؤنث فرض کرنے کی صورت میں ثابت ہوا اور جس نصف میں جھگڑا ہے، جھگڑا ختم کرنے کے لئے خنثی اور وراثہ میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ خنثی اس نصف کے ثبوت کا قائل ہے اور دیگر وراثہ اس کی نفی کے قائل ہیں۔ یوں بھی خنثی کے لئے ایک سہم کے تین رطل ہونگے۔ کیونکہ امام ابو یوسف سہام اور عول کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ جس انداز سے بیان کیا گیا ہے اس کا مجموعہ دو سہام اور ایک رطل بنتا ہے۔ جب ہم دوسہام کو پھیلائیں گے تو ان دونوں کو رطل کے مخرج (4) سے ضرب دیں گے اور اس کسر کو اس پر تقسیم کریں گے۔ اس طرح کل 9 رطل حاصل ہونگے۔ اب ہم ان 9 ارباع کو عدد صحیح قرار دیتے ہیں اور مسئلہ کی تصحیح کرتے ہیں۔ چنانچہ بیٹے کے لئے 4۔ بیٹی کے لئے 2۔ اور خنثی کے لئے 3 ہونگے، کیونکہ یہ تین بیٹے اور بیٹی کے حصص کے مجموعہ کا نصف ہے۔

اس کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ اگر خنثی اکیلا ہو اور مذکر ہو تو جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر مؤنث ہو تو نصف مال کا مستحق ہوگا۔ اس لئے اس کو دونوں حالتوں کا نصف دیا جائے گا۔ جو کہ کل مال کا تین رطل ہے (یعنی $3/4$) بیٹے کے لئے ایک مال اور بیٹی کے لئے آدھا مال۔ سب کا مجموعہ 2 مال اور ایک رطل ہوا اس طرح عول ہو جائے گا اور تصحیح 9 سے

ہوگی۔ چونکہ یہاں پر چوتھے حصے کی کسر واقع ہوئی ہے اس لئے دو سہموں اور ربع سہم $(1/4)$ کو کسر (4) سے ضرب دی تو $8 = 4 \times 2$ اور چار ارباع کا ایک کامل سہم بنتا ہے اس طرح حاصل ضرب 9 آیا۔ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

اس مسئلہ کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ بیٹے کے لئے دو سہم اور بیٹی کے لئے ایک سہم ہے۔ اور خنثی کے لئے دونوں کے حصوں کا نصف ہے یعنی ڈیڑھ سہم جن کا مجموعہ ساڑھے چار سہام بنتا ہے۔ یہاں پر کسر نصف کی واقع ہوئی اس لئے چار سہام کو اس کسر کے مخرج (2) کے ساتھ ضرب دی تو حاصل ضرب (9) آیا۔ اب ان 9 کسروں کو صحیح سہم قرار دے کر تقسیم کریں گے۔

امام محمد کے نزدیک امام شعبی کے قول کی تخریج

امام محمد فرماتے ہیں کہ خنثی اگر مذکر ہوگا تو مال کے $2/5$ حصے کا مستحق ہو گا۔ کیونکہ اس صورت میں مرنے والے کی اولاد دو بیٹے اور بیٹی ہونگے۔ اس لئے مسئلہ 5 سے بنے گا۔ جس میں سے بیٹے کے لئے 2 اور چونکہ خنثی کو مذکر فرض کیا ہوا ہے اس لئے اس کے لئے بھی 2 اور بیٹی کے لئے ایک سہم ثابت ہوا۔ اگر مذکر فرض کریں تو خنثی کے لئے $2/5$ حصے کا ہے اور اگر خنثی کو مؤنث فرض کریں تو اس کے لئے مال کا ربع $(1/4)$ حصہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں مرنے والے کی اولاد ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہونگے مسئلہ 4 سے بنے گا جس میں سے دو سہم بیٹے کے لئے اور ہر بیٹی کے لئے ایک ایک سہم ثابت ہوگا تو مؤنث فرض کرنے کی صورت میں خنثی کے لئے مال کا چوتھا حصہ $(1/4)$ ہے۔ اب خنثی ان دونوں حالتوں کا نصف حصہ لے گا۔ دو خنس کا نصف ایک خنس ہوا۔ اور ایک ربع کا نصف ایک ثمن ہوتا ہے۔ اس خنس اور ثمن کا مجموعہ ان دو حالتوں کے حصوں کا نصف ہے جو خنثی کو مذکر اور مؤنث فرض کر کے دیئے گئے۔

امام محمد کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح 40 سے ہوگی۔ کیونکہ دونوں مسئلوں میں سے ایک (4) یعنی مسئلہ انوث کو دوسرے مسئلہ ذکورت (5) کے ساتھ ضرب دی تو $(4 \times 5 = 20)$

اصل ضرب 20 ٲوا؁ ٲھر اس اصل ضرب كو دونوں حالتوں كے عدد (2) كے ساتھ ضرب دی تو ($20 \times 2 = 40$) اصل ضرب 40 ٲوا۔

اس سے بھى مختصر یوں كہہ سكتے ہیں كہ خنثى كے لئے جب ايك خمس اور ايك ثمن تھا اور ہمیں كوئى ايسا عدد مطلوب تھا جس سے یہ دونوں كسریں صحیح ٲو جائیں تو ان میں سے ايك (خمس) كے مخرج (5) كو ضرب دی دوسرے (ثمن) كے مخرج (8) كے ساتھ تو ($5 \times 8 = 40$) اصل ضرب 40 ٲوا؁ اس طرح 40 سے مسئلہ كى صحیح ٲوگى۔ تو 5 والى صحیح سے جس وارث كا جتنا حصہ تھا اس كو ضرب دی جائے گى دوسرى صحیح (4) كے ساتھ اور جس وارث كو جو حصہ 4 والى صحیح سے ملا ہے اس كو ضرب دی جائے گى صحیح اول (5) كے ساتھ۔ اس طرح خنثى كے لئے دونوں ضربوں سے حاصل ٲونے والے سہام 13 ٲونگے؁ بیٹے كے 18 اور ٲٲى كے لئے 9 سہام۔

اس كى تفصیل یہ ہے كہ خنثى كے لئے مسئلہ ذكورت سے 2 سہام تھے؁ جب ان كو ضرب دی مسئلہ انوث (4) كے ساتھ تو ($4 \times 2 = 8$) اصل ضرب 8 ٲوا؁ اور مسئلہ انوث سے اس كے لئے ايك سہم تھا؁ اس كو ضرب دی مسئلہ ذكورت (5) كے ساتھ تو ($5 \times 1 = 5$) اصل ضرب 5 ٲوا۔ یوں ($5 + 8 = 13$) خنثى كے لئے 40 میں سے 13 سہام ٲوئے؁ بیٹے كے لئے مسئلہ ذكورت سے 2 سہام تھے؁ ان كو بھى مسئلہ انوث (4) كے ساتھ ضرب دی؁ تو ($4 \times 2 = 8$) اصل ضرب 8 ٲوا؁ یہ حصہ بیٹے كا ہے مسئلہ ذكورت سے۔ اور مسئلہ انوث سے اس كے لئے 2 سہام تھے؁ ان كو ضرب دی مسئلہ ذكورت (5) كے ساتھ؁ تو ($2 \times 5 = 10$) اصل ضرب 10 ٲوا؁ یہ حصہ ہے بیٹے كا مسئلہ ذكورت سے۔ اس طرح بیٹے كے حاصل شدہ كل سہام ($10 + 8 = 18$) ہیں۔ ٲٲى كے لئے مسئلہ ذكورت سے ايك سہم تھا؁ اس كو مسئلہ انوث (5) كے ساتھ ضرب دی تو ($4 \times 1 = 4$) اصل ضرب 4 ٲوا؁ یہ حصہ ٲٲى كا ہے مسئلہ ذكورت سے؁ مسئلہ انوث سے ٲٲى كا ايك سہم تھا اس كو ضرب دی مسئلہ ذكورت (5) كے ساتھ؁ تو ($5 \times 1 = 5$) اصل ضرب 5 ٲوا؁ یہ حصہ ہے ٲٲى كا مسئلہ انوث سے۔ اس طرح ٲٲى كے مجموعى سہام 9 ٲوئے۔

فصل فی الحمل

اکثر مدة الحمل سنتان عند ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ وعند لیث ابن سعد ثلث سنین وعند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ أربع سنین وعند الزہری سبع سنین واقبلہما ستة اشهر ویوقف للحمل عند ابی حنیفة رحمۃ اللہ علیہ نصیب اربعة بنین او اربع بنات ایہما اکثر ویعطى لبقیة الورثة اقل الانصاء وعند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یوقف نصیب ثلثة بنین او ثلث بنات ایہما اکثر رواہ لیث ابن سعد وفی روایة اخرى نصیب ابنین وهو قول الحسن واحدی الروایتین عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ رواہ عنه ہشام وروی الخصاف رحمہ اللہ تعالیٰ عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انه یوقف نصیب ابن واحد واونت واحدة وعلیہ الفتوی ویؤخذ الکفیل علی قوله فان کان الحمل سن المیت وجاءت بالولد لتمام اکثر مدة الحمل او اقل منہما ولم تکن اقرت بانقضاء العدة یرث ویورث عنہ وان جاءت بالولد لاكثر من اکثر مدة الحمل لا یرث ولا یورث وان کان من غیرہ وجاءت بالولد لستہ اشهر او اقل منہا یرث وان جاءت بہ لاكثر من اقل المدة الحمل لا یرث فان خرج اقل الولد ثم مات لا یرث وان خرج اکثرہ ثم مات یرث فان خرج الولد مستقیما فالمعتبر صدرہ یعنی اذا خرج الصدر کلہ یرث وان خرج منکوسا فالمعتبر سرته الاصل فی تصحیح مسائل الحمل ان تصحح المسئلة علی تقدیرین اعنی علی تقدیر ان الحمل ذکر وعلیٰ انہ انثی ثم ینظر بین تصحیحی المسالتین فان توافقا بجزء فاضرب وفق احدهما فی جمیع الاخر فالحاصل تصحیح المسألة ثم اضرب نصیب من کان لہ شیء من مسألة ذکورته فی مسألة انوثته او فی وفقها ومن کان لہ شیء من

مسألة انوثته في مسألة ذكوره او في وقفها كما في الخثي ثم انظر في
الحاصلين من الضرب ايها اقل يعطى لذلك الوارث والفضل الذي
بينها موقوف من نصيب ذلك الوارث فاذا ظهر الحمل فان كان
مستحقا للبعض فياخذ ذلك والباقي مقسوم بين الورثة فيعطى لكل
واحد من الورثة ما كان موقوفا من نصيبه كما اذا ترك بنتا وابوين وامراة
حاملًا فالمسألة من اربعة وعشرين على تقدير ان الحمل ذكر ومن سبعة
وعشرين على تقدير انه انثى فاذا ضرب وفق احدهما في جميع
الاخر صار الحاصل مأتين وستة عشر اذ على تقدير ذكوره للمرأة سبعة
وعشرون وللأبوين لكل واحد ستة وثلثون وعلى تقدير انوثته للمرأة اربعة
وعشرون ولكل واحد من الأبوين اثنان وثلثون فتعطى للمرأة اربعة
وعشرون وتوقف من نصيبها ثلثة اسهم ومن نصيب كل واحد من
الأبوين اربعة اسهم وتعطى للبنت ثلثة عشر سهما لان الموقوف في
حقها نصيب اربعة بنين عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى واذا كان البنون
اربعة فنصيبها سهم واربعة اتساع سهم من اربعة وعشرين مضروب في
تسعة فصار ثلثة عشر سهما وهي لها والباقي موقوف وهو مائة وخمسة
عشر سهما فان ولدت بنتا واحدة او اكثر فجميع الموقوف للبنات وان
ولدت ابنا واحد او اكثر فيعطى للمرأة والأبوين ما كان موقوفا من نصيبهم
فما بقي تضم اليه ثلثة عشر ويقسم بين الأولاد وان ولدت ولدا ميتا
فيعطى للمرأة والأبوين ما كان موقوفا من نصيبهم وللبنات الى تمام
النصف وهو خمسة وتسعون سهما والباقي للاب وهو تسعة اسهم لانه

عصبة

ترجمہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حمل کی اکثر مدت دو سال ہے اور حضرت لیث بن سعد کے نزدیک تین سال اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال اور زہری کے نزدیک سات سال اور اس کی کم از کم مدت چھ مہینے ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حمل کے لئے چار بیٹوں اور چار بیٹیوں میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا وہ رکھا جائے گا اور دوسرے ورثاء کو اقل الانصباء دے دیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین بیٹوں یا تین بیٹیوں میں سے جس کا اکثر حصہ ہوگا وہ رکھ لیا جائے گا۔ اس کو لیث بن سعد نے روایت کیا ہے اور دوسری روایت میں ہے دو بیٹوں کا حصہ رکھا جائے گا۔ اور یہ قول حضرت حسن کا ہے اور امام ابو یوسف کی امام اعظم سے دو روایتوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس کو حضرت ہشام نے روایت کیا ہے۔ اور امام خفاف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک بیٹے اور ایک بیٹی کا حصہ رکھا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسف کے اس قول کے مطابق ایک کفیل لیا جائے گا۔ پس اگر حمل میت سے ہو اور بچہ حمل کی اکثر مدت پر پیدا ہو یا اس سے کم مدت پر اور عورت نے عدت گزرنے کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو وہ وارث ہوگا اور اس کی وراثت بھی تقسیم ہوگی۔ اور اگر بچہ حمل کی اکثر مدت کے بعد پیدا ہو تو نہ وہ خود وارث ہوگا اور نہ ہی اس کی وراثت تقسیم ہوگی اور اگر حمل میت کے غیر کا ہو اور بچہ پیدا ہو چھ مہینے یا اس سے کم مدت میں تو وراثت پائے گا اور اگر حمل کی اکثر مدت کے بعد بچہ پیدا ہو تو وارث نہیں ہوگا۔ پس اگر بچہ نکلا پھر مر گیا تو وراثت نہیں پائے گا اور اگر اکثر حصہ نکل آیا پھر مرنا تو وراثت پائے گا پس اگر بچہ سیدھا نکلے تو اس کا سینہ معتبر ہے یعنی جب سینہ پورا نکل آئے تو وراثت پائے گا۔ اور اگر الٹا نکلے تو معتبر اس کی ناف ہے۔ حمل کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ مسئلہ کی فصیح دونوں تقدیروں پر کی جائے گی یعنی اس تقدیر پر کہ حمل مذکور ہے اور اس تقدیر پر کہ حمل مؤنث ہے پھر دونوں مسئلوں کی دونوں تصحیحوں کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، اگر وہ دونوں کسی ایک

جزء میں متوافق ہوں تو دونوں میں سے کسی ایک کے وفق کو دوسرے کے جمع کے ساتھ ضرب دیں گے اور اگر متباہنین ہوں دونوں میں سے ہر ایک کے جمع کو دوسرے کے جمع کے ساتھ ضرب دیں گے۔ جو حاصل ہوگا وہ مسئلہ کی تصحیح ہوگی پھر اس کے حصہ کو ضرب دیں جس کو مسئلہ ذکورث سے کچھ ملا مسئلہ انوثث کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ اور جس کو مسئلہ انوثث سے جو کچھ ملا اس کو مسئلہ ذکورث کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ (ضرب دیں) جیسا کہ خفشی میں کرتے ہیں۔ پھر دونوں حاصلوں کو دیکھا جائے گا۔ جو چھوٹا ہوگا وہ مذکر کو دیا جائے گا اور جو دونوں حاصلوں کے درمیان باقی بچے گا اس کو اس متعلقہ وارث کے حصے سے روک لیا جائے گا۔ پھر جب حمل ظاہر ہو جائے تو اگر حمل جمع موقوف کا مستحق ہو تو اس کو دے دیا جائے اور اگر اس میں سے بعض کا مستحق ہو تو وہ یہ بعض حصہ لے لے گا اور ”باقی“ ورثہ کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور ورثہ میں سے ہر ایک کے حصے سے جو روکا گیا ہے وہ اس کو دے دیا جائے گا۔ جیسا کہ کسی نے ایک بیٹی، ماں، باپ اور ایک حاملہ بیوی چھوڑی ہو تو مسئلہ 24 سے بنایا جائے گا۔ اس تقدیر پر کہ حمل مذکر ہے، اور 27 سے بنایا جائے گا اس تقدیر پر کہ حمل مؤنث ہے، پھر جب دونوں میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے جمع کے ساتھ ضرب دیں گے تو حاصل 216 ہونگے۔ حمل کے مذکر ہونے کی تقدیر پر بیوی کے لئے 27 سہام اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے 36 سہام ہونگے اور حمل کے مؤنث ہونے کی تقدیر پر بیوی کے لئے 24 سہام اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے 32 سہام ہونگے چنانچہ بیوی کو 24 سہام دیئے جائیں گے اور اس کے نصیب میں سے 3 سہام روک کر رکھے جائیں گے۔ اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے حصے سے 4 سہام روک لئے جائیں گے۔ اور بیٹی کو 13 سہام دیئے جائیں گے کیونکہ اس کے حق میں موقوف 4 بیٹوں کا حصہ ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور جب بیٹے چار ہوں تو ان کا نصیب ایک سہم اور چار اتساع (4/9) ہونگے 24 میں سے۔ اس کو ضرب دی جائے گی 9 کے ساتھ تو 13 سہام ہو گئے 216 میں سے۔ یہ حصہ ہے بیٹی کا اور باقی موقوف کر دیا جائے گا اور وہ 115 سہام ہیں۔ اب اگر ایک

لڑکی یا زیادہ لڑکیاں پیدا ہوں تو جمع موقوف لڑکیوں کا حصہ ہے اور اگر ایک یا زیادہ بیٹے پیدا ہوں تو بیوی اور ماں باپ کے حصوں سے جو روکا گیا تھا وہ ان کو دے دیا جائے گا۔ اور جو بچے اس کے ساتھ تیرہ سہام ملا دیئے جائیں گے اور اولاد میں تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو بیوی اور ماں باپ کے حصوں سے جو روک لیا گیا تھا وہ ان کو دے دیا جائے گا۔ اور بیٹی کے لئے نصف تک دے دیا جائے گا اور وہ 95 سہام ہیں اور جو باقی بچے گا وہ نو سہام ہیں یہ باپ کے لئے ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔



حمل کی وراثت کے احکام

حمل کی اکثر مدت کے سلسلہ میں ائمہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اور حضرت لیث بن سعدؒ اہلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تین سال اور امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار سال اور امام زہری کے نزدیک سات سال ہیں۔ ۱۔

احناف کی دلیل

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

الولد لا یبقی فی البطن اکثر من سنتین ولو یظل مغزل

ماں کے رحم میں حمل دو سال سے زیادہ رہ ہی نہیں رہ سکتا ۲

اس نوعیت کے احکام میں یعنی تعین وقت میں مجتہد کا اجتہاد کافی نہیں ہوتا بلکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے نص چاہئے ہوتی ہے اس لئے یقیناً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکارِ دو عالم ﷺ سے سنا ہوگا۔

چنانچہ اگر کوئی شخص مر گیا اس کی وفات کے دو سال کے اندر اندر جو بچہ ہوگا اس کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا اور اس کی میراث کا بھی حقدار ہوگا اور جو شوہر کی وفات کے دو سال بعد پیدا ہوا نہ تو اس کا نسب اُس شوہر سے ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ بچہ اس کی وراثت میں سے حصہ پاسکتا ہے۔ بلکہ اس کی قرابت کی بناء پر کوئی دوسرا بھی وراثت کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے۔

امام شافعی کی دلیل

روایت ہے کہ حضرت ضحاک (جو کہ تابعین میں سے ہیں) چار سال ماں کے

۱۔۔۔ در مختار، جلد 5 صفحہ 230 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، بلقان، پاکستان۔

۲۔۔۔ نصب الراية، جلد ۳ صفحہ ۲۶۳ مطبوعہ دارالحدیث مصر۔

پیٹ میں رہنے کے بعد پیدا ہوئے، جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے سامنے کے دودانت اُگ چکے تھے اور آپ ہنس رہے تھے اسی لئے ان کو خماک (ہسنے والا) کہا جاتا ہے۔

حضرت عبدالعزیز ملاحونی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی روایت ہے کہ وہ چار سال ماں کے پیٹ میں بطور حمل رہے اور چار سال کے بعد ان کی ولادت ہوئی بلکہ ملاحون کی عورتوں کے متعلق تو یہ بات مشہور ہے کہ وہ عموماً چار سال کے بعد بچہ پیدا کرتی ہیں۔

سیر اعلام النبلاء میں محمد بن احمد بن عثمان نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص دو سال تک گھر سے دور رہا۔ دو سال کے بعد جب وہ اپنے گھر آیا تو بیوی کو حاملہ پایا تو پریشان ہو گیا کیونکہ خدشہ تھا کہ عورت نے زنا کرایا ہوگا کیونکہ اگر اس کا نطفہ ہوتا تو ابھی تک پیدا ہو چکا ہوتا۔ پیٹ میں حمل دو سال سے زیادہ رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ معاملہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے زنا کی سزا میں عورت کو سنگسار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُس وقت حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے تو آپ نے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: آپ اس عورت کو تو سزا دے سکتے ہیں لیکن اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بے گناہ ہے اس لئے بچہ ہونے تک آپ اپنے فیصلے پر عمل درآمد کو روک دیجئے۔ آپ نے وضع حمل تک کے لئے فیصلہ روک لیا۔ پھر جب وضع حمل ہوا تو بچے کے دانت نکل آئے تھے جب عورت کے شوہر نے بچے کو دیکھا تو قسم کھا کر کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم سے یہ بچہ میرا ہی ہے۔ حرام کا نطفہ نہیں ہے۔ مجھے اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس طرح اُس عورت کی جان بخشی ہو گئی۔ اس واقعے کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے:

لولا معاذ لهلك عمر

”اگر حضرت معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا“

اس سے بھی پتہ چلا کہ حمل ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ دیر ٹھہر سکتا ہے۔

احناف کی طرف سے جواب

حضرت ضحاک اور عبدالعزیز کے چار سال تک ماں کے پیٹ میں رہنے کی خبر کس نے دی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرات خود تو نہیں جانتے کہ ہم ماں کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے ہیں۔ اور نہ ہی کسی دوسرے نے ان کو اس بات کی خبر دی ہے کیونکہ کوئی دوسرا شخص یہ جان ہی نہیں سکتا کہ پیٹ میں حمل کتنا عرصہ رہا ہے؟ ممکن ہے کہ کسی بیماری کی وجہ سے رحم کا منہ بند ہو گیا ہو اور حیض آنا بند ہو گیا ہو جس کی وجہ سے لوگ یہ سمجھ رہے ہوں کہ پیٹ میں حمل ہے۔ جس بیماری میں رحم کا منہ بند ہوتا ہے اس بیماری کا نام ”رجا“ ہے۔ اس بیماری میں عورت کو حمل کی طرح پیٹ میں حرکت بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے عورت یہ سمجھ بیٹھتی ہے کہ اسے حمل ہو گیا ہے حالانکہ اس کو حمل نہیں ہوا ہوتا بلکہ وہ ”رجا“ بیماری میں مبتلا ہوتی ہے۔

سیر اعلام النبلاء والی روایت کا جواب

اس روایت میں دو سال سے مراد پورے دو سال نہیں ہیں، بلکہ تقریباً دو سال مراد ہیں اور اس کے بیٹے کا نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے باپ سے ثابت رکھا وہ اس کے باپ کے اقرار کی وجہ سے تھا کیونکہ خود روایت میں یہ بات موجود ہے کہ اس نے اقرار کر لیا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

حمل کی کم از کم مدت

حمل کی کم از کم مدت 6 ماہ ہے۔

دلیل

اللہ تعالیٰ نے حمل کی اور دودھ پلانے کی اکٹھی مدت 30 مہینے بیان فرمائی ہے اور ان میں سے دودھ کی مدت دو سال مقرر کر دی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حمل کی مدت چھ ماہ ہے۔ یہی استدلال حضرت علی نے بھی کیا ہے۔ جیسا کہ روایت ہے:

حضرت ابو حرب ابن ابی الاسود دلی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنه کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جس نے شادی کے صرف چھ ماہ بعد بچہ پیدا کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا ارادہ فرمایا، یہ بات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: اس پر رجم لاگو نہیں ہوتی، یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفصیل معلوم کی تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتیم الرضاعة
”اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لئے جو دودھ کی
مدت پوری کرنی چاہئے“ ۱ (ترجمہ کنز الایمان)

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وحملہ وفصالہ ثلاثون شہرا

”اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہے“ ۲

(ترجمہ کنز الایمان)

چنانچہ چھ ماہ اس کے حمل کی مدت ہے، لہذا اس پر کوئی حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ سنن بیہقی میں ہی حضرت عثمان غنی کے متعلق بھی اسی طرح کی ایک روایت ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حمل کے چار ماہ گزرنے کے بعد اس میں روح پھونگی جاتی ہے اور روح پھونکے جانے کے دو مہینوں کے بعد بچے کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے۔ اور بچہ بالکل درست حالت میں پیدا ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔

حمل کی وراثت کے متعلق امام ابو یوسف کا موقف

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر حمل کو بیٹا فرض کرنے میں حصہ زیادہ بنتا ہو تو اس کو ایک بیٹا فرض کر کے حصے آتا ترکہ رکھا جائے گا اور اگر اس کو بیٹی فرض کر کے حصہ

۱۔ البقرۃ 233

۲۔ احزاب 15

سنن ابی نعیم الکبریٰ، جلد 7، صفحہ 442، مکتبہ دارالہدایہ، مکتبہ المکتبہ۔

زیادہ بنتا ہوگا تو اس کے لئے ایک بیٹی کا حصہ رکھا جائے گا کیونکہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ ایک بطن سے ایک وقت میں ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے ایک سے زیادہ پیدا ہونا نادر الوقوع ہے اس لئے نادر الوقوع پر احکام کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

حضرت شریک فخری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے کوفہ میں ابو اسماعیل کے ایک بطن سے چار بچے پیدا ہوتے دیکھے ہیں۔ جبکہ حنفیہ میں ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے کہ کسی عورت نے چار سے زیادہ بچے پیدا کئے ہوں۔ اس لئے ہم نے احتیاط کا دائرہ اسی حد تک محدود رکھا۔ حضرت ابن مبارک سے یہی روایت ہے اور اسی پر عمل کیا گیا ہے اور اس پر عمل احتیاط کی بناء پر کیا گیا ہے۔

حمل سے متعلق امام محمد کا فیصلہ

امام محمد کے نزدیک حمل کے لئے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا وہ رکھا جائے گا۔ یہی قول حضرت حسن بن زیاد کا ہے اور امام ابو یوسف کی دو روایتوں میں سے ایک روایت بھی یہی ہے۔ حضرت ہشام سے بھی یہ روایت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک بطن سے چار بچوں کا پیدا ہونا انتہائی نادر ہے۔ ایسے نادر واقعہ کو کسی حکم کے لئے بنیاد نہیں بنا سکتے۔ بلکہ کسی حکم کے لئے وہ واقعہ لینا چاہئے جو عموماً رونما ہونے والا ہو۔ دو بچے عموماً ایک بطن سے پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے اس کی بنیاد پر وراثت کے احکام مقرر کئے جاسکتے ہیں۔

امام خشاف کا مذہب

امام خشاف کی امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا وہ حمل کے لئے رکھیں گے۔ کیونکہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ ایک بطن سے ایک وقت میں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دو بچے پیدا ہونا بھی نادر الوقوع ہے اس لئے اس پر بھی کسی حکم کی بنیاد نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص حاملہ بیوی چھوڑ کر مرے تو اس حمل کو بیٹا یا

بیٹی فرض کر کے جس صورت میں اس کے لئے زیادہ حصہ بنتا ہوتا حصہ رکھ لیں گے اور باقی ورثہ میں تقسیم کر دیں گے۔

ائمہ احناف میں سے امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ ورثاء میں سے صرف ذوی الفروض کو ان کے حصص دے دیئے جائیں گے لیکن ذوی الفروض بھی تمام نہیں بلکہ صرف ایسے ذوی الفروض کو ترکہ دیا جائے گا جس کے حصہ میں حمل کے ایک یا متعدد ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور باقی حمل کے پیدا ہونے تک ترکہ روک لیا جائے گا۔

نوٹ

جن ورثاء کے لئے حمل، جب حرمان کا باعث بن سکتا ہے ان کو وضع حمل سے پہلے کچھ بھی نہیں دیا جائے گا۔ ۱۔

قاضی صاحب دوسرے وارثوں سے اس بات پر ضامن لے گا کہ اگر بالفرض حمل سے ظاہر ہونے والا بچہ ایک سے زیادہ ہوا تو وہ ورثاء کو دیئے گئے حصص سے اس کے استحقاق کے مطابق واپس لے گا۔ کیونکہ اگر حمل کو ایک لڑکا فرض کر کے اس کا حصہ رکھا اور باقی ورثاء کو ان کے سہام دے دیئے اور وضع حمل کے بعد پتا چلا کہ بیٹے دو پیدا ہوئے ہیں تو دوسرے بیٹے کو دینے کے لئے ضامن، ورثہ سے اس کے حصہ کے مطابق واپس لے کر اس دوسرے بیٹے کو حصہ دینے کا کفیل ہوگا۔

حمل کی میراث کی شرائط

حمل اپنے مورث سے وراثت پانے کا حقدار ہوتا ہے۔ لیکن اس کے استحقاق کے لئے درج ذیل چند شرائط ہیں۔

(i) عورت مرنے والے کے نطفہ سے حاملہ ہو۔

۱۔ درمختار معہ ردالمحتار، جلد 10، صفحہ 558، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

(ii) حمل کی اقل مدت گزر چکی ہو اور اکثر مدت ختم نہ ہوئی ہو۔

(iii) عورت نے بچے کی پیدائش سے پہلے عدت کے ختم ہو جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔

اگر مذکورہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں تو اس حمل کا مرنے والے سے نسب ثابت ہوگا۔ اور یہ حمل مرنے والے اور اس کے اقارب کی وراثت پائے گا اور اس کی وراثت بھی تقسیم کی جائے گی۔ کیونکہ موت کے وقت پیٹ میں نطفہ موجود ہونا استحقاق وراثت کے لئے شرط ہے۔ جب اس نے عدت کے ختم ہو جانے کا اقرار نہیں کیا اور حمل کے، مدت حمل میں پیدا ہونے سے پتہ چلتا ہے کہ مرنے والے کی موت کے وقت یہ ماں کے پیٹ میں تھا۔ اور اگر اکثر مدت حمل گزر جانے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ وارث نہیں ہو سکے گا۔ اور نہ ہی اس مرنے والے کی جہت سے اس کا کوئی دوسرا رشتہ دار اس کا وارث ہو سکتا ہے۔

کیونکہ اکثر مدت حمل گزر جانے کے بعد اس حمل کا پیدا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ موت کے وقت یہ پیٹ میں نہیں تھا۔ اس لئے نہ نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی وراثت کا استحقاق۔

اور اگر مدت حمل میں عورت نے شوہر کی وفات کے بعد کم از کم اتنی مدت گزار کر جس میں عدت کا پورا ہونا ممکن ہو، عدت ختم ہو جانے کا اقرار کیا ہو تو ایسی صورت میں بھی پیدا ہونے والا بچہ وراثت کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ اس کے عدت پوری ہو جانے کا اقرار کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حمل میت کا نہیں ہے۔

اور اگر حمل اس کا نہیں بلکہ کسی اور کا ہے مثلاً کسی نے باپ نی یا دادا کی بیوی حاملہ چھوڑی ہو یا ان کے علاوہ ورثاء میں سے کسی اور کی بیوی حاملہ چھوڑی ہو تو اگر چھ ماہ یا اس سے کم میں بچہ پیدا ہو جائے تو وراثت پائے گا کیونکہ موت کے وقت اس حمل کا پیٹ میں موجود ہونا یقینی ہے۔

اور اگر حمل کی اقل مدت گزر جانے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ وارث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ موت کے وقت اس کا پیٹ میں ہونا یقینی نہیں ہے۔

سوال

جب حمل میت کا ہو تو ایسی صورت میں حمل کی اکثر مدت تک پیدا ہونے والے بچے کو بھی وارث قرار دیا گیا ہے اسی طرح جب حمل غیر میت کا ہو تو اکثر مدت کا اعتبار کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ موت سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ جب ”حمل“ میت کا ہوگا تو اس کا نسب ثابت کرنے کی ضرورت ہے اور حمل میں اکثر مدت تک کی گنجائش موجود ہے، اس لئے ضرورت (اثبات النسب) کے پیش نظر حمل میں آخری حد تک کا اعتبار کیا گیا ہے جبکہ حمل دوسرے کا ہو تو اس کا نسب چونکہ ثابت ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں اکثر مدت کا اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال

ولادت کے وقت مولود کے زندہ ہونے کی کیا علامت ہے؟

جواب

ولادت کے وقت مولود میں کوئی بھی ایسی علامت جس سے اس کا زندہ ہونا سمجھا جائے مثلاً آواز، چھینک، روننا، ہنسا، یا کسی عضو کا ہلنا وغیرہ پایا جائے تو اسے زندہ سمجھا جائے گا۔

اگر ولادت کے وقت آدھے سے کم بچہ باہر آیا تھا اور اس میں مذکورہ علامات میں سے کوئی ظاہر ہوئی پھر وہ مر گیا اور بقیہ حصہ بھی اس کا باہر آ گیا تو وہ وارث نہیں ہوگا کیونکہ جب اکثر حصہ مردہ باہر آیا تو سلا اکثر حکم الكل کے تحت گویا کہ سارا بچہ ہی مردہ پیدا ہوا اور اگر آدھے سے زیادہ بچہ باہر آ گیا اور زندگی کی کوئی علامت ظاہر ہوئی پھر مر گیا اور بقیہ حصہ بعد میں باہر آیا تو وارث ہوگا کیونکہ جب اکثر حصہ زندہ باہر آ گیا تو سلا اکثر حکم الكل

کے تحت گویا کہ ساراجسم ہی زندہ باہر آیا ہے۔ اس لئے وارث ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بچہ چیخ مارے یا روئے تو وہ وارث بھی ہوگا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ ۱

سوال

کسی مولود کے اکثر یا اقل خروج کی پہچان کیسے ہوگی اس کے متعلق کوئی ضابطہ ہے؟

جواب

جی ہاں اس سلسلے میں ایک ضابطہ موجود ہے۔

اگر بچہ سیدھا پیدا ہو یعنی پہلے سر باہر آئے تو اگر سینہ پورا باہر آجائے اور وہ زندہ ہو تو بچے کے لئے زندہ ہونے کا حکم ہوگا۔ اور اگر بچہ الٹا پیدا ہو یعنی پہلے بچے کے پاؤں باہر آئے ہوں تو اگر ناف زندہ حالت میں باہر آگئی تو اس کو زندہ سمجھا جائے گا اور وہ وراثت کا حقدار ہوگا۔ اور اگر ناف نکلنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اس کو مردہ سمجھا جائے گا وہ وراثت نہیں پاسکتا۔

مسائل حمل کی تصحیح

حمل کے مسائل کی تصحیح کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ مسئلہ کی دو مرتبہ تصحیح کی جائے گی ایک مرتبہ حمل کو مذکر فرض کر کے مسئلہ کی تصحیح کریں گے اور ایک مرتبہ حمل کو مؤنث فرض کر کے۔ پھر دونوں تصحیحوں کے درمیان نسبت دیکھیں گے اگر ان کے درمیان نسبت ”توافق“ کی ہو تو دونوں میں سے ایک کے وفق کو دوسری کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ مسئلہ کی تصحیح ہوگی پھر مسئلہ ذکوریت میں سے جس وارث کو جو حصہ ملا تھا اس کی مسئلہ انوثت کے ساتھ نسبت دیکھیں گے اگر نسبت ”تباہین“ کی ہوگی تو اس وارث کے سہام کو مسئلہ انوثت کے ساتھ ضرب دیں گے اور اگر نسبت ”توافق“ کی ہو تو وفق کے ساتھ ضرب دیں گے پھر مسئلہ انوثت سے حاصل شدہ سہام کو مسئلہ ذکوریت کے جمیع یا وفق کے

۱۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 197، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

ساتھ ضرب دیں گے۔ یہ دونوں ضربیں (ایک مرتبہ مذکر فرض کر کے اور دوسری مرتبہ مؤنث فرض کر کے) دینے کے بعد درج ذیل 3 صورتیں سامنے آتی ہیں۔

(i)..... اس وارث کو مسئلہ ذکوریت سے زیادہ اور مسئلہ انوخت سے کم حصہ ملے۔

(ii)..... اس وارث کو مسئلہ انوخت سے زیادہ اور مسئلہ ذکوریت سے کم حصہ ملے۔

(iii)..... اس وارث کو مسئلہ ذکوریت و انوخت دونوں میں اس کو برابر حصہ ملے۔

جس صورت میں اسے کم حصہ مل رہا اس کے مطابق اس کو حصہ دیں گے اور دوسری صورت کے مطابق جتنا مزید ملنا چاہئے وہ روک لیں گے۔ کیونکہ اقل حصہ تو ہر صورت میں اس کو ملنا ہی ہے، اس لئے دے دیا لیکن اکثر حصہ میں احتمال تھا کہ نہ جانے اس وارث کا حصہ ہے یا حمل کا، اس لئے اس کو روک لیا پھر جب حمل ظاہر ہو جائے اور احتمالات ختم ہو جائیں تو دیکھ لیا جائے اگر اس رکھے ہوئے حصہ کا حقدار ”حمل“ ہے تو اس کو دے دیا جائے اور اگر اس سے کم کا مستحق ہو تو اس کا حصہ دے کر باقی ماندہ جس وارث کے حصہ سے جتنا حصہ روکا تھا اس کو اتنا واپس کر دیا جائے گا۔

مثلاً

کسی نے ایک بیٹی، ماں، باپ اور ایک حاملہ بیوی چھوڑی ہو۔

ایسی صورت میں اگر حمل کو مذکر فرض کریں تو مسئلہ 24 سے بنے گا۔ کیونکہ اس میں ثمن اور سدسان جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ان 24 میں سے ثمن (۳) بیوی کے لئے، سدس (۴) ماں کے لئے اور سدس (۴) باپ کے لئے، اور جو باقی بچا یہ بیٹی اور مذکر حمل کے لئے لکھ کر مثل حظ الانثیین ہوگا۔ اور اگر حمل کو مؤنث فرض کریں تو مسئلہ 27 سے بنے گا۔ کیونکہ اس صورت میں ثمن اور سدسان اور ثلثان جمع ہو رہے ہیں۔ یہ مسئلہ منبر یہ کی صورت بن جائے گی۔ ماں کے لئے 4 سهام، باپ کے لئے 4 سهام، بیوی کے لئے 3 سهام اور بیٹی مع الحمل مؤنث کے لئے 16 سهام ہونگے اس طرح $(4+4+3+16=27)$ عول ہو جائے گا۔ 27 کی طرف۔ مذکورہ دونوں

تصحیحوں (24 اور 27) کے درمیان نسبت توافقی بالثلث کی ہے کیونکہ ان دونوں کو تین کا عدد برابر تقسیم کر سکتا ہے، اس طرح 27 کا وفق 9 اور 24 کا وفق 8 ہوگا۔ بیان کئے گئے قانون کے مطابق ایک کے وفق کو دوسرے کے جمع مسئلہ کے ساتھ ضرب دی تو $(27 \times 8 = 216)$ $(24 \times 9 = 216)$ حاصل ضرب (216) آیا۔ اب پورے مسئلہ کی تصحیح 216 سے کی جائے گی۔

مسئلہ ذکورت سے بیوی کو 27 سهام اور ماں باپ میں سے ہر ایک 36 سهام ملیں گے۔ کیونکہ مسئلہ ذکورت (24) سے بیوی کو تین سهام ملے تھے جب اس کو مسئلہ انوث کے وفق (9) کے ساتھ ضرب دی تو $(9 \times 3 = 27)$ حاصل ضرب 27 آیا۔ اور مسئلہ ذکورت سے ماں باپ میں سے ہر ایک کے 4 سهام تھے جب ان کو مسئلہ انوث کے وفق (9) کے ساتھ ضرب دی تو $(9 \times 4 = 36)$ حاصل ضرب 36 ہوا۔

اور مسئلہ انوث (27) سے بیوی کو کل 24 سهام اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو 32 سهام ملیں گے کیونکہ مسئلہ انوث سے بیوی کو تین سهام ملے تھے جب ان کو مسئلہ ذکورت کے وفق (8) کے ساتھ ضرب دی تو $(3 \times 8 = 24)$ حاصل ضرب 24 ہوا۔ ماں اور باپ میں سے ہر ایک کے چار سهام تھے ان کو بھی مسئلہ ذکورت کے وفق (8) کے ساتھ ضرب دی تو $(4 \times 8 = 32)$ حاصل ضرب 32 ہوا۔ چنانچہ 128 میں سے بیوی کو 24 سهام دیے جائیں گے۔

آپ نے غور کیا کہ

حمل کو مذکر فرض کیا تو بیوی کو 27/216 سهام ملے۔

اور مؤنث فرض کیا تو بیوی کو 24/216 سهام ملے۔

ان میں سے یقیناً 24/216 سهام کم ہے 27/216 سے۔ اس لئے بیوی کو 216 میں سے 24 سهام دے دیئے اور اس کے حصہ کے باقی 3 سهام حمل وضع ہو جانے تک روک کر رکھ لئے۔

ماں اور باپ کے لئے

مسئلہ ذکوریت سے 36/216 سهام ہیں۔

اور مسئلہ انوشت سے 32/216 سهام ہیں۔

ان میں سے 32/216 سهام یقیناً 36/216 سے کم ہیں۔ اس لئے ماں باپ کو

216 میں سے 32 سهام دیے اور باقی 4 سهام حمل کے ظاہر ہونے تک بچا کر رکھ لئے۔

چنانچہ بیوی اور ماں باپ کے حق میں حمل کو مؤنث فرض کیا گیا، 24 میں سے ان

کے لئے کل گیارہ (3+4+4=11) ہوئے باقی بچے 13 سهام۔ اب بیٹی کے حق میں حمل کو

مذکر فرض کریں گے اور وہ بھی صرف ایک نہیں بلکہ چار مذکر فرض کریں گے۔ اور ہر مذکر کو

دو مؤنث قرار دیا تو ایک بیٹی شامل کر کے کل 9 بیٹیاں ہو گئیں۔ جبکہ کل باقی ماندہ سهام

13 ہیں، جن میں سے ہر ایک کو ایک ایک سهم دیا تو نو بیٹیوں میں 9 سهام تقسیم ہو گئے۔ باقی

چار سهام بچے جو کہ 9 پر پورے تقسیم نہیں ہو رہے، اس لئے ان 4 کو 9 سے ضرب دی تو کل

36 اتساع (نواں حصہ) ہوئے۔ جن میں سے ہر بیٹے کو آٹھ آٹھ اتساع (یعنی ایک سهم میں

سے ایک نواں حصہ کم) دیا جائے گا 36 میں سے 32 اتساع بیٹوں کو ملیں گے اور باقی 4 اتساع

بیٹی کو۔ اب ہر بیٹے کے پاس مجموعی حصہ ایک سهم اور 8 اتساع اور بیٹی کے پاس ایک سهم مکمل

ایک سهم کے 4 اتساع ہو جائے۔ چنانچہ بیٹی کے لئے مسئلہ ذکوریت (24) میں سے ایک سهم

اور 4 اتساع ہوئے، جب بیٹی کے اس حصہ کو مسئلہ انوشت (27) کے وفق (9) کے ساتھ

اس طرح ضرب دی کہ ایک سهم کو 9 کے ساتھ ضرب دی تو 9 سهام ہوئے اور 4 اتساع کو 9

کے ساتھ ضرب دی تو 36 اتساع ہوئے، ان 36 اتساع کے کامل 4 سهام ہوئے پھر

9 اور 4 کو جمع کیا تو کل 13 سهام ہوئے بیٹی کو 216 میں سے 13 سهام دے دیئے۔

216 میں سے بیوی کے 24، ماں کے 32، باپ کے 32 اور بیٹی کے 13 سهام

ٹکالنے کے بعد 115 سهام باقی بچے یہ حمل کے رکھ دیں گے۔ اور انتظار کریں گے کہ حمل

سے کیا پیدا ہوتا ہے۔

مسئلہ

اگر حمل سے ایک، دو یا زیادہ لڑکیاں پیدا ہوں تو یہ تمام بچا ہوا ان کو دے دیا جائے گا۔ کیونکہ ہم نے حمل کو بیوی اور ماں باپ کے حق میں مؤنث فرض کیا اور ہر ایک کو اس کے حصے میں آتے سہام دے دیئے تھے اور پیدا بھی لڑکی ہی ہوئی ہے، یہ لوگ اپنا مقررہ حصہ لے چکے ہیں تو ان کے حقوق پورے ہو جانے کے بعد جو کچھ بھی بچا (128) ہے وہ سب انہیں (لڑکی یا لڑکیوں) کا ہے۔ ان 128 میں سے ایک بیٹی 13 سہام لے چکی ہے اس سے وہ سہام لے کر بقیہ 115 کے ساتھ ملا لیں گے اور مجموعہ کو ایک بیٹی یا تمام بیٹیوں پر تقسیم کر دیں گے اگر تقسیم پوری ہو جائے تو فہما در نہ اگر ان کے سہام اور روؤں میں نسبت توافق کی ہو تو وفق روؤں کو 216 میں ضرب دیں گے، جو جواب آئے گا اس سے مسئلہ کی تصحیح کریں گے۔ اور اگر ان کے درمیان توافق نہ ہو تو جمع عدد روؤں کو ضرب دیں گے 216 کے ساتھ۔ اس ضرب سے جو جواب آئے گا اس سے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔

مسئلہ

اور اگر ایک یا زیادہ بیٹے پیدا ہوں تو بیوی، ماں اور باپ کے حصص سے جو سہام روکے ہوئے تھے وہ ان کو دے دیئے جائیں گے یعنی بیوی کے تین سہام اس کو دے دیئے جائیں گے۔ اس طرح اس کے 27 سہام پورے ہو جائیں گے۔ اور یہ دو حصص میں سے زیادہ والا حصہ تھا۔ ماں باپ کے حصص میں سے چار چار سہام روکے گئے تھے وہ بھی ان کو دے دیئے تو ان کا اکثر حصہ 36 پورا ہوا۔ بیوی، ماں، باپ اور ایک بیٹی کے حصہ لینے کے بعد جو باقی بچا وہ 104 سہام ہیں۔ ان میں بیٹی کا حصہ 13 سہام بھی شامل کئے تو کل 117 سہام ہوئے اب یہ سہام تمام بہن بھائیوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کئے جائیں گے۔ اگر سہام پورے پورے تقسیم ہو جائیں تو فہما در نہ تصحیح کے جو طریقے سابقہ کئی مرتبہ بیان کئے گئے ان کے مطابق حل کیا جائے گا۔

مسئلہ

اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو بیوی اور ماں باپ کے حصوں سے جو سهام روکے گئے ہیں وہ ان کو دے دیئے جائیں گے یعنی بیوی کو مزید 3 اور ماں باپ کو 4،4 سهام۔ اور بیٹی کو نصف حصہ پورا کرنے کے لئے جتنا دینا پڑے وہ دیں گے چنانچہ بیٹی کو اس سے قبل 13 سهام دیئے ہیں اور 216 کا نصف 108 سهام ہیں اس لئے نصف پورا کرنے کے لئے اس کو مزید 95 سهام دیئے جائیں گے۔ اس طرح

ماں کو..... 36 سهام

باپ کو..... 36 سهام

بیوی کو..... 27 سهام

بیٹی کو..... 108 سهام

دیئے تو کل 207 سهام ہوئے۔ باقی جو 9 سهام بچے ہیں وہ باپ کو بطور عصبہ دیئے جائیں گے کیونکہ جب باپ کے ساتھ ایک لڑکی ہو تو وہ فرض مع العصبہ ہوتا ہے۔

نوٹ

اگر مرد نے والے نے کچھ ایسے درثناء بھی چھوڑے ہوں کہ حمل کا مذکر یا مؤنث ہونا ان کے حصص پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں حمل کے ظاہر ہونے کا انتظار کئے بغیر ان ورثہ کو ان کے پورے پورے سهام دیئے جائیں گے جیسا کہ کسی نے ایک دادی اور ایک حاملہ بیوی چھوڑی ہو تو دادی کو چھٹا حصہ دے دیا جائے گا یونہی اگر کسی نے ایک حاملہ بیوی اور ایک بیٹا چھوڑا ہو تو عورت کو آٹھواں حصہ دے دیا جائے گا۔

اور اگر کچھ ایسے ورثہ چھوڑے ہوں جو حمل کے کسی ایک احتمال میں محروم ہو سکتے ہیں تو ان کو وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ ان کا اصل استحقاق ہی مشکوک ہو چکا ہے۔ جیسا کہ کسی نے ایک حاملہ بیوی، ایک بھائی اور چچا چھوڑے ہوں تو چچا اور بھائی کو کچھ

نہیں دیا جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پیدا ہونے والا بیٹا ہو، اگر ایسا ہوا تو اس صورت میں چچا اور بھائی دونوں محروم ہوں گے۔

اعتراض

آپ نے بیوی، ماں اور باپ کے حق میں حمل کو مؤنث اور وہ بھی صرف ایک فرض کیا لیکن بیٹی کے حق میں اسی حمل کو مذکر اور وہ بھی چار فرض کیا ایسا کیوں ہے؟

جواب

اس لئے کہ بیٹی کے حق میں اقل حصہ اسی صورت میں تحقق ہو سکتا ہے، کیونکہ بیٹیوں کے ایک اور زیادہ ہونے میں حصص کا فرق ہوتا ہے جب کہ بیٹوں کے ایک یا زیادہ ہونے میں حصص کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فصل فی المفقود

المفقود حی فی ماله حتی لایرث منه احد ومیت فی مال غیره حتی لایرث من احد یوقف ماله حتی یصح موته او تمضی علیہ مدة واختلف الروایات فی تلك المدة ففی ظاهر الروایة انه اذا لم یبق احد من اقرانه حکم بموته وروی الحسن بن زیاد عن ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ ان تلك المدة مائة وعشرون سنة من یوم ولد فیہ المفقود وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ مائة وعشر سنین وقال ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ مائة وخمس سنین وقال بعضهم تسعون سنة وعلیہ الفتوی وقال بعضهم مال المفقود موقوف الی اجتہاد الامام وموقوف الحکم فی حق غیره حتی یوقف نصیبہ من مال مورثہ کما فی الحمل فاذا مضت المدة فمالہ لورثتہ الموجودین عند الحکم بموته وماکان موقوفا لاجلہ یرد الی وارث مورثہ الذی وقف ماله والاصل فی تصحیح مسائل المفقود ان تصحیح المسألة علی تقدیر حیاته ثم تصحیح علی تقدیر وفاته وباقی العمل ما ذکرنا فی الحمل۔

ترجمہ

مفقود اپنے مال کے حق میں زندہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس سے کوئی دوسرا وراثت نہیں پاتا اور اپنے غیر کے مال کے حق میں وہ مردہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ کسی اور سے وراثت نہیں پائے گا اور اس کا مال موقوف رہے گا یہاں تک کہ اس کی موت کی تصدیق کر دی جائے یا اس پر ایک مخصوص مدت گزر جائے۔ اور اس مدت میں روایات مختلف ہیں چنانچہ ظاہر الروایۃ میں ہے کہ جب اس کے ہم عمروں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے تو اس کی موت کا حکم نافذ کر دیا جائے گا۔ اور امام حسن بن زیاد نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ مدت ایک سو بیس سال ہے اس دن سے جس دن مفقود پیدا ہوا اور امام محمد

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: 110 سال ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: 150 سال ہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا: 90 سال ہیں۔ اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض نے کہا کہ مفقود کا مال امام کے اجتہاد پر موقوف ہے اور غیر کے حق میں موقوف الحکم ہے یہاں تک کہ اس کا حصہ روکا جائے گا اس کے مورث کے مال میں سے جیسا کہ حمل میں ہوتا ہے لہذا جب وہ مدت گزر جائے تو اس کا مال اس کی موت کا حکم نافذ ہونے کے وقت موجود ورثاء کے لئے ہوگا اور جو مال اس کے لئے روکا گیا ہو گا وہ لوٹایا جائے گا اس کے اس مورث کے ان ورثہ کو جن کا مال روکا گیا تھا اور مفقود کے مسائل کی تصحیح میں اصل یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی اس کی حیات کی تقدیر پر پھر اس کی تصحیح اس کی وفات کی تقدیر پر کی جائے گی اور باقی عمل ہم نے فصل فی الحمل میں ذکر کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ مفقود کا بیان ﴾

مفقود اس غائب شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ہو اور اس کی زندگی اور موت کی بھی کوئی خبر نہ ہو۔

اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے مال کے حق میں زندہ اور دوسروں کے مال کے سلسلہ میں مردہ سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا اپنا مال تقسیم نہیں کیا جاتا اور دوسروں کے مال سے یہ وراثت نہیں پاتا۔ اس کا مال اس وقت تک روک کر رکھا جائے گا جب تک اس کی موت کی تصدیق نہ ہو جائے یا اس پر ایک مخصوص مدت نہ گزر جائے۔ یہ مدت کتنی ہے اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں۔

ظاہر الروایت یہ ہے کہ جب اس کے معاصرین میں سے کوئی زندہ نہ بچے تو اس کی موت کا حکم لگا دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض کا قول یہ ہے کہ اس کے اپنے شہر میں سے اس کے ہم عصروں تک چکے ہوں اور بعض دیگر کا موقف یہ ہے کہ کہیں بھی اس کا کوئی ہم عصر باقی نہ بچا ہو۔ پہلا موقف صحیح ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفرائض میں بھی فرمایا ہے: اس مفقود کے اپنے شہر کے ہم عمروں کا اعتبار ہے کیونکہ مختلف ممالک میں لوگوں کی عمریں مختلف ہوتی ہیں نیز یہ کہ پوری دنیا میں اس کے ہم عمروں کا اعتبار کرنے میں حرج عظیم ہے۔

امام حسن بن زیاد کی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت یہ ہے کہ یہ مدت اس کی ولادت سے 120 سال تک ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ یہ مدت 110 سال ہے۔

ابام ابو یوسف رحمۃ اللہ کا موقف ہے کہ یہ مدت 150 سال ہے۔

امام محمد اور امام ابو یوسف کی یہ دونوں روایتیں کتب معتبرہ میں نظر سے نہیں گزریں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت یہ ہے کہ اس کی ولادت سے جب

100 سال گزر جائیں تو اس کی موت کا حکم نافذ کر دیا جائے گا، کیونکہ ہمارے زمانے میں عموماً اس سے زیادہ عمریں نہیں ہوتیں۔ امام محمد بن مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ اسی پر ہی فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ آپ بھی اسی پر یقین رکھتے تھے کہ عموماً لوگ سو سال تک ہی زندہ رہتے ہیں لیکن ان کا یہ موقف اس وقت ٹوٹ گیا جب خود ان کی اپنی عمر ایک سو سال سے زیادہ ہوئی۔ روایت ہے کہ آپ نے 170 سال عمر پائی۔

بعض فقہاء کا موقف یہ ہے کہ یہ مدت 90 سال ہے کیونکہ ہمارے زمانے میں اس سے زیادہ عمر بہت ہی شاذ و نادر واقع ہوتی ہے اس لئے شاذ و نادر واقعات پر اسلامی قوانین کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

بعض فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ مدت 70 سال ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

امتی ما بین ستین الی سبعین

”میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہوں گی“

امام شافعی رحمۃ اللہ کا موقف یہ ہے کہ مفقود کے مال کا فیصلہ مجتہد کے اجتہاد پر کیا جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں: جب اتنی مدت گزر جائے کہ اس کے ہم عمروں میں سے اکثر فوت ہو چکے ہوں تو قاضی اس کی موت کا حکم نافذ کر دے گا اور اس کا مال اس کے ان ورثہ میں تقسیم کر دے گا جو اس فیصلہ کے وقت موجود ہوں گے۔

مدت کے سلسلے میں بہتر یہ ہے کہ کوئی مقدار مقرر نہ کی جائے بلکہ اس سلسلہ میں مفقود کے معاصرین کا ہی اعتبار کیا جائے۔

مفقود کو دوسرے لوگوں کے حق میں موقوف رکھا جائے گا اس لئے جس طرح حمل میں مورث کے مال کو وضع حمل تک روک کر رکھتے ہیں اسی طرح مفقود کے لئے بھی مال روک کر رکھا جائے گا۔ اگر مفقود ایسا ہے جو حاضرین کو محبوب کر سکتا ہے تو ورثہ کو کچھ بھی نہیں دیا جائے گا بلکہ سارا مال روک لیا جائے گا۔ اور جس کو یہ بالکل محروم نہیں کر سکتا اس کو اس کا

مال دیا جائے گا لیکن اتنا دیا جائے گا جتنا کہ مفقود اگر موجود ہوتا تو اس کو ملتا پھر اگر مدت گزر جائے اور مفقود کا کچھ پتہ نہ چلے تو اب قاضی اس کی موت کا حکم نافذ کر دے گا اور یہ مال ان ورثہ کو دیا جائے گا جو اس موت کا فیصلہ ہونے کے وقت تک موجود ہوں اور جو ورثاء اس کی موت کا فیصلہ ہونے سے پہلے فوت ہو چکے ہیں ان کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وراثت کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث زندہ ہو۔ اور جو مال، مفقود کے لئے روک کر رکھا گیا ہو گا وہ ان ورثاء کو دے دیا جائے گا جن کے حصوں سے روکا گیا تھا۔ جیسا کہ حمل کے سلسلے میں تھا کہ اگر حمل زندہ حالت میں پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنا حصہ لے لیتا ہے اور اگر مردہ پیدا ہو تو وہ مال ان ورثاء کو لوٹا دیا جاتا ہے جن کے حصے سے روکا گیا تھا اسی طرح مفقود اگر ظاہر ہو جائے تو وہ اپنا حصہ لے لے گا اور اگر مفقود کی کوئی اطلاع نہ ملی اور اس کی موت کا حکم لگا دیا گیا، تو اس کے لئے روکا ہوا مال ان وارثوں کو لوٹا دیں گے جن کے حصوں سے روکا گیا تھا۔

مفقود کے مسائل کی تصحیح اس طرح کی جائے گی کہ ایک مسئلہ مفقود کو زندہ تصور کر کے بنایا جائے گا اور ایک مسئلہ مفقود کو مردہ تصور کر کے بنایا جائے گا ان میں سے موجود ورثاء کو جس تصحیح سے اقل حصہ ملے وہ دے دیں گے اور بقیہ سهام روک لیں گے، پھر مسئلہ حیات اور مسئلہ وفات دونوں میں نسبت دیکھیں گے اگر توافق کی ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے اور اگر نسبت تباین کی ہو تو مسئلہ حیات کے جمیع کو مسئلہ وفات کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے اور حاصل ضرب سے دونوں مسئلوں کی تصحیح کریں گے۔ پھر مسئلہ حیات سے ایک فریق کو جو سهام ملے ان کو مسئلہ وفات کے ساتھ ضرب دیں گے اور جس فریق کو مسئلہ وفات سے جو کچھ ملا اس کو مسئلہ حیات کے ساتھ ضرب دیں گے۔ پھر ان دونوں مسئلوں سے جس وارث کو جو کچھ ملا اس پر غور کریں گے جس مسئلہ سے اس کو کم حصہ ملا وہ دیں گے اور بقیہ (اتنا حصہ کہ اگر وہ بھی اس کے ساتھ شامل کریں تو دوسرے مسئلہ سے حاصل ہونے والے سهام کے برابر ہو جائیں) حصہ روک لیں گے۔

پھر جب مفقود ظاہر ہو جائے تو اس کا رکھا ہوا حصہ اس کو دے دیا جائے اور اگر اس کی موت کا فیصلہ کر دیا جائے تو پھر یہ حصہ جن درشہ سے روکا گیا تھا ان کو دے دیا جائے گا۔

مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، اور دو عینی بہنیں حاضر اور ایک اخیانی بھائی مفقود چھوڑا۔ اب مفقود کے مردہ ہونے کی صورت میں شوہر کے لئے نصف حصہ ہوگا اور دو بہنوں کے لئے دو ٹکٹ چنانچہ مسئلہ 6 سے بنے گا اور 7 کی طرف عول کر جائے گا۔

اور اگر مفقود کو زندہ تصور کریں تو شوہر کو نصف اور دو بہنوں کے لئے ربع ہوگا کیونکہ اس صورت میں مسئلہ 2 سے بنے گا جن میں سے ایک سہم شوہر کا اور ایک سہم بہن بھائیوں کا جو کہ ان پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا ان کا عدد دو دس 4 ہے اس لئے 4 کو اس مسئلہ (2) کے ساتھ ضرب دی تو $(2 \times 4 = 8)$ حاصل ضرب 8 آیا جن میں سے چار سہام شوہر کے، دو سہام بھائی کے اور دونوں بہنوں کے لئے دو سہام اس مخرج کہ ہر بہن کو ایک ایک سہم آجائے۔

اب غور کریں کہ دونوں بہنوں کے لئے مفقود کا مردہ ہونا اس کے زندہ ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور شوہر کے حق میں مفقود کا زندہ ہونا اس کے مردہ ہونے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں شوہر کو نصف بلا عول مل رہا ہے جو کہ عول کے ساتھ نصف سے زیادہ ہے۔ چنانچہ بہنوں کے حق میں مفقود کو زندہ تصور کیا جائے گا اس لئے ان کو مال کا ایک ربع دیا جائے گا۔ اور شوہر کے حق میں اس کو مردہ تصور کیا جائے گا اور اس کو مال کے تین اسباع $(3/7)$ حصہ دیا جائے گا اور باقی مفقود کے لئے رکھ لیا جائے گا۔

اور اس مسئلہ کی 56 سے تصحیح ہوگی۔ کیونکہ مسئلہ حیات 8 ہے اور مسئلہ وفات 7۔ ان دونوں کے درمیان نسبت ”تباين“ کی ہے۔ اس لئے مسئلہ حیات (8) کو مسئلہ وفات (7) سے ضرب دی تو $(7 \times 8 = 56)$ حاصل ضرب 56 ہوا۔ مسئلہ حیات سے شوہر کے چار سہام تھے جب ان کو مسئلہ وفات (7) کے ساتھ ضرب دی تو $(4 \times 7 = 28)$ حاصل ضرب 28 ہوا۔ اور مسئلہ وفات (7) سے اس کے تین سہام تھے جب ان کو مسئلہ حیات (8) کے

ساتھ ضرب دی تو $(24=3 \times 8)$ حاصل ضرب 24 ہوا۔ شوہر کو 24 سہام دیئے جائیں گے کیونکہ دونوں تصحیحوں سے ملنے والے سہام میں سے یہ کم ہے۔ اور اس کے حصے میں سے چار سہام روک لئے جائیں گے۔

دونوں بہنوں کے لئے مسئلہ حیات سے 2 سہام تھے ان کو مسئلہ وفات (7) کے ساتھ ضرب دی تو $(14=2 \times 7)$ حاصل ضرب 14 ہوا۔ اور ان کے مسئلہ وفات سے 4 سہام تھے جب ان کو مسئلہ حیات (8) کے ساتھ ضرب دی تو $(32=4 \times 8)$ حاصل ضرب 32 ہوا۔ دونوں بہنوں کو 14 سہام دیئے جائیں گے کیونکہ دونوں تصحیحوں سے ملنے والے سہام میں سے یہ کم حصہ ہے اور اگلی تصحیح تک 18 سہام مزید ہیں جو کہ روک کر رکھ لئے جائیں گے۔ چنانچہ شوہر اور بہنوں کے دیئے گئے کل سہام 38 ہیں 56 میں سے باقی 18 سہام موقوف کر دیئے گئے ہیں۔ اب مفقود اگر زندہ ظاہر ہو جائے تو ان باقی ماندہ سہام میں سے چار سہام مزید شوہر کو دے دیئے جائیں گے۔ تاکہ اس کا نصف (28) پورا ہو جائے۔ اور وہ چودہ سہام جو بہنوں کو دیئے تھے وہ ان کے پاس رہیں گے ہر بہن کو سات سات سہام اور یہ جو چودہ سہام باقی بچے ہیں یہ بھائی کو دے دیں گے تاکہ ان بہن بھائیوں کا حصہ لسلہ کر مثل حظ الانثیین کی مطابقت سے ہو جائے۔

اور اگر ظاہر ہو کہ مفقود مر چکا ہے تو یہ بچے ہوئے 18 سہام بہنوں کو ہی دے دیئے جائیں گے اس طرح بہنوں کے کل سہام 32 ہو جائیں گے، یہ سہام مال کے چار اسباع $(4/7)$ ہیں۔ باقی رہی بات شوہر کی تو وہ اپنا حصہ 28 سہام لے چکا ہے اب اس صورت میں اس کا مزید کوئی حصہ نہیں بنتا۔

فصل فی المرتد

اذا مات المرتد علی ارتداده او قتل اولحق بدار الحرب وحکم القاضی بلحقه فما اکتسبه فی حال اسلامه فهو لورثته المسلمین وما اکتسبه فی حال رده یوضع فی بیت المال عند ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ وعندهما الکسبان جمیعاً لورثته المسلمین وعند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ الکسبان جمیعاً یوضعان فی بیت المال وما اکتسبه بعد اللحق بدار الحرب فهو فی بالاجماع وکسب المرتد لورثتها المسلمین بلا خلاف بین اصحابنا واما المرتد فلا یرث من احد لامن مسلم ولا من مرتد مثله وكذلك المرتدة الا اذا ارتد اهل ناحیه باجمعهم فحينئذ یتوارثون

ترجمہ

جب مرتد اپنے ارتداد پر مرجائے اور قتل کر دیا جائے یا دار الحرب میں لائق ہو جائے اور قاضی اس کے دار الحرب میں لائق ہونے کا فیصلہ کر دے تو جو اس نے حالت اسلام میں کمایا وہ اس کے مسلمان ورثہ کے لئے ہے اور جو اس نے حالت ردت میں کمایا وہ بیت المال میں رکھا جائے گا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نزدیک کے نزدیک دونوں کمایاں اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں کمایاں بیت المال میں رکھی جائیں گی اور جو اس نے دار الحرب میں لائق ہونے کے بعد کمایا وہ بالاجماع مال فیء ہے اور مرتدہ کا تمام کسب اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے ہمارے اصحاب کے اختلاف کے بغیر بہر حال مرتد کسی سے وراثت نہیں پائے گا نہ مسلمان سے اور نہ ہی اپنی مثل کسی مرتد سے اسی طرح مرتدہ بھی مکر یہ کہ تمام کے تمام ہستی والے اکٹھے (معاذ اللہ) مرتد ہو جائیں تو وہ آپس میں وراثت پائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿مرتد کے احکام﴾

مرتد کی وراثت کے متعلق امام اعظم کا مذہب

جب کوئی مسلمان معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے تو اس کو مرتد کہتے ہیں۔ جب کوئی مرتد ہو جائے اور معاذ اللہ حالت ارتداد پر ہی وہ مرجائے یا قتل کر دیا جائے یا دار الحرب کو چلا جائے اور قاضی اس کے دار الحرب میں لحوق کا فیصلہ کر دے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ: اس نے جو کچھ مال اپنی حالت اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے اور جو مال اس نے حالت ارتداد میں کمایا وہ بیت المال میں رکھا جائے گا کیونکہ دونوں حالتوں کے کسب میں فرق ہے وہ اس طرح کہ اس کے ارتداد کی وجہ سے اس پر موت کا حکم جاری کیا گیا اور یہ حکم اس کے وقت ارتداد سے جاری کیا جاتا ہے کیونکہ ارتداد کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اس لئے اس نے اپنی زندگی میں جو مال کمایا ہے اس میں سے وہ مال تو اس کی ملکیت ہے جو اس نے ہلاک ہونے (مرتد ہونے) سے پہلے کمایا لیکن جو مال اس نے ارتداد کے بعد کمایا تو گویا کہ اس وقت تو وہ ہلاک ہو چکا ہے اس لئے وہ مال بھی اس کی ملکیت میں نہیں رہا۔ اس لئے جو مال اس نے حالت اسلام میں کمایا وہ اس کے مسلمان ورثاء کے لئے اور جو حالت ارتداد میں کمایا وہ بیت المال میں رکھا جائے گا۔ کیونکہ اگر اس مال کا بھی اس کے مسلمان ورثاء کو وارث قرار دیتے ہیں تو مسلمان کو کافر کا وارث بنانا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

مرتد کی وراثت کے متعلق صاحبین کا مذہب

صاحبین کے نزدیک حالت ارتداد اور حالت اسلام دونوں حالتوں میں کمایا ہوا مال اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے۔ کیونکہ مرتد کو دوبارہ اسلام قبول کرنے پر جبر کیا جاتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر اسلام کے احکام نافذ ہو رہے ہیں اس لئے اس کے ورثاء کے حق میں اس پر مسلمانوں والے احکام جاری ہونگے اور دونوں ہی کسب (خواہ حالت اسلام میں کمائے یا حالت ردت میں) اس کی اپنی ملکیت ہے اور چونکہ سارا مال اس کی اپنی ملکیت

جواب

مرد کے شر سے بچنے کے لئے ایسا کیا کیونکہ مرد سے جنگ وجدال اور فتنے کا خطرہ ہو سکتا ہے جو کہ عورت سے متوقع نہیں ہے، اس لئے جس سے فتنہ کا خوف ہو اس کو ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔

سوال

دارالحرب میں لحوق کے بعد کا کسب مسلمان ورنہ کے لئے کیوں نہیں ہے حالانکہ ہلاک تو وہ اب بھی نہیں ہوئی۔

جواب

اس لئے کہ دارالحرب میں لحوق کے بعد اب اس کی حفاظت نہیں رہی جب اس کی اپنی جان کی حفاظت نہیں رہی تو اس کا مال بھی محفوظ نہ رہا۔ اس لئے دارالحرب میں لحوق کے بعد کا کسب اس کے مسلمان ورنہ کے لئے نہیں ہوگا۔

۱

نوٹ

مرتد خود کسی سے وراثت نہیں پاسکتا، نہ مسلمان سے، نہ کافر سے اور نہ ہی اپنی طرح کے کسی دوسرے مرتد سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وراثت ایک صلہ شرعی ہے اور مرتد ایک مجرم ہے، مجرم کو کسی صلہ شرعی کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا، جیسا کہ جان بوجھ کر قتل کرنے والا چونکہ شرعی مجرم ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی اس صلہ شرعی سے روک دیا جاتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وراثت میں ملت کا اعتبار ہوتا ہے اور مرتد کسی بھی ملت پر نہیں ہوتا، اسی طرح مرتدہ عورت بھی کسی سے وراثت نہیں پاسکتی کیونکہ وہ بھی کسی ملت کو ماننے والی نہیں ہے۔

ہاں اگر خدا نخواستہ پوری کی پوری بستی ہی مرتد ہو جائے تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہو گئے کیونکہ ان کا ملک دارالحرب ہو جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کفر کے

احکام ظاہر ہو چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے مردوں کو قتل کر سکتے ہیں، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا سکتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی ناعیہ کے ارتداد پر ان کے ساتھ کیا تھا، ان میں سے ایک لوٹھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں بھی آئی تھی جن سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی ناعیہ کے بچوں کو ان کے ارتداد کی وجہ سے قید کر لیا تھا۔

مرتد کے مال کی تقسیم میں کس شخص کو حصہ ملے گا اور کس کو نہیں ملے گا اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضرت حسن بن زیاد کی روایت

حضرت حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت یہ ہے کہ جو وارث اس کے وقت ارتداد سے مرتد کی موت تک زندہ ہو گئے وہ اس مرتد کی وراثت سے حصہ پائیں گے اور جو وارث اس کے ارتداد کے بعد قرار پانے والے نطفہ سے پیدا ہوئے ہوں یا اس کے ارتداد کے بعد مسلمان ہوئے ہوں ان کو اس کی وراثت سے کچھ نہیں ملے گا۔

امام ابو یوسف کی روایت

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت یہ ہے کہ جو وارث روت کے وقت موجود ہو خواہ اس کی موت تک زندہ نہ رہے بلکہ اس کی موت سے پہلے ہی مر جائے مرتد کی وراثت سے حصہ پائیں گے۔

امام محمد کی روایت

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم سے روایت یہ ہے کہ جو وارث اس کی موت کے وقت موجود ہوں خواہ روت کے وقت موجود ہوں یا بعد میں پیدا ہوئے ہوں خواہ بوقت روت مسلمان ہوں یا بعد میں مسلمان ہوئے ہوں، سب وراثت سے حصہ پائیں گے۔

فصل فی الاسیر

حكم الاسیر كحكم سائر المسلمين فی الميراث ما لم يفارق دينه فان فارق دينه فحكمه حكم المرتد فان لم تعلم رده ولاحياته ولاموته فحكمه حكم المفقود

ترجمہ:

”قیدی کا حکم میراث میں تمام مسلمانوں کی طرح ہے جب تک کہ وہ دین نہ چھوڑے اگر وہ دین چھوڑ دے تو اس کا حکم مرتد والا ہے۔ اور اگر اس کی ردت، اس کی زندگی اور موت معلوم نہ ہو تو اس کا حکم مفقود والا حکم ہے۔“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿قیدیوں کی وراثت کے متعلق احکام﴾

قیدی جب تک دین سے نہ پھرے تب تک اس کے احکام تمام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں، اس لئے وہ وارث بھی بنتا ہے اور اس کی وراثت تقسیم بھی ہوتی ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اسیری سے اس کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ اس کی بیوی بدستور اس کے نکاح میں رہتی ہے تو جس طرح عصمت نکاح پر اسیری سے کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح میراث میں بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر قیدی اپنا دین چھوڑ دے تو پھر اس کا حکم مرتد والا ہے اور اس بات میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ کوئی دارالاسلام میں مرتد ہو کر دارالحرب کو چلا جائے یا دارالحرب میں رہتے ہی مرتد ہو جائے اور وہیں مقیم رہے بہر حال دونوں صورتوں میں وہ حربی ہو جائے گا۔

اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے یا اس کا مرتد ہونا معلوم نہ ہو تو اس کا حکم مفقود جیسا ہوگا۔ اس لئے نہ تو اس کا مال تقسیم کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی بیوی کسی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے جب تک اس کا حال معلوم نہ ہو سکے۔

اگر اس کے وارث یہ دعویٰ کریں کہ وہ دارالحرب میں مرتد ہو گیا ہے تو اس کا یہ

دعویٰ صرف اس صورت میں مانا جائے گا جب دو عادل مسلمان اس پر گواہی دیں۔ اگر دو عادل مسلمان اس کے ارتداد کی گواہی دے دیں تو قاضی اس کی موت کا حکم جاری کر دے گا اور اس کی بیوی کے لئے فسخ نکاح کا فیصلہ کر دے گا اور اس کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم کر دے گا۔ کیونکہ یہ شخص قضائے قاضی کے سلسلہ میں مردہ ہی سمجھا جاتا ہے پھر اگر وہ شخص دارالاسلام میں آ جاتا ہے اور اپنے ارتداد کا انکار کرتا ہے تو قاضی کا فیصلہ منسوخ نہیں کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو اس کے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور اس کا مال بھی ورثاء سے واپس نہیں لیا جائے گا۔ ہاں جو مال بعینہ ورثاء کے پاس موجود ہو جس میں ابھی تک کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی وہ اس کو لوٹایا جائے گا۔ جس طرح ایسا شخص جس کا ارتداد مشہور ہو اور وہ تائب ہو کر دارالاسلام میں پلٹ آئے تو اس کی بیوی کو اس کے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اس کی بیوی کو بھی مجبور نہیں کر سکتے۔

فصل فی الغرقى والحرقى والهدى

اذا ماتت جماعة ولا يدرى ايهم مات اولاً جعلوا كأنهم ماتوا معاً فمال كل واحد منهم لورثته الاحياء ولا يرث بعض الاموات من بعض هذا هو المختار وقال على وابن مسعود رضى الله تعالى عنهما يرث بعضهم عن بعض الا فى ما ورث كل واحد منهم من صاحبه والله تعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب

ترجمہ

جب پوری جماعت مرجائے اور معلوم نہ ہو کہ ان میں سے پہلے کون فوت ہوا تو سمجھا جائے گا کہ وہ سب اکٹھے ہی فوت ہوئے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے زندہ ورثاء کے لئے ہوگا اور ان مرے ہوؤں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا۔ یہی مذہب مختار ہے اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے مگر اس صورت میں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کا وارث ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

غرق ہو کر، جل کر اور دب کر مرنے والوں کے احکام

احناف کا مذہب

جب ایک پوری جماعت فوت ہو جائے اور ان میں آپس میں رشتہ داریاں ہوں اور یہ معلوم نہ ہو کہ ان میں سے پہلے کون مرا ہے اور کون بعد میں؟ مثلاً بحری جہاز ڈوب گیا یا مکان کو آگ لگ گئی یا مکان کی چھت گر گئی یا کسی جنگ میں مارے گئے اور ان میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے پہلے کون مرا ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ سب اکٹھے فوت ہوئے ہیں، تو ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے زندہ وارثوں کے لئے ہوگا۔ اور ان مرنے والوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔ امام مالک نے اس بات کی اپنے مؤطا میں تصریح بھی کی ہے:

وكذلك العمل في كل متوارثين هلكا بغرق او قتل ذالك من الموت اذالم يعلم ايهما مات قبل صاحبه لم يرث احدهما من صاحبه شيئا وكان ميراثهما لمن بقى من ورثتهما يرث كل واحد منهما ورثته من الاحياء وقال مالك لا ينبغي ان يرث احد احدا بالشك ولا يرث احدا احدا الا باليقين من العلم ۱

درج ذیل فقہاء بھی اس سلسلہ میں احناف کے ساتھ ہیں

﴿ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔

﴿ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

﴿ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

﴿ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت علی اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت یہ ہے کہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے وارث ہو گئے سوائے اس صورت کے کہ جب ہر ایک دوسرے کا وارث بن رہا ہو تو ایسی صورت میں بعض کو دوسرے بعض کا وارث قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ایک شخص اپنے مال کا خود ہی وارث ہو (صاحب شریفیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی موقف ہے۔)

۱..... مؤطا امام مالک، جلد 2، صفحہ 521 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

دلیل

بعض رشتہ داروں کے دوسرے رشتہ داروں کا وارث ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث کا زندہ ہونا ضروری ہے اور تمام کے زندہ ہونے کا تو یقین ہے، اس لئے سب ایک دوسرے سے وارث بنیں گے۔ اور وراثت سے محرومی کا سبب یہ تھا کہ محروم ہونے والا مورث کے مرنے سے پہلے مر گیا۔ اور اس بات کا کوئی یقین نہیں ہے کہ واقعی پہلے وہی مرا ہے جس کو ہم وارث قرار دے رہے ہیں جب محرومی کے سبب میں یقین نہیں بلکہ شک ہے جبکہ اس کا زندہ ہونے کا یقین تھا تو کسی کو شک کی بنیاد پر وراثت سے محروم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ اس کی مثال وہ سمجھئے کہ طہارت کا یقین ہو اور حدث کا صرف شک ہو تو اس شخص کے حدث کا حکم نہیں لگائیں گے کیونکہ شک یقین کو ختم نہیں کرتا۔

ہاں جن صورتوں میں ہر ایک کا دوسرے کا وارث ہونا لازم آئے گا وہاں ایک دوسرے کا وارث قرار نہیں دیں گے کیونکہ ایک دوسرے کا وارث بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک دوسرے سے پہلے مرا ہو اور یہ ممکن نہیں ہے۔ تو ان میں ایک دوسرے کا وارث نہ ہونے کا حکم ضرورتاً ثابت ہوا اور جو حکم ضرورتاً ثابت ہو وہ بقدر ضرورت ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے جہاں پر یہ ضرورت تحقق نہیں ہوگی وہاں اصل سے دلیل پکڑیں گے اور وہ یہ ہے کہ سب ایک دوسرے کے وارث ہوں

احناف کی دلیل

(i)

ان میں سے ایک کے دوسرے کا وارث ہونے کا سبب یقینی نہیں ہے اور جب سبب یقینی نہیں ہے تو استحقاق بھی ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ محض شک کی بناء پر استحقاق وراثت ثابت نہیں ہوتا۔ ۱۔

۱..... در مختار مع رد المحتار، جلد 10، صفحہ 556، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، لبنان، پاکستان۔

اصل بات یہ ہے کہ یہاں پر وراثت کا سبب ”مورث کی موت کے بعد وارث کا زندہ رہنا ہے“ اور اس چیز کا پتہ صرف ظاہر اور اصحاب حال ہی سے چل سکتا ہے اور اصحاب حال سے یقین حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ جو چیز جیسے تھی اسی حال پر برقرار ہو اور وارث کا اپنی حالت پر ہونا یعنی زندہ ہونا تو اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا کیونکہ جس کو مورث قرار دیں گے اس کے بارے میں ماننا پڑے گا کہ وہ پہلے فوت ہوا اور یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ چنانچہ اصحاب حال سے اس بات پر دلیل ہوگی کہ جن لوگوں میں زندگی ثابت تھی وہ اپنے حال پر برقرار ہیں اس بات پر دلیل نہیں ہوگی کہ جو چیز پہلے موجود نہ تھی اس نے اس کو ثابت کر دیا ہے۔ جیسا کہ مفقود کی زندگی اس بات پر دلیل ہے کہ مفقود کی وراثت تقسیم نہیں ہوگی اس بات پر دلیل نہیں بنایا جاتا کہ وہ اپنے ورثاء کی وراثت کا حق نہیں رکھتا۔

(ii)

دو موتیں اکٹھی واقع ہوئی ہیں اور ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے پہلے کون فوت ہوا ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ دونوں اکٹھے فوت ہوئے ہیں جیسا کہ کوئی شخص ایک عورت سے نکاح کرے پھر اس کی بہن سے بھی نکاح کرے اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ پہلے کس کے ساتھ نکاح ہوا ہے تو دونوں کا نکاح فاسد کر دیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی یہی کیا جائے گا کہ گویا کہ دونوں شخص اکٹھے فوت ہوئے تو جس طرح حقیقتاً اکٹھے فوت ہونے والوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کا وارث قرار نہیں دے سکتے اسی طرح ان میں بھی کسی ایک کو دوسرے کا وارث قرار نہیں دے سکتے۔

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اہل یمامہ کی وراثت جاری کرنے کا حکم دیا تو میں نے زندوں کو مرنے والوں کا تو وارث قرار دیا لیکن مرنے والوں میں سے بعض کو دوسرے بعض کا وارث قرار نہیں دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (عمواس جن پر طاعون آیا تھا اور پورے کا پورا قبیلہ اکٹھا مر گیا تھا) کی وراثت جاری کرنے کا حکم دیا تو میں نے ان میں سے زندہ لوگوں کو مرنے والوں کا وارث قرار دیا اور مرنے والوں میں سے بعض کو دوسرے بعض کا وارث قرار نہیں دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ جمل اور صفین کے مقتولوں کے سلسلے میں بھی اسی طرح کی روایت موجود ہے۔

اعتراض

مرنے والوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں یا نہ دیں اس میں مرنے والوں کو کیا فائدہ بالآخر مال پہنچتا تو زندوں تک ہی ہے تو پھر ائمہ کے اتنے بڑے اختلاف کا فائدہ کا ہوا؟

جواب

اس اختلاف کا ثمرہ یوں ظاہر ہوگا کہ مثلاً ایک بڑا بھائی اور ایک چھوٹا بھائی دونوں اکٹھے فوت ہو گئے ان میں سے ہر ایک نے ایک ماں، ایک بیٹی اور ایک ایک آزاد کرنے والا آقا چھوڑا اور ہر ایک کا ترکہ 90 دینار ہوں تو ہمارے نزدیک ہر ایک کا ترکہ یوں تقسیم کیا جائے گا کہ ہر ایک کی ماں کو چھٹا حصہ (15 دینار) دیا جائے گا۔ اور دونوں میں سے ہر ایک کی بیٹی کے لئے نصف (45 دینار) ہونگے۔ اور جو 30 دینار باقی بچیں گے وہ اس کے آقا کو دیئے جائیں گے۔

اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ان کا ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ پہلے بڑے کی موت کا حکم نافذ کریں گے تو اس کا ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ ماں کے لئے چھٹا حصہ (15 دینار) ہوگا۔ بیٹی کے لئے نصف (45 دینار) اور جو 30 دینار باقی بچے وہ چھوٹے بھائی کے لئے ہونگے۔ پھر چھوٹے کی موت کا حکم نافذ کریں گے اور بڑے بھائی کو زندہ تصور کریں گے اور چھوٹے کا ترکہ اسی

طرح تقسیم کیا جائے گا جس طرح بڑے کا تقسیم کیا گیا تھا یعنی اس کے اپنے 90 دیناروں میں سے چھٹا حصہ (15 دینار) ماں کو دیں گے۔ نصف (45 دینار) بیٹی کو دیں گے باقی جو 30 دینار بچے وہ بڑے بھائی کو دیں گے اس طرح دونوں بھائیوں کے ترکہ میں سے 30، 30 دینار باقی بچے ہیں جن کو دونوں نے ایک دوسرے کی میراث سے پایا ہے پھر ان میں سے ہر ایک کے 30، 30 دینار سے چھٹا حصہ (5 دینار) ماں کو دیں گے۔ اور ہر ایک کی بیٹی کو اس مال کا نصف (15 دینار) دیں گے۔ اور باقی جو دس، دس دینار بچیں گے وہ ان کے آقا کو ملیں گے۔ ان میں سے کوئی بھی اس مال کا وارث نہیں بنا جو اس کی وراثت سے دوسرے کو ملا ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے تیس دینار پہنچے ہیں دوسرے کو اس میں سے حصہ نہیں دیا گیا۔ چنانچہ ہر ایک بیٹی کی ماں کو اس کے ترکہ میں سے 20، 20 دینار ملے ہیں اور ہر ایک کی بیٹی کو 60 دینار ملے ہیں۔ اور ہر ایک کے آزاد کرنے والے کو دس دینار ملے ہیں۔

اب اگر ہم جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس تقسیم سے ماں کو کل 40 دینار ملے ہیں اس طرح کہ 15 دینار بڑے بیٹے کی وراثت سے 15 دینار چھوٹے بیٹے کی وراثت سے پھر دوبارہ تقسیم میں سے بڑے بیٹے کے ترکہ سے 5 دینار اور چھوٹے بیٹے کی وراثت سے بھی 5 دینار۔ اسی طرح دونوں بھائیوں کی بیٹیوں میں سے ہر ایک کے پاس کل 60 دینار ہیں کیونکہ بڑے کی وراثت سے اس کی بیٹی کو 45 نہام ملے اور چھوٹے کی بیٹی کو اس کے باپ کی وراثت سے بھی 45 دینار ملے پھر دوسری مرتبہ جب 30 دینار تقسیم ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کی بیٹی کو 15، 15 دینار ملے اس طرح دونوں کے پاس مجموعی طور پر 60، 60 دینار ہو گئے۔

اب دونوں بھائیوں کے 180 دیناروں میں سے ماں کے پاس چالیس دینار ہیں کیونکہ یہ ماں دونوں بھائیوں کی ہے۔ دونوں بیٹیوں کے 120 دینار ہیں اور دونوں کے آقا کے پاس 20 دینار ہیں جن کا مجموعہ 180 ہے۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

20
گلوب
مختار

صحیح بخاری شریف

جہانگیری

ترجمہ
قدوس سرمدی
مفت محمد رفیع الدین
ابو العلاء محمد الدین جہانگیر

احادیث نبویہ کی سب سے مستند کتاب کا عام فہم، آسان، سلیس، با محاورہ ترجمہ

امام احمد رضا خان کی تصانیف علی البخاری
کا ترجمہ و مباحثی الفاظ کے ہمراہ

صحیح بخاری
• آیات و الفاظ قرآنی • صحابہ کرام کے آثار
• تابعین و ائمہ متبوعین کے اقوال • امام بخاری کی فقہی و فقہی آثار

جملہ افراد • اشخاص • قبائل • بلاد و ممالک • دیگر کی

مفصل فہرستیں پہلی مرتبہ منقذہ شہود پر

ایک ایسی خدمت جس کی عربی، فارسی، اردو میں کہیں بھی کوئی ہی مثال نہیں ملے گی

وَمَا كَانَ عِظَاءُ رَبِّكَ بِمَحْظُورًا

مشیر
بلا

مشیر بلا دور
042 7246026